
مہندی رچے ہاتھ
بلقیس کنول

پیش لفظ

"نقشِ قدم" کے بعد علی میاں پبلی کیشنز کے ادارے سے یہ میرا دوسرا ناول ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے دلی مسرت ہو رہی ہے کہ خواتین ناول نگاروں کا سنہری دور جو قصہ پارینہ بن چکا تھا' بتدریج پھر سے اپنے قدم جما رہا ہے۔ یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔

"مہندی رچے ہاتھ" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ایک صنف نازک کی کہانی ہے۔ ہاتھوں پر مہندی لگانا خواتین کا پسندیدہ شوق بھی ہے۔ "مہندی" ایک رسم بھی ہے۔ آپ اسے مستقبل کی دہلیز پر کسی معصوم لڑکی کا "پہلا قدم" بھی کہہ سکتے ہیں جس کی آرزو اور تمنائیں اسے جوانی کی سرحد پر قدم رکھتے ہی گدگدانا شروع کر دیتی ہیں۔ کسی "محبوب" کسی "ہم سفر" کا خوابناک تصور اس کی امنگوں میں ہلچل پیدا کرنے لگتا ہے۔ کہیں کوئی اس کے "دل کا چور" پکڑ لے تو وہ چھوئی موئی کے معصوم پودے کی مانند خود اپنے ہی وجود میں سمٹنے لگتی ہے۔

"پیا گھر" جانے کا تصور ہر لڑکی کو متضاد کیفیتوں سے دوچار کر دیتا ہے۔ کبھی مستقبل کے سہانے خواب اسے ان دیکھے راستوں پر گنگنانے پر اکساتے ہیں۔ کبھی کوئی وسوسہ' کوئی اندیشہ' کسی سکھی سے سنی کوئی کہانی اسے ڈار سے بچھڑی ہوئی ہرنی کی طرح خوف زدہ کر دیتی ہے۔ وہ سوچتی ہے۔ کل طلوع ہونے والا سورج اس کی زندگی کے آنگن میں کیا رنگ بکھیرے گا؟ ممتاز محل کی محبت میں شاہ جہاں کا تعمیر شدہ "تاج محل" جہاں کسی کنج تنہائی میں آج بھی محبت کے متوالے محبت کے عہد و پیماں کرتے ہیں۔ یا وہ بھی "نورجہاں" کے اجڑے مزار کی طرح زمانے کی ناقدری کا شکار ہو جائے گی؟ زیر نظر ناول کی کہانی بھی بدلتے موسموں کی طرح مختلف رنگ تبدیل کرنے کے بعد آخری سنگ میل

تک پہنچی ہے۔

جس طرح شاعر سے زیادہ باذوق سامعین کسی شعر کو سمجھ کر بہتر طور پر اس کی داد دیتے ہیں اسی طرح کوئی تخلیق کار بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کی تخلیق کا کون سا پہلو پڑھنے والوں کے ذہنوں پر کیا تاثر مرتب کرے گا؟ کچھ پڑھنے والے صرف حساس کہانیاں پسند کرتے ہیں۔ اکثر قارئین محض خوبصورت الفاظ کی بندشوں اور جذباتی مکالموں کے سحر میں گم ہو کر "واہ واہ" کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کسی کو ٹریجڈی پسند ہے' کوئی تفریحی کہانیوں کا رسیا ہوتا ہے۔ اپنی اپنی پسند اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔ چنانچہ کسی قلم کار کا "بقلم خود" اپنے منہ میاں مٹھو بننا.......... ہے نا عجیب سی بات!

"مہندی رچے ہاتھ" کیسا رہا؟ آپ کے معیار پر پورا اترا یا نہیں؟ آخری فیصلہ آپ ہی کی عدالت کرے گی۔ میں یقین سے صرف اتنا کہہ سکتی ہوں کہ میں جو کچھ لکھتی ہوں' پورے خلوص' دیانتداری اور اعتماد سے لکھتی ہوں۔ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی ایک گزارش کروں گی۔ ناول ختم کرنے کے بعد مجھے آگاہ ضرور کیجئے گا کہ .... مہندی کیسی رہی؟

بلقیس کنول

مغرب سے چلنے والی ہوائیں ہر لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

آسمان پر اُودے اُودے بادلوں کی ٹکڑیاں گِھر گِھر کر آ رہی تھیں۔ غروب ہوتا ہوا سورج بادلوں سے آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے تھک ہار کر اونچے اونچے پہاڑوں کی آڑ میں چھپ گیا تھا۔

فضا میں خنکی بڑھتی جا رہی تھی۔

رسول پور جانے والی سڑک پر ہلکے آسمانی رنگ کی ایک خوبصورت سی کار تیزی سے اپنی منزل کی طرف دوڑ رہی تھی۔

سورج کے غروب ہوتے ہی ماحول پر ملگجی اندھیرا پھیل گیا۔ سبک رفتار کار کی بتیاں روشن کر دی گئیں۔

اچانک بادلوں کی آوارہ ٹکڑیاں آپس میں گڈمڈ ہونے لگیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔

"رسول پور اب کتنی دور رہ گیا ہے چھوٹی بی بی!" کار کی پچھلی نشست پر بیٹھی ہوئی بوڑھی آیا نے اونی چادر کو اپنے جسم کے گرد لپیٹتے ہوئے پوچھا۔

"پندرہ بیس میل کا سفر ابھی باقی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے تک ہم وہاں پہنچ جائیں گے۔" حنا نے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے جمائے جواب دیا۔

بارش کا زور بڑھتا جا رہا تھا اس لئے حنا نے گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ سڑک پر جگہ جگہ پانی جمع ہو گیا تھا۔ تیز رفتاری مخدوش ہو سکتی تھی۔

احمد نگر سے روانہ ہوئے انہیں ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا تھا۔ حنا کا خیال تھا کہ وہ سات بجے تک بہ آسانی رسول پور پہنچ کر نیلوفر کی شادی میں شریک ہو سکتی ہے۔ اسی غرض سے اس نے شرکت والا لباس پہن رکھا تھا۔

اطلس کے ہلکے گلابی رنگ کے غرارہ سوٹ میں وہ بالکل بیر بہوٹی جیسی نظر آ رہی تھی۔ شیفون کے دوپٹے پر کامدانی کا بھاری کام کیا ہوا تھا۔ کناروں پر جھلملاتی ہوئی روپہلی

کرن ٹکی ہوئی تھی' شانوں پر اس نے سیاہ رنگ کی کشمیری کام والی شال ڈال رکھی تھی۔ گلے میں زمرد کا ہار تھا اور کانوں میں زمرد ہی کے آویزے پہن رکھے تھے۔ داہنی کلائی میں سونے کی چھ چوڑیاں کھنک رہی تھیں۔ بائیں ہاتھ پر سیاہ ڈنر واچ موجود تھی۔

چہرہ غازے اور سرخی سے بے نیاز ہونے کے باوجود کندن کی طرح دمک رہا تھا۔ کچھ تو حنا کی کھلتی ہوئی رنگت کا اثر تھا اور کچھ کپڑوں کا عکس تھا جس نے اس کے حسن کو گلنار بنا دیا تھا۔

پچھلی نشست پر اس کی بوڑھی آیا بیٹھی تھی' اس کے ساتھ ہی چمڑے کا سوٹ کیس تھا جس میں حنا کے روزمرہ کے استعمال کے چند جوڑے موجود تھے۔

نیلوفر چونکہ اس کی بچپن کی سہیلی تھی اس لئے حنا کو یقین تھا کہ وہ اسے دو ایک روز رکنے کے لئے ضرور اصرار کرے گی۔ نیلوفر کے والد ڈاکٹر اخلاق احمد اور حنا کے والد شیخ ریاض الدین کے درمیان بھی بہت پرانے اور گہرے تعلقات تھے۔ اس لئے دونوں گھرانوں میں بہت زیادہ میل جول تھا۔ نیلوفر کی امی اور حنا کی والدہ کے درمیان بھی دیرینہ مراسم تھے۔ دیکھنے والوں کا خیال تھا کہ وہ آپس میں سگی بہنیں ہیں۔ اس خیال کی وجہ یہی تھی کہ یہ دونوں گھرانے سگے عزیز داروں کی طرح برابر ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہتے تھے۔

نیلوفر کی امی نے حنا کو ایک ہفتے پہلے سے آنے کو کہہ رکھا تھا لیکن ماں کی اچانک طبیعت خراب ہو جانے کی وجہ سے اپنا پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔ اخلاق احمد کو جب بیگم ریاض الدین کی علالت کا علم ہوا تو انہوں نے نیلوفر کی شادی کی تاریخ بڑھانے کی کوشش کی لیکن شیخ ریاض الدین نے انہیں سمجھایا کہ نیک شگون کے درمیان اس قسم کی رخنہ اندازی مناسب نہیں ہے۔ پھر ان کی بیگم کی بیماری کوئی نئی بھی نہیں تھی۔ ایک عرصہ سے وہ بیمار ہی رہتی تھیں۔ اخلاق احمد نے اپنی سی کوشش کرنے کے بعد ان کی بات مان لی اور شادی کی تاریخ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

آج بھی اگر ماں کی طبیعت نہ سنبھلتی تو شاید حنا شادی میں شرکت نہ کرتی۔ اپنے طور پر تو اس نے آج بھی ماں سے یہی ضد کی تھی کہ جب تک وہ مکمل طور پر روبصحت نہیں ہو جاتیں وہ انہیں ایک پل کے لئے تنہا نہیں چھوڑے گی لیکن ماں نے اسے بڑے اصرار کے بعد یہ کہہ کر نیلوفر کی شادی میں شرکت کے لئے آمادہ کر لیا کہ اگر وہ بھی شریک نہ ہوئی تو اخلاق احمد اور ان کے گھر والوں کو صدمہ ہو گا۔ حنا کو مجبوراً آمادہ ہونا پڑا' روانگی

سے قبل اس نے بذات خود ڈاکٹر سے مل کر اس بات کی تصدیق کر لی تھی کہ ماں کی حالت تسلی بخش ہے۔ روانگی کا پروگرام چونکہ اچانک بنا تھا اس لئے وہ اپنی بوڑھی آیا کو لے کر چل پڑی۔

موسلادھار بارش کا زور بڑھتا جا رہا تھا۔ گاڑی کے پہیئے سڑک پر جمع شدہ پانی میں نصف سے زیادہ ڈوب چکے تھے۔ سڑک کا یہ حصہ نشیب میں تھا اس لئے بارش کا پانی تیزی سے وہاں اکٹھا ہو رہا تھا۔

"خدا کی پناہ کس قدر طوفانی بارش ہو رہی ہے۔" بوڑھی آیا نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ "جب ہم روانہ ہوئے تھے تو آسمان بالکل صاف تھا۔"

حنا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ جلد از جلد گاڑی کو نشیبی علاقے سے نکال لے جانا چاہتی تھی۔ اس لئے اس نے رفتار تیز کر دی۔ اسے خدشہ تھا کہ اگر انجن پانی کی زد میں آ گیا تو اس طوفانی بارش میں امداد بھی نہیں مل سکے گی۔

"سردی بڑھتی جا رہی ہے' چھوٹی بی بی! اگر کہیں تو میں سوٹ کیس سے آپ کا سوئیٹر نکال دوں۔"

"نہیں۔" حنا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"بارش کا یہی حال رہا تو پھر نیلوفر بٹیا کی شادی کا سارا مزا کرکرا ہو جائے گا۔ دھوم دھام کیا خاک ہو سکے گی۔" آیا تھوڑے توقف کے بعد بولی۔

حنا کچھ نہ بولی۔ اس کی تمام تر توجہ سڑک پر تھی۔ دل اندر ہی اندر اس خوف سے دھڑک رہا تھا کہ اگر گاڑی پھنس گئی تو کیا ہو گا۔ ڈرائیور کو وہ اسی وجہ سے ساتھ نہ لائی تھی کہ ممکن ہے احمد نگر میں اس کی ضرورت کسی وقت پیش آ جائے لیکن اب اسے ڈرائیور کی کمی کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا۔

جب تک گاڑی نشیبی حصے میں رہی حنا کا دل دھڑکتا رہا۔ اطمینان کا سانس تو اسی وقت آیا تھا جب وہ اس خطرے سے دور نکل آئی تھی۔

رسول پور اب صرف دس میل کے فاصلے پر تھا۔

"سنا ہے نیلوفر بٹیا کی شادی کسی بیرسٹر کے ساتھ ہو رہی ہے۔" آیا نے پوچھا۔

"ہاں۔" حنا بولی۔

"اللہ نصیب اچھا کرے۔" آیا نے کہا۔ "مجھے تو نیلوفر بٹیا بہت اچھی لگتی ہیں۔ پچھلی بار بیگم صاحبہ کے ساتھ گئی تھی تو انہوں نے مجھے ریشمی جوڑا بنوا کر دیا تھا۔"

"یہ بات تو پہلے بھی کئی بار بتا چکی ہو۔" حنا نے جواب دیا۔ لہجے سے بیزاری عیاں تھی۔

"ڈاکٹر صاحب بیچارے بھی بڑے بھلے آدمی ہیں۔"

"پچھلی بار انہوں نے بھی تم کو پان تمباکو کے لئے دس روپے دیئے تھے۔ اس کا تذکرہ بھی تم کر چکی ہو۔" حنا تنک کر بولی۔

آیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اونی چادر کو چہرے کے گرد لپیٹ کر وہ کونے میں دبک گئی شاید اسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس موقع پر وہ بے تکی بات کر رہی ہے۔

بارش کا زور اب قدرے کم ہو گیا تھا لیکن بوندا باندی بدستور ہو رہی تھی۔ سڑک چونکہ صاف تھی اس لئے حنا نے رفتار بڑھا دی۔ رفتار کے ساتھ ساتھ فاصلہ بھی تیزی سے گھٹنے لگا، مگر پھر اچانک گاڑی کسی کھڈے میں پڑ کر اچھلی تھی حنا نے بڑی مستعدی سے بریک لگا کر رفتار کم کی لیکن دوسری افتاد اس کے لئے پریشان کن ثابت ہوئی۔

گاڑی کا انجن ایک ہچکی لے کر بند ہو گیا۔ حنا نے دو چار بار سیلف لگایا لیکن بے سود۔

"یہ کیا ہوا چھوٹی بی بی!" آیا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

"انجن میں غالباً پانی آ گیا ہے۔" حنا نے جھلا کر دوبارہ سیلف کو آزمایا۔

"اب کیا ہو گا؟"

"ہم رات بھر یہیں پڑے سڑتے گلتے رہیں گے۔" حنا تلملا کر بولی۔ "تم تو خواہ مخواہ بال کی کھال نکالتی رہتی ہو۔"

آیا منہ ہی منہ میں کچھ بدبدا کر رہ گئی لیکن یہ سوال اس کے ذہن میں ابھر رہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔

حنا نے متعدد بار سیلف کو تھوڑے تھوڑے وقفے سے آزمایا لیکن ہر بار اسے مایوسی ہوئی۔ آخر تھک ہار کر اس نے ایک لمبی سانس لی اور نشست سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی چہرے پر فکر مندی کے اثرات بدستور موجود تھے۔ بڑی شدت کے ساتھ اسے اس منحوس گھڑی پر غصہ آنے لگا جب وہ احمد نگر سے روانہ ہوئی تھی۔ چہرے پر خون کی حدت بڑھ جانے سے اس وقت زیادہ حسین نظر آ رہی تھی۔

"چھوٹی بی بی!" آیا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ "کیا سچ مچ ہم تمام رات یہیں پڑے رہیں گے؟"

"نہیں .... ابھی کچھ دیر میں ڈاکو اور لٹیرے یہاں آئیں گے اور ہم کو لوٹ مار کر ختم کر دیں گے۔" حنا نے جھلا کر جواب دیا۔ "اس کے بعد کیا ہو گا یہ خدا بہتر جانتا ہے۔"

"توبہ کرو بی بی! کیوں بری فال منہ سے نکالتی ہو۔" آیا بولی۔ "مصیبت کے وقت خدا کو یاد کرنا چاہئے۔"

"خدا کے لئے آیا چپ ہو جاؤ۔ میرا دماغ مت چاٹو۔" حنا نے اپنی بے بسی پر غصہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

آیا دوبارہ کچھ نہ بولی دونوں تن بہ تقدیر گاڑی میں گم صم بیٹھی رہیں۔

بارش کی بوندیں اب بھی برس رہی تھیں۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ کبھی کبھی بجلی چمکنے سے ایک لمحے کے لئے ماحول جاگ اٹھتا پھر دوبارہ سیاہی پھیل جاتی۔

حنا خاموش بیٹھی اندر ہی اندر اپنی بے بسی پر پیچ و تاب کھاتی رہی ایک طرف اسے یہ فکر لاحق تھی کہ گھر والے پریشان ہو رہے ہوں گے اور دوسری طرف یہ خیال دامنگیر تھا کہ نیلوفر اور اس کے گھر والے بے چینی سے انتظار کر رہے ہوں گے۔ اپنی آمد کی اطلاع اس نے احمد نگر سے چلتے وقت فون کے ذریعے نیلوفر کو دے دی تھی لیکن راستے میں گاڑی کے اچانک بند ہو جانے سے وہ درمیان ہی میں پھنس کر رہ گئی تھی۔

جیسے جیسے وقت گزرتا رہا حنا کی الجھن میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ اگر دن کا وقت ہوتا تو وہ گاڑی سے اتر کر قرب و جوار کے علاقے سے سواری کا کوئی نہ کوئی بندوبست کر سکتی تھی لیکن اس وقت تو باہر نکلنے کا تصور بھی اس کے لئے محال تھا۔ بارش کی وجہ سے ٹریفک بھی نظر نہیں آ رہا تھا جو وہ کسی سے لفٹ ہی مانگ لیتی۔

اس کے سوا کوئی دوسرا طریقہ اس کے ذہن میں نہیں آ رہا تھا کہ گاڑی میں رات بسر کی جائے اور صبح ہونے پر روانگی کے بارے میں کچھ سوچ سکے لیکن اچانک تاریکی میں اسے امید کی ایک موہوم سی کرن نظر آئی اور اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

سڑک پر کھڑے ہوئے پانی کی سطح پر اسے روشنی کی ایک چادر سی لہراتی نظر آئی تھی۔ حنا نے پلٹ کر دیکھا۔ کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹ تھی جو دور سے آتی دکھائی پڑ رہی تھی۔ مصیبت سے چھٹکارا پانے کا صرف ایک ہی حل تھا کہ وہ آنے والی گاڑی والوں سے لفٹ حاصل کر لے۔

بوڑھی آیا کی نگاہیں بھی اسی روشنی پر جمی ہوئی تھیں۔

بوندا باندی اب بھی ہو رہی تھی۔ آسمان پر بادلوں کے تودے کسی مست ہاتھی کی طرح جھوم جھوم کر چنگھاڑتے پھر رہے تھے۔ حنا کا دل امید و بیم کی کیفیت کے زیر اثر دھڑکنے لگا۔ وہ سوچنے لگی۔ خدا جانے وہ لوگ کیسے ہوں' اس کی درخواست کو مانیں یا نہ مانیں۔

"چھوٹی بی بی!" آیا نے کپکپائی آواز میں کہا۔ "پیچھے سے کوئی گاڑی آ رہی ہے۔"

"ہوں' دیکھ رہی ہوں۔" حنا بولی۔

آنے والی گاڑی کی روشنیاں اب قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ بوندا باندی میں باہر نکلنے سے کپڑوں کے خراب ہو جانے کا اندیشہ تھا' اس لئے حنا نے اپنی طرف کے شیشے نیچے کئے اور اپنا ہاتھ باہر نکال کر آنے والی گاڑی کو ٹھہرنے کا اشارہ دینے لگی' اس کا دل بدستور دھڑک رہا تھا۔

پشت سے آنے والی گاڑی جیپ ثابت ہوئی۔ شاید اس کے ڈرائیور نے حنا کے اشارے کو سمجھ لیا تھا اسی غرض سے اس نے جیپ کار کے قریب لا کر روک دی۔ جیپ میں صرف ایک ہی آدمی موجود تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے اس کے چہرے کے خدوخال نظر نہیں آ رہے تھے لیکن گفتگو کرنے کا انداز مہذب ہی تھا۔

"فرمایئے۔" نووارد نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"کیا آپ رسول پور کی طرف جا رہے ہیں؟" حنا نے دھڑکتے ہوئے دل سے سوال کیا۔

"جی ہاں' کیوں؟"

"اگر زحمت نہ ہو تو ہم دونوں کو بھی رسول پور تک لے چلیں۔" حنا بولی۔ "گاڑی خراب ہو جانے کی وجہ سے ہم راستے میں اٹک گئے ہیں۔"

"آئی سی۔" جیپ میں بیٹھا ہوا نوجوان نیچے اتر آیا۔ شاید وہ اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ کار میں دوسری شخصیت کس کی ہے۔

حنا کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ نوجوان کی خاموشی اسے گراں گزری تھی۔ پھر جس انداز سے اس نے قریب پہنچ کر جھانکا تھا وہ بھی معنی خیز تھا۔ حنا کو دیکھ کر تو نہ جانے کس جذبے سے اس کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔

"کیا آپ لوگوں کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے؟" نوجوان نے بدستور حنا کے چہرے پر

نظر جماتے ہوئے سوال کیا۔

"جی .... نہیں۔" حنا نے اپنی توجہ ہٹاتے ہوئے کہا۔

"اس طوفانی بارش میں بے یار و مددگار باہر نکلنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟" نوجوان نے دوسرا سوال کیا۔

حنا کی خوبرو پیشانی پر ناگواری کی ہلکی سی لکیر ابھر آئی۔ اگر عام حالات کے تحت کسی اجنبی نے اس سے یہ سوال کیا ہوتا تو عین ممکن تھا اس کا جواب وہ سختی سے دیتی لیکن موجودہ حالت میں وہ مجبور محض بن کر رہ گئی تھی۔

"جب ہم احمد نگر سے روانہ ہوئے تھے اس وقت بارش کے امکانات نہیں تھے۔" حنا اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"گاڑی میں کیا خرابی پیدا ہو گئی ہے؟"

"خدا جانے۔" اس بار بھی حنا نے اپنی مچلتی ہوئی جھلاہٹ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

"رسول پور میں آپ دونوں کو کہاں جانا ہے؟" نوجوان نے پوچھا۔ نظریں بدستور حنا کے سراپا پر مرکوز تھیں۔

"ڈاکٹر اخلاق احمد کے ہاں۔" حنا بولی۔

"اوہ........" نوجوان نے ایک لمحے کے لئے سوچا۔ پھر بڑے اخلاق بھرے انداز میں حنا اور اس کی بوڑھی آیا کو ساتھ لے جانے پر اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ حنا نے گاڑی کو قفل کر کے اسی جگہ چھوڑ دیا۔

"آپ کی شادی ابھی حال ہی میں ہوئی ہے شاید؟" نوجوان تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد بولا۔

"غلط اندازہ قائم کیا ہے آپ نے۔" حنا نے قدرے ناراضگی سے کہا۔ "میں اس وقت ڈاکٹر اخلاق احمد کی لڑکی کی شادی میں شرکت کرنے جا رہی ہوں۔"

"کیا آپ کا مستقل قیام احمد نگر ہی میں ہے؟"

"جی ہاں۔"

"آپ کے والد صاحب کیا کرتے ہیں؟" نوجوان نے پوچھا پھر کنکھیوں سے حنا کو دیکھنے لگا۔

"بزنس۔" حنا بولی۔ وہ نوجوان سے زیادہ گفتگو کرنے سے پرہیز کرنا چاہتی تھی۔

"شیخ ریاض الدین کو بھلا احمد نگر میں کون نہیں جانتا۔" آیا پچھلی سیٹ سے بولی۔

"بہت ساری ملوں کے مالک ہیں' بیٹا! اگر احمد نگر آؤ تو ہمارے شیخ صاحب سے ضرور ملنا۔ ویسے بھی تم ہمارے محسن ہو۔"

"بہت خوب۔" نوجوان نے حنا کو نظر بھر کر دیکھا۔ "گویا آپ شیخ ریاض الدین کی صاحبزادی ہیں۔"

"جی ہاں۔" حنا نے اس بار بھی اختصار سے کام لیا۔

"تعجب ہے۔" نوجوان نے سرد مہری سے کہا۔ "کیا شیخ صاحب نے بھی آپ کو رسول پور تک تنہا سفر کرنے کی اجازت دے دی تھی؟"

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔" حنا نے نوجوان کو پہلی بار غور سے دیکھا۔ اندر ہی اندر اسے اس پر تاؤ بھی آ رہا تھا۔ یہ بات اپنی جگہ پر درست تھی کہ اس نے حنا پر اس وقت ایک احسان کیا تھا لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ وہ اس کے گھریلو معاملات میں بھی دخیل ہونے کی کوشش کرتا۔

"میں نے غلط جملہ کہا تھا۔" نوجوان بولا۔ "دراصل مجھے اس بات پر حیرت کا اظہار کرنا چاہئے تھا کہ شیخ صاحب نے آپ کو اتنی آزادی دے رکھی ہے؟"

حنا کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔

صورت شکل سے اجنبی کسی مہذب اور کھاتے پیتے گھرانے کا نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے جھلکنے والی معصومیت اور سادگی بھی اس خیال کی تصدیق کرتی نظر آ رہی تھی لیکن اس کے باوجود حنا کو اس پر بڑی شدت سے غصہ آ رہا تھا۔ آخر اسے غیر متعلق سوالات کی کیا ضرورت تھی۔

"آپ کو غالباً میری بات سے تکلیف پہنچی ہے۔" نوجوان نے اس بار بڑی سادگی سے کہا۔ "مناسب ہو گا کہ پہلے میں آپ سے اپنا تعارف کرا دوں۔ خاکسار کو منصور کہتے ہیں .... منصور غزالی .... چونکہ مشرق کی پیداوار ہوں اسی لئے مشرقی تہذیب کا دم بھی بھرتا ہوں۔ چنانچہ.........."

"رسول پور اب غالباً چار میل رہ گیا ہے؟" حنا نے جلدی سے اس کی بات اڑاتے ہوئے کہا۔ اجنبی کے ساتھ وہ کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتی تھی۔

"یہ ڈاکٹر اخلاق احمد آپ کے کون ہوتے ہیں؟" منصور غزالی نے بڑے بھول پن سے پوچھا۔ حنا کی دخل اندازی پر اس نے مطلق کسی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا۔

"میرے انکل ہوتے ہیں۔" حنا بولی۔

"دور پرے کی عزیزداری معلوم ہوتی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"آپ نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔" منصور تھوڑے توقف کے بعد بولا۔

"کیا صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ میں شیخ ریاض الدین کی لڑکی ہوں؟" حنا تنک کر بولی۔ منصور کا یہ سوال اسے بڑا غیر مہذب لگا تھا۔

"سمجھ گیا' آپ شیخ صاحب کی اکلوتی لڑکی ہیں۔"

"ٹھیک سوچا ہے آپ نے۔" حنا نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"والدین کا لاڈ پیار اکثر اولاد کی حسن سیرت پر اثر انداز ضرور ہوتا ہے۔"

"میں سمجھی نہیں آپ کا مطلب؟" حنا نے منصور کو گھورا۔

"محسن کے ساتھ بے رخی سے پیش آنے کو آپ کی زبان میں کیا کہتے ہیں؟" منصور نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

حنا اس جملے پر تلملا اٹھی۔

"اتفاق ہی تھا جو میری گاڑی خراب ہو گئی ورنہ میں آپ کا احسان کبھی نہ لیتی۔" اس نے ناگوار انداز میں جواب دیا۔

"میں اسے بھی آپ کی زیادتی ہی کہوں گا۔" منصور نے بڑے لطیف پیرائے میں کہا۔ "آپ آخر ایک بے جان شے کی غلطی کا انتقام کسی جاندار سے کیوں لے رہی ہیں؟"

"احسان کر کے جتانا میرے نزدیک بڑائی نہیں ہے۔" حنا نے منصور پر چوٹ کی۔

"معاذاللہ! بھلا کس کمبخت نے آپ کے اوپر احسان جتانے کی کوشش کی ہے۔" منصور نے جلدی سے کہا۔ "میں نے تو محض آپ کا نام دریافت کیا تھا۔ اگر آپ کو میری جسارت ناگوار گزری ہے تو میں اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔"

حنا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ منصور کی باتوں سے اب اسے چڑ ہونے لگی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے اسی نے تو کہا تھا کہ محسن کے ساتھ بے رخی برتنا بد اخلاقی ہے اور اب خود ہی وہ اس کی تردید بھی کر رہا تھا۔ جیپ سڑک پر کھڑے ہوئے پانی کے چھینٹے اڑاتی اپنی منزل کی طرف دوڑ رہی تھی۔ بوڑھی آیا نے ہوا کے سرد جھونکوں سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے اونی چادر کو کس کر اپنے جسم کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔ منصور نے اب خاموشی اختیار کر

لی تھی لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ نظر چرا کر حنا کے سراپا کا جائزہ لینے لگ جاتا تھا اور حنا اپنی جگہ بیٹھی اس بُرے وقت کو لعن طعن کر رہی تھی جب اس کی کار نے خراب ہو کر اسے کسی دوسرے کا احسان لینے پر مجبور کر دیا تھا۔

رسول پور کا راستہ لمحہ بہ لمحہ گھٹتا گیا پھر کچھ دیر بعد جب جیپ اخلاق احمد کی کوٹھی کے بڑے پھاٹک سے اندر احاطے میں داخل ہوئی تو حنا کو تعجب ہوا۔

"کیا منصور ڈاکٹر اخلاق احمد کے واقف کاروں میں سے ہے۔" اس کے ذہن میں ایک سوال ابھرا مگر اس نے ذہن کو جھٹک کر صاف کیا اور کپڑے سنبھالتی ہوئی نیچے اتر گئی۔ آیا سوٹ کیس لئے جیپ سے باہر آئی پھر منصور سے مخاطب ہو کر بولی۔

"جیتے رہو بیٹا! اگر تم نے ہماری مدد نہ کی ہوتی تو ہم نہ جانے کب تک بارش میں پھنسے رہتے۔ تمہارا یہ احسان ہم کبھی نہ بھولیں گے۔"

"کیوں شرمندہ کرتی ہیں بڑی بی! احسان تو مجھے ماننا چاہئے۔ جو حنا صاحبہ نے مجھے کسی خدمت کے قابل سمجھا۔" منصور نے مسکراتی نگاہوں سے حنا کو دیکھا جو عمارت کی سیڑھیاں عبور کر کے کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی۔ پھر جیپ کو واپسی کے لئے موڑنے لگا۔

☆======☆======☆

قصر اخلاق کا اندرونی حصہ برقی قمقموں کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔

بارش کی وجہ سے اندرونی گنجائش کو دو حصوں میں بانٹ لیا گیا تھا۔ ایک حصہ زنانہ تھا اور دوسرا مردانہ اور یہ دونوں ہی حصے اس وقت مہمانوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے

ڈھولک کی تھاپ پر مراثنوں کے گیت ہنگاموں میں اضافہ کر رہے تھے۔ زرق برق کپڑوں میں ملبوس خوبصورت اور شوخ و شنگ لڑکیاں ہنستی مسکراتی اِدھر اُدھر اچھلتی پھر رہی تھیں۔ بڑی بوڑھیاں بیٹھی اگلے وقتوں کی بھولی بسری باتوں پر رائے زنی کر رہی تھیں۔ سفید پوش بیرے نظریں جھکائے ہاتھوں میں مشروبات کی تھالیاں لئے زنانے اور مردانے حصے میں چکراتے پھر رہے تھے۔

حنا نے اندر داخل ہو کر ہنگاموں پر ایک سرسری نظر ڈالی پھر بچتی بچاتی دلہن کے کمرے تک آ گئی جہاں نیلوفر کی قریبی رشتہ دار لڑکیاں اور بے تکلف سہیلیاں اسے گھیرے بیٹھی ہنسی مذاق میں مصروف تھیں۔

کمرے کے مشرقی حصے میں بچھا ہوا بڑا تخت پریوں کا حسین اکھاڑا لگ رہا تھا اور نیلوفر سہیلیوں کے جھرمٹ میں ایسی کھپ رہی تھی جیسے تاروں کے درمیان چاند چمک رہا ہو!!

سرخ سرخ کپڑوں میں سر سے پاؤں تک ملبوس وہ اس وقت سچ مچ کوئی آسمانی حور لگ رہی تھی۔ شیشہ جارجٹ کے دوپٹے سے جھلکتا ہوا اس کا مسکراتا ہوا ملکوتی حُسن کچھ اور ہی نکھر آیا تھا۔ ہونٹوں پر حسین مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ سہیلیوں کے مذاق نے اس کے ارمانوں کے اندر ایک ہلچل سی مچا رکھی تھی۔ دل میں ہونے والی گدگدیاں شرمیلی مسکراہٹ بن کر اس کے دمکتے ہوئے چہرے پر پھیل گئی تھیں۔ ابرد میں لگی ہوئی افشاں روشنی میں یوں چمک رہی تھی جیسے چاند نے اس نئی نویلی دلہن کے حُسن سے متاثر ہو کر اپنی تمام کرنیں اس پر نچھاور کر دی ہوں۔

تخت کے بیچوں بیچ بھاری جوڑے میں سمٹی سمٹائی بیٹھی نیلوفر اس وقت حنا کو بہت پیاری لگی۔ اس کا دل چاہا کہ آگے بڑھ کر اس کی بلائیں لے لے لیکن ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ حُسن آراء بیگم اپنا بھاری غرارہ سنبھالتی کمرے میں داخل ہوئیں حنا پر نظر پڑی تو وہ یوں چونکیں جیسے انھیں اپنی نظروں پر یقین نہ آیا ہو۔

"تسلیم چچی جان!" حنا نے بڑے ادب سے سلام کیا۔

"جیتی رہو کب آئیں تم۔"

"ابھی ابھی آئی ہوں۔"

"اتنی دیر کہاں ہو گئی۔" حُسن آراء بیگم نے پوچھا۔ "مجھے تو تشویش ہو چلی تھی، برے برے سے وہم آ رہے تھے۔"

"گاڑی خراب ہو گئی تھی راستے میں۔" حنا بولی۔ "اگر ایک بھلے مانس سے مدد نہ ملتی تو شاید تمام رات راستے میں ہی پھنسی رہتی۔"

"خدا بھلا کرے اس کا۔ صبح صدقہ اتروا لینا تمہاری جان سے دور اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو جاتی تو میں آمنہ کو کیا منہ دکھاتی۔"

حنا حُسن آراء بیگم کی سادگی پر مسکرا دی۔

"کیا اکیلے آئی ہو۔" حُسن آراء بیگم نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں۔ آیا بھی ساتھ ہے۔"

"آمنہ کی طبیعت اب کیسی ہے۔"

"پہلے سے بہتر ہے لیکن بہت کمزور ہو گئی ہیں۔"

"خدا اس کا سایہ تمہارے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔" حُسن آراء بیگم نے جھولی پھیلا کر دعا مانگی پھر بولیں۔

"سچ کہتی ہوں آمنہ اور بھائی صاحب کے شریک نہ ہونے سے دل کو عجیب دکھ سا ہو رہا ہے۔ اگر وہ دونوں بھی ہوتے تو شادی کا لطف ہی کچھ اور ہوتا۔"

حنا نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش کھڑی حُسن آراء بیگم کی بات سنتی رہی۔ اسے خود بھی نیلوفر کی شادی میں اپنے والدین کے شریک نہ ہونے کا افسوس تھا۔

کچھ دیر تک حُسن آراء بیگم حنا سے گفتگو کرتی رہیں پھر غرارہ سمیٹتی باہر چلی گئیں۔ شاید حنا کو اچانک دیکھ کر وہ یہ بھی بھول گئی تھیں کہ کمرے میں وہ کس مقصد سے آئی تھیں۔

نیلوفر نے ماں کی آواز سن کر خمیدہ سر اٹھا کر حنا کو دیکھ لیا تھا چنانچہ ماں کے جاتے ہی جب حنا اس کی طرف متوجہ ہوئی تو نیلوفر نے آنکھوں کے اشارے سے اسے قریب بلایا۔ حنا مسکراتی ہوئی آگے بڑھی لیکن نیلوفر کی سہیلیوں نے بھی اس کے اشارے کو دیکھ لیا تھا چنانچہ ایک لڑکی بڑی طویل اور ٹھنڈی سانس بھر کر بولی۔

"خدا رحم کرے بیچارے دولہا کے حال پر۔ اگر دلہن بیگم کے یہی طور طریقے رہے تو جس محلے میں جائیں گی وہاں آئے دن نوجوانوں کے درمیان ٹھنی رہے گی۔"

"سچ کہتی ہو بوا۔" دوسری لڑکی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "آج کل تو جیسے ان لڑکیوں کی آنکھ کا پانی مر گیا ہے۔ ایک اپنا زمانہ تھا۔ کیا مجال جو کبھی آنچل بھی سر سے ڈھلکا ہو۔"

"ذرا بے حیائی تو دیکھو۔ ابھی قاضی نے نکاح بھی نہیں پڑھایا اور آنکھیں ہیں کہ پٹاپٹ اشارے بازی کر رہی ہیں۔ وہ تو خیر ہوئی کہ سامنے حنا باجی تھیں۔ اگر کوئی منچلا نوجوان ہوتا تو گریبان پھاڑ کر لوٹ لوٹ جاتا۔" نیلوفر کی خالہ زاد بہن عشرت نے کچھ اتنی سادگی سے یہ جملہ ادا کیا کہ حنا کے علاوہ دوسری لڑکیاں بھی بے ساختہ ہنس پڑیں۔

"خدا سمجھے گا تجھ سے عشرت کی بچی!" نیلوفر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"فی الحال اپنی خیر مناؤ۔" عشرت جلدی سے بولی۔ "اختر بھائی نے پورے دو برس تک جدائی کی گھڑیاں تارے گن گن کر بتائی ہیں۔ آج تو ان کے سمجھنے کی باری ہے۔"

"دل کیوں چھوٹا کرتی ہو عشرت تمہارا نمبر بھی جلدی آنے والا ہے۔" حنا نے نیلوفر کی طرف سے جواب دیا۔

"اللہ تمہاری زبان مبارک کرے باجی!" عشرت بیباکی سے بولی۔ "اب تو یہ دن کاٹے سے نہیں کٹتے لیکن اتنی دعا اور کرتی رہنا کہ میرا پالا کسی ادیب یا شاعر سے نہ پڑے

ورنہ شعر سنتے سنتے اور اس کی رومان بھری تحریریں .... اور افسانے پڑھ پڑھ کر زندگی اجیرن ہو جائے گی۔"

عشرت کے جواب پر کمرے میں بے شمار قہقہے کھنک اٹھے۔ نیلوفر نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا تو حنا کٹ کر رہ گئی اس کے معصوم ذہن کے پردوں پر معاً محسن جمالی کا تصوراتی ہیولا ابھر آیا۔

خوبصورت خدوخال کا مالک۔

کھویا کھویا سا مگر سنجیدگی لئے ہوئے ایک پُروقار چہرہ۔

خیالات کی دنیا میں گم۔

الجھے ہوئے بال پیشانی پر گرے گرے سے۔

بڑی بڑی حسین آنکھیں۔

جن میں نہ جانے کتنے افسانے مچل رہے تھے۔

کشادہ پیشانی۔

کھلتی ہوئی گندمی رنگت۔

اور مخروطی انگلیاں۔

جن کے درمیان پھنسا ہوا قلم کسی نئے افسانے کو جنم دینے کے لئے رواں دواں تھا۔

افسانے۔

جن میں زندگی ہی زندگی تھی۔

خوشیوں اور محرومیوں کے درمیان جنم لینے والے شاہکار۔

زندگی کی حقیقتوں سے ہمکنار۔

پیارے پیارے افسانے اور

انہی افسانوں کا سہارا لے کر حنا نے اپنے ذہن میں محسن جمالی کا ایک خوبصورت سا خاکہ بنا رکھا تھا۔ اسے محسن جمالی کے لکھے ہوئے افسانوں سے پیار تھا۔ جب کبھی وہ اس کا کوئی افسانہ پڑھتی تصوراتی خاکہ دھندلکوں سے ابھرتا ہوا اس کے سامنے آ جاتا۔ وہ گھنٹوں اس کے بارے میں سوچتی رہتی۔ پہروں اس کے خیال میں غرق رہتی۔ جیسے ان افسانوں میں کوئی جادو تھا۔ کوئی ایسا سحر جو آہستہ آہستہ اس کے وجود کے اطراف جال بُن رہا تھا۔ اس کے ذہن پر کہر کی دبیز چادر کی طرح چھاتا جا رہا تھا۔

اس نے خیالوں ہی خیالوں میں بارہا محسن جمالی کو دیکھا تھا۔
کبھی گھٹے گھٹے ماحول میں بیٹھ کر لکھتے ہوئے۔
کبھی حسین مرغزاروں میں قدرت کا مطالعہ کرتے ہوئے
اور
کبھی اداس اداس۔
جیسے اس کی کوئی عزیز شے گم ہو گئی ہو۔
جیسے وہ اسے پالینے کے لئے بے چین ہو۔
جیسے اس کی اپنی زندگی بھی کوئی افسانہ رہی ہو۔
افسانہ
جو تلخیوں سے پُر ہو۔
محرومیوں سے لبریز ہو۔
لیکن
اکثر اس نے محسن جمالی کے خیالی تصور کو مسکراتے بھی دیکھا تھا۔
مسکراہٹ
جو خوشی کا احساس دلاتی ہے۔
مسکراہٹ
جو دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ہمکنے والے کسی خوشگوار جذبے کی پیداوار ہوتی ہے۔
حنا محسن جمالی کے تصور میں کھو سی گئی۔
محسن جمالی
جو اس کا سب سے اچھا اور پسندیدہ افسانہ نگار تھا۔
جس کے افسانے پڑھ کر اس کا دل خوشی کے جذبے سے سرشار ہو جایا کرتا تھا۔
جس کے نئے افسانے کے انتظار میں وہ گن گن کر دن گزارتی تھی۔
کیوں؟
اسے خود بھی نہیں معلوم تھا۔
وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ محسن جمالی اپنے افسانوں کے ذریعے اس سے متعارف ہوا تھا اور پھر یہ غائبانہ تعارف پڑھتے پڑھتے اس کے رگ و پے پر چھا گیا تھا۔ اس نے آج تک کبھی محسن جمالی کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کی تحریروں سے والہانہ پیار

تھا اور پھر عقیدت و پیار کا یہی جذبہ دبے قدموں اس کے ذہن سے ہوتا ہوا چپکے سے اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر گیا۔ اس کے جذبات اور اس کے احساسات پر بہار کے موسم کے پہلے کھلنے والے کسی شگفتہ پھول کی مہک بن کر چھاتا چلا گیا۔
ایک انوکھی سی مہک۔
جو اس کی نس نس میں رچ گئی تھی۔ بس گئی تھی۔
اور..........
"کہاں کھو گئیں حنا باجی!" عشرت نے شوخ لہجے میں پوچھا تو حنا چونک پڑی۔ شرمیلی شرمیلی نظروں سے اس نے عشرت کو دیکھا اور آپ ہی آپ مسکرا دی۔
"دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔" عشرت کی ایک بے تکلف سہیلی بولی تو نیلوفر بھی اپنی مسکراہٹ ضبط نہ کر سکی۔
حنا نے شکایت بھری نگاہوں سے نیلوفر کو دیکھا۔ محسن جمالی کا راز اس کے اور نیلوفر کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم تھا۔ عشرت اور نیلوفر میں بہناپا کم اور دوستی زیادہ تھی۔ حنا کو یہی خیال گزرا کہ نیلوفر نے عشرت کو بھی اس راز سے آگاہ کر دیا ہے۔
"قسم لے لو حنا باجی جو نیلوفر نے مجھ سے ایک لفظ بھی کہا ہو۔" عشرت حنا کی نظروں کا مفہوم بھانپتے ہوئے بولی۔
"آخر بات کیا ہے؟ کچھ ہمیں بھی تو معلوم ہو۔" نیلوفر کی ایک سہیلی مہ پارہ نے پوچھا۔
"نہ بابا! میں تم از کم تم کو اس راز میں شریک نہیں کر سکتی۔" عشرت یکلخت سنجیدگی سے بولی۔ "کیا بھروسہ تمہارا۔ اگر کہیں تمہاری رال ٹپک پڑی تو پھر ہماری حنا باجی کا کیا ہو گا؟"
"اوہ .... اب میں سمجھ گئی کہ کیا بات ہے۔" مہ پارہ نے مسکراتی نظروں سے حنا کو دیکھا۔
"چشم بددور! .... خدا رکھے اب تو تم سچ مچ بالغ ہوتی جا رہی ہو۔" عشرت نے برجستہ کہا اور کمرے کا ماحول ایک بار پھر نقرئی قہقہوں سے کھنک اٹھا۔
حنا کے آ جانے سے نیلوفر کی جان کچھ دیر کے لئے بچ گئی ورنہ اس سے پہلے وہ سہیلیوں کے مذاق کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ حنا نے آتے ہی اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ موقع کی نزاکت نے نیلوفر کی زبان پر تالے ڈال رکھے ہیں ورنہ حاضر جوابی کے معاملے

میں وہ اپنا جواب آپ ہی تھی۔ اس خیال کے تحت اس نے نیلوفر کا ساتھ دینا چاہا۔ مگر عشرت نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ حنا کو اپنی عافیت اسی میں نظر آئی تھی کہ وہ مسکرا کر بات ٹال دے چنانچہ جب عشرت نے مہ پارہ کو تختہ مشق بنایا تو وہ بھی اس کے ساتھ ہو گئی۔

خاصی دیر تک بے تکلف سہیلیاں آپس میں ہنستی بولتی رہیں پھر جب حُسن آراء بیگم اپنے چہرے پر پُروقار سنجیدگی لئے غرارہ سنبھالتی دوبارہ اندر داخل ہوئیں تو سب کو چپ سی لگ گئی عشرت کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

"اب کیا دیر رہ گئی ہے لڑکیو!" حُسن آراء قریب آ کر بولیں۔ "مردانے سے بار بار تقاضے آ رہے ہیں کہ نکاح کی رسم جلدی سے ادا کر دی جائے۔"

"اتنی جلدی کس بات کی ہے چچی جان!" حنا نے پوچھا۔

"اے کیا بتاؤں بیٹی! بارش نے سارا مزا کرکرا کر دیا۔ ایک تو مہمانوں کو کچھ ویسے ہی جلدی ہے اس پر سے موئے قاضی صاحب نے بھی ہاتھوں پر سرسوں جما رکھی ہے۔"

"کسی دوسرے قاضی کا بھی بندوبست ہو سکتا ہے۔" عشرت بولی۔

"میں نے تمہارے خالو کے سامنے یہی تجویز رکھی تھی مگر وہ کہتے ہیں کہ منت میں بدمزگی پیدا ہو گی۔ نکاح کی رسم تو بہرحال ادا ہونی ہے' ایک دو گھنٹہ پہلے ہی ہو جائے تو کیا فرق پڑے گا اور پھر اس موسم میں دوسرے قاضی کا ملنا بھی دشوار ہے۔ تم لوگ جلدی سے نیلوفر کو دلہن بنا دو۔" حُسن آراء بیگم نے کہا۔ پھر حنا سے بولیں۔ "بیٹی! تم ذرا پان کی گلوریاں بنوا کر مردانے میں بھجوا دو' تمہارے چچا کئی بار آدمی بھیج چکے ہیں۔"

حنا نے اثبات میں سر ہلایا تو حُسن آراء نیلوفر کی بلائیں لیتی ہوئی کمرے سے چلی گئیں۔

"میں سب سمجھتی ہوں۔" حُسن آراء بیگم کے جانے کے بعد عشرت بولی۔ "یہ سب اختر بھائی کی شرارت ہے انہوں نے قاضی کی مٹھی گرم کر کے جلدی کرنے کو کہا۔ چنٹ زمانے بھر کے .... میں ابھی جا کر خالو جان سے کہتی ہوں کہ کسی دوسرے قاضی کا بندوبست کریں۔"

"لیکن دوسرا قاضی اگر نہ ملا تو کیا ہو گا۔" مہ پارہ نے پوچھا۔

"ہو گا کیا۔ رخصتی آج ہو جائے گی نکاح کل ہوتا رہے گا۔" عشرت نے نیلوفر کی طرف دیکھ کر بڑی ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ

نیلوفر شاید کل تک انتظار نہ کر سکیں ورنہ شادی کا کیا ہے' دو چار روز بعد بھی ہو سکتی ہے۔"

"خدا نہ کرے۔" مہ پارہ بولی۔ "خوشی کے موقع پر ایسی فال کیوں زبان سے نکال رہی ہو؟"

"تمہیں کیوں فکر ہو رہی ہے؟" عشرت نے تیزی سے کہا۔ "تمہارے شکیل صاحب کے والد بزرگوار تو بنفس نفیس خود قاضی ہیں۔ کسی قسم کی رخنہ اندازی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" مہ پارہ چیں بہ چیں ہو کر بولی۔

"اے بس رہنے بھی دو۔ میں خوب سمجھتی ہوں نیلوفر کو دلہن بنے دیکھ کر تمہارے دل میں ابھی سے لڈو پھوٹنے لگے ہیں!"

"خدا سمجھے گا تجھ سے۔" مہ پارہ محجوب سی ہو گئی۔

حنا ہنستی ہوئی کمرے سے باہر آ گئی۔ جلدی جلدی پان تیار کر کے اس نے مردانے میں بھجوا دیئے۔ پھر جب واپس آئی تو نیلوفر کو تیار کرایا جا چکا تھا۔ عشرت جا کر مردانے میں خبر کر آئی۔

کچھ دیر کے بعد قاضی صاحب کی آمد کا اعلان ہوا تو دو لڑکیاں تخت کے سامنے پردہ تان کر کھڑی ہو گئیں۔ نکاح کی رسم بڑی سادگی سے طے پائی اس کے بعد مہمانوں کو کھانا کھلانے کا دور شروع کر دیا گیا۔

دو گھنٹے بعد نیلوفر کو قصرِ اخلاق کے ہی ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا جو دولہا دلہن کے لئے مخصوص تھا۔

سہیلیوں کے جھرمٹ میں جب نیلوفر شرمائی شرمائی اور لجائی لجائی سی تخت سے نیچے اتری تو مراثنوں نے ڈھولک کی تھاپ پر رخصتی کا گیت چھیڑ دیا۔

حُسن آراء بیگم بار بار نیلوفر کی بلائیں لے رہی تھیں اور اس پر سے روپے نچھاور کر رہی تھیں۔

رخصتی کے پُرسوز گیت اور حُسن آراء بیگم کے آنسوؤں نے مل جل کر ماحول میں کچھ ایسا تاثر پیدا کر دیا کہ ہر طرف ایک سوگوار خاموشی پھیل گئی صرف ڈھولک کی تھاپ اور مراثنوں کے گیت کی آواز تھی جو ہر دل میں گونج رہی تھی۔

☆======☆======☆

حنا نے کروٹ بدل کر آنکھیں کھولیں تو دن خاصا چڑھ آیا تھا۔ بوڑھی آیا اس کے قریب ہی موجود تھی۔

"صبح بخیر چھوٹی بی بی!" آیا آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"صبح بخیر......... کیا وقت ہو گیا ہے؟" حنا نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"دس بجے ہوں گے۔"

"اوہ......... تم نے مجھے سویرے کیوں نہیں جگایا؟"

"میں تو جگانے آ رہی تھی لیکن بڑی بیگم نے منع کر دیا۔ عشرت بٹیا صبح سے دو بار دیکھنے آ چکی ہیں۔"

"اچھا' تم جلدی سے میرے کپڑے نکال دو۔" حنا یہ کہتی ہوئی جلدی سے اٹھی اور غسل خانے کی طرف چلی گئی۔

ضروریات سے فارغ ہو کر اس نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے اور باہر آ گئی۔ عشرت سے اس کی مڈبھیڑ بیرونی راہداری میں ہو گئی۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ اٹھ گئیں ورنہ مجھے تو تشویش ہونے لگی تھی۔" عشرت بولی۔

"رات کافی دیر سے سوئی تھی اس لئے جلدی نہ اٹھ سکی۔"

"چشم بددور حنا باجی!" عشرت نے حنا کے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "آپ تو اس وقت سچ مچ آسمانی حور لگ رہی ہیں۔ اگر اجازت ہو تو نظر اتار دوں۔"

حنا نے اسے مسکراتی ہوئی شوخ نظروں سے دیکھا پھر اس کا ہاتھ تھام کر نیلوفر کے کمرے میں آ گئی۔

عشرت نے اس کے بارے میں غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا۔ سفید ٹشو ساٹن کے غرارہ میں وہ اس وقت سچ مچ حور لگ رہی تھی۔

نیلوفر اپنے کمرے میں سنگھار میز کے سامنے بیٹھی بال سنوار رہی تھی۔ حنا اور عشرت کو آتے دیکھا تو مسکرا کر مسہری پر آ گئی۔

"لیجئے سنبھالئے اپنی بہن کو۔" عشرت حنا کی طرف اشارہ کر کے نیلوفر سے بولی۔

"بڑی مشکلوں سے کمرے سے برآمد کیا ہے۔"

حنا مسکراتی ہوئی آگے بڑھی تو نیلوفر نے اٹھ کر اسے گلے لگایا پھر وہ دونوں مسہری پر بیٹھ گئیں۔

"بے مروت کہیں کی۔" نیلوفر بولی۔ "یہ بھی نہ ہوا کہ ایک دو روز پہلے سے آ جاتیں۔ عین وقت پر وارد ہوئیں۔"

"امی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ورنہ ایک ہفتے پہلے سے آ جاتی۔" حنا بولی۔

"ارے ہاں! .... میں تو یہ پوچھنا بھول ہی گئی کہ چچی جان کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"پہلے سے بہتر ہیں لیکن کمزوری زیادہ ہو گئی ہے۔"

"کیا چچا جان بھی نہیں آئے؟"

"نہیں .... کچھ تو کاروبار کی مصروفیت مانع تھی اس کے علاوہ اگر وہ بھی میرے ساتھ آ جاتے تو پھر امی گھر پر اکیلی رہ جاتیں۔"

"کیا تنہا آئی ہو؟"

"نہیں' آیا بھی ساتھ ہے۔"

"اچھا کیا تم نے جو آیا کو ساتھ لے آئیں۔ اب میں تم کو ایک ہفتے سے پہلے نہیں جانے دوں گی۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر حنا باجی کچھ دنوں بعد آ جائیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔" عشرت نے مشورہ دیا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" حنا بولی۔ "میری غیر موجودگی میں امی جان کی تیمارداری مشکل ہو گی۔"

"میرا مقصد کچھ اور تھا۔" عشرت زیر لب مسکراتے ہوئے بولی۔ "ابھی دراصل نیا نیا معاملہ ہے۔ ہمارے دولہا بھائی بھی شاید اس بات کو گوارا نہ کریں کہ کوئی کباب میں ہڈی بن جائے۔"

"بہت زبان چل نکلی ہے تمہاری۔" نیلوفر نے کہا۔ "مجھے خالہ جان سے تمہارے لئے اب بات کرنی پڑے گی۔"

"اپنے ایسے نصیب کہاں؟" عشرت نے بڑی سنجیدگی سے ایک ٹھنڈی سانس بھری حنا اس کی اداکاری پر بے اختیار ہنس پڑی۔

"آپ کو بڑے سرکار یاد کر رہے ہیں۔" نیلوفر کی ملازمہ نے کمرے میں داخل ہو کر حنا سے کہا۔ تو وہ نیلوفر سے اجازت لے کر اس کے ساتھ ہو لی۔ عشرت بھی ساتھ ساتھ تھی۔

"تم واقعی بہت چرب زبان ہوتی جا رہی ہو۔" حنا نے عشرت سے کہا۔

"تنہائی کا احساس مٹانے کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"اتنی بے صبری بھی اچھی نہیں ہوتی۔"

"صبر کرتے کرتے تو عمر ہونے کو آ گئی۔ اب بھی اگر صبر کرتی رہی تو پھر تھوڑے بہت امکانات جو پیدا ہو چلے ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔"

"کیا مطلب؟" حنا چونکی۔ "کیا خالہ جان نے کہیں سلسلہ شروع کر رکھا ہے؟"

"ایک دو جگہ ہو تو بتاؤں۔" عشرت نے بے باکی سے جواب دیا۔ "یہاں تو ایک انار سو بیمار والا معاملہ ہے۔ صبح سے شام تک رشتوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔"

"اف فوہ رے تیری خوبصورتی .... بہت زیادہ غلط فہمی ہو گئی ہے تمہیں اپنے بارے میں۔" حنا مسکراتے ہوئے بولی۔

"قسمت ہے اپنی اپنی .... آپ کیوں جل رہی ہیں؟"

"کیا کہا' میں اور تم سے جلوں گی۔" حنا نے اس زور سے چٹکی بھری کہ عشرت تلملا کر رہ گئی۔

پھر جب دونوں ہنستی بولتی ڈاکٹر اخلاق احمد کے کمرے میں داخل ہوئیں تو حنا دروازے پر ہی ٹھٹک کر رک گئی۔ سب سے پہلے اس کی نگاہوں کا تصادم جس سے ہوا وہ منصور غزالی تھا۔

منصور غزالی

جس نے رات اس کی مدد کی تھی۔

جس نے حنا کے بارے میں خود اسی سے بہت سارے سوالات کئے تھے۔ وہی منصور غزالی اس وقت ڈاکٹر اخلاق احمد اور حُسن آراء بیگم کے درمیان بیٹھا حنا کو شریر نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

حنا جھلا کر رہ گئی اسے منصور غزالی کی موجودگی بہت گراں گزری تھی۔ اس لئے نہیں کہ وہ یہاں کیوں موجود تھا بلکہ اس لئے کہ اگر وہ اخلاق احمد کے واقف کاروں میں سے تھا تو پھر اس نے حنا سے اس بات کو راز رکھنے کی کوشش کیوں کی تھی۔ غیر ضروری سوالات کیوں کئے تھے' کیا محض اس لئے کہ وہ اس پر احسان جتانے کا خواہش مند تھا؟

"آؤ بیٹی! تم رک کیوں گئیں؟" حُسن آراء بیگم نے حنا کو مخاطب کیا تو وہ مجبوراً قدم بڑھانے پر آمادہ ہو گئی۔

ڈاکٹر اخلاق احمد اور حُسن آراء بیگم کو سلام کر کے وہ ان کے برابر ہی ایک خالی صوفے پر بیٹھ گئی۔ عشرت دروازے ہی سے واپس لوٹ گئی تھی۔ اسے شاید کوئی کام یاد آ گیا تھا۔

"ان سے ملو حنا بیٹی!" رسمی گفتگو کے بعد اخلاق احمد نے حنا سے کہا۔ "یہ میرے ایک عزیز دوست کے فرزند ہیں اور ابھی حال ہی میں بیرونی ممالک سے واپس لوٹے ہیں۔ تمہارے والد بھی واقف ہیں۔"

"خاکسار کو منصور غزالی کہتے ہیں۔" منصور نے سنجیدگی سے کہا۔

حنا نے اسے کنکھیوں سے دیکھا۔ منصور کی سنجیدگی کے اندر بھی اسے پُرشوخ تبسم نظر آیا تھا۔

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"منصور میاں! تمہارا قیام آج کل کہاں ہے؟" اخلاق احمد نے پوچھا۔ "میرا مطلب ہے کہ اگر تم رسول پور ہی میں ہو تو پھر غیریت نہیں چلے گی۔ تمہارا اپنا گھر ہے جب چاہو یہاں آ جاؤ"

"جب چاہو کی بھی ایک ہی رہی۔" حُسن آراء بیگم بولیں۔ "یہ کیوں نہیں کہتے کہ ابھی جا کر سامان لے آؤ۔"

"ایک ہی بات ہے بیگم۔" اخلاق احمد مسکرائے۔

"واہ ایک ہی بات کیسے ہے؟ یہ تو وہی بات ہوئی کہ اس گھر کو اپنا سمجھو لیکن آنا نہ آنا تمہارے اختیار میں ہے۔"

"چلو یونہی سہی لیکن فرق کیا پڑتا ہے اور پھر منصور میاں کوئی غیر بھی نہیں ہیں جو میری بات کا مطلب نہ سمجھ سکیں۔"

"نہ سہی غیر لیکن مروت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔" حُسن آراء بیگم نے شوہر کو قائل کرنا چاہا۔ پھر براہ راست منصور سے مخاطب ہو کر بولیں۔ "ان کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرنا۔ یہ تو ہمیشہ سے بات گھما پھرا کر کرنے کے عادی ہیں۔ رہا تمہارے قیام کا مسئلہ تو یہ ناممکن ہے کہ تم رسول پور میں کسی اور جگہ رہو بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ تم اسی وقت جا کر اپنا سامان اٹھا لاؤ۔"

"بھئی یہ سامان اٹھانے کی بھی خوب کہی۔" اخلاق احمد مسکرائے۔ "اگر تم کو منصور کا اتنا ہی خیال ہے تو ان سے پتہ معلوم کر کے کسی ملازم کو بھیج دو' سامان اٹھا لائے گا۔"

"ہاں یہ زیادہ مناسب ہے۔ میں ابھی ملازم کو کہے دیتی ہوں۔"

"میں اس ذرہ نوازی کے لئے بے حد مشکور ہوں لیکن ابھی کچھ دنوں کے لئے میرا ارادہ احمد نگر رہنے کا ہے۔" منصور نے حنا کو چور نظروں سے دیکھتے ہوئے حُسن آراء بیگم سے کہا۔ "یہ وعدہ رہا کہ رسول پور آنے پر آپ ہی کے ہاں قیام کروں گا۔"

"احمد نگر میں کس کے ہاں ٹھہرے ہو؟" اخلاق احمد نے دریافت کیا۔

"اپنے ایک دیرینہ دوست کے ہاں۔"

"کیوں؟" حُسن آراء بیگم نے پہلو بدل کر پوچھا۔ "کیا بھائی ریاض الدین سے نہیں ملے؟"

"ابھی اس کا موقع نہیں ملا۔ پرسوں تو واپس آیا ہوں سفر کی تکان کی وجہ سے کہیں نہیں نکلا۔ کل شام اختر کی شادی کا علم ہوا تو ادھر چلا آیا۔"

"شیخ صاحب سے پہلی فرصت میں مل لینا۔" اخلاق احمد بولے۔ "انہیں اگر علم ہو گیا کہ تم کہیں اور ٹھہرے ہو تو وہ برا مانیں گے۔"

"بہتر ہے۔"

حنا بار بار کنکھیوں سے منصور غزالی کو دیکھ رہی تھی۔ ہلکے آسمانی رنگ کے سوٹ میں وہ اس وقت بہت اسمارٹ لگ رہا تھا۔ چہرے کی کھلتی ہوئی آسمانی رنگت اور پیشانی پر بکھرے ہوئے گھونگھر والے بال بہت پیارے معلوم ہو رہے تھے۔ گفتگو کرنے کا انداز بھی مدبرانہ تھا لیکن حنا اس کے حُسن صورت کے بجائے حُسنِ سیرت پر غور کر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں بار بار ایک ہی سوال گونج رہا تھا۔

جب منصور اس کے والد سے واقف تھا تو اسے چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟

"اب تو مستقل یہاں رہنے کا ارادہ ہو گا یا پھر چلے جاؤ گے؟" حُسن آراء بیگم نے پوچھا۔

"فی الحال کچھ طے نہیں کر سکا۔ اگر حالات سازگار رہے تو ممکن ہے واپس نہ جاؤں۔"

"میری مانو تو اب باہر جانے کا ارادہ ترک ہی کر دو۔ یہیں کوئی کاروبار شروع کیوں نہیں کر دیتے؟"

"میرا اپنا ارادہ بھی یہی ہے۔ آگے جو خدا کو منظور ہو۔" منصور نے بڑی سعادتمندی سے کہا پھر حنا کو دیکھتے ہوئے بولے۔ "آپ نے حنا صاحبہ کا مکمل تعارف

نہیں کرایا۔"

"تعجب ہے۔" اخلاق احمد بولے۔ "ارے بھائی یہ اپنے بھائی شیخ ریاض الدین کی نورِ نظر ہیں۔ میرا خیال تھا کہ تم جانتے ہو گے۔"

"کچھ خیال تو آ رہا ہے کہ میں انہیں پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔" منصور نے حنا کو گھورتے ہوئے بڑے لطیف انداز میں کہا۔

حنا نے نظریں اٹھا کر منصور کو دیکھا پھر ہونٹ چبا کر رہ گئی۔ منصور کی دیدہ دانستہ سادہ لوحی کے مظاہرے پر اسے شدید غصہ آیا تھا۔ جب تعلقات اتنے قریبی نکل آئے تھے تو گزشتہ شام کی ملاقات کا واقعہ بھی بتا سکتا تھا۔ آخر وہ ہر بات کو چھپانے کا عادی کیوں تھا۔

ٹھیک اسی وقت دروازے پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ حنا نے پلٹ کر دیکھا تو نیلوفر کے شوہر بیرسٹر اختر آ رہے تھے۔

منصور غزالی اور اختر بڑی گرمجوشی سے ایک دوسرے سے ملے پھر پرانی باتوں کا سلسلہ نکل آیا۔ حنا چپ چاپ بیٹھی ان کی گفتگو سن رہی تھی۔ معاً اختر نے اس کی طرف دیکھا پھر بولے۔

"معاف کرنا حنا! میں نے تو تمہیں دیکھا ہی نہیں تھا۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے دیکھ تو لیا۔ ورنہ میں یہ سمجھ رہی تھی کہ شاید جان بوجھ کر نظرانداز کر رہے ہیں۔" حنا نے مسکرا کر جواب دیا۔

اختر چونکہ صرف نیلوفر سے منسوب نہیں تھا بلکہ اخلاق احمد کے قریبی عزیزوں میں سے تھا اس لئے حنا اس سے خاصی بے تکلف تھی۔

"بڑا اچھا جملہ چست کیا ہے۔" اخلاق احمد اس کے جواب پر مسکرا کر بولے۔

"کیوں بھئی اختر میاں ہے کوئی جواب؟"

"جی نہیں' میں تو انہیں دیکھتے ہی لاجواب ہو گیا تھا۔"

"کچھ دنوں بعد شاید اپنا پتہ بھی نہ یاد رہے گا۔" حنا نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"کب آئیں احمد نگر سے؟" اختر نے جلدی سے بات ٹال دی۔ ساس سسر کے سامنے وہ حنا سے زیادہ مذاق نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کل شام آئی ہوں۔"

"ارے ہاں۔" حُسن آراء بیگم نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھے بتایا تھا کہ اگر کسی بھلے آدمی نے لفٹ نہ دی ہوتی تو خدا جانے کب تک بارش میں پھنسی رہتیں۔"

جی ہاں۔" حنا نے ایک بار پھر کنکھیوں سے منصور کو دیکھ کر جواب دیا۔

"کچھ اتا پتہ بھی پوچھا تھا اس کا۔ میرا مقصد ہے کہ اسے کسی وقت چائے پر بلا لیتے۔" حسن آراء بیگم بولیں۔ "بے چارہ نہ جانے کیا خیال کرتا ہوگا کہ کیسے لوگ ہیں۔ تم نے اس کا شکریہ تو ادا کر دیا ہوگا۔"

"جی نہیں' میں جلدی میں تھی اس لئے کچھ بھی نہ کہہ سکی۔"

"بڑی زیادتی کی تم نے حنا!" اختر نے کہا۔ "نام ہی پوچھ لیا ہوتا۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ حنا صاحبہ نے اچھا ہی کیا جو اس کا نام اور پتہ دریافت نہیں کیا۔" منصور نے زیر لب مسکراتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "ہر کس و ناکس سے بے تکلفی اچھی بھی نہیں ہوتی۔"

"پھر بھی اس کا شکریہ ادا کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔" حسن آراء بیگم بولیں۔

"اس کے لئے تو ہمیں کسی ایسے موقعوں کا انتظار کرنا ہوگا جب ان کی گاڑی پھر کہیں پھنس جائے۔" اختر نے چوٹ کی۔

"اے خدا نہ کرے' ایسی بری فال کیوں نکالتے ہو منہ سے؟" حسن آراء بیگم نے جلدی سے کہا۔ "میں تو ابھی حنا پر سے صدقہ اترواؤں گی۔ خدانخواستہ کوئی اونچ نیچ ہو جاتی تو کیا ہوتا؟"

"اونچ نیچ کی کیا بات ہے۔" اخلاق احمد بولے۔ "اپنی حنا کوئی ایسی بچہ بھی نہیں ہے کہ کوئی نوالہ بنا کر ہڑپ کر جاتا۔"

"اے بس چپ بیٹھے رہو۔ برا وقت آتے دیر نہیں لگتی۔"

"تمہاری گاڑی کا کیا بنا؟" اختر نے حنا سے پوچھا۔ "اس کو لانے کا بھی کوئی بندوبست کیا یا نہیں؟"

"یہی سوچ رہی تھی کہ کسے بھیجوں۔" حنا نے جواب دیا۔

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے میں ابھی اپنے شوفر کو روانہ کئے دیتا ہوں۔" اخلاق احمد بولے۔ پھر انھوں نے ڈرائیور کو بلا کر ضروری ہدایت کر دی۔

"حنا صاحبہ! کیا آپ اپنے محسن کو دوبارہ دیکھنے پر شناخت کر سکتی ہیں؟" منصور نے سوال کیا تو حنا چونک اٹھی۔

خشمگیں نظروں سے اس نے منصور کو دیکھا۔ پھر قدرے تیکھے لہجے میں بولی۔ "میں آپ کے اس سوال کا مطلب نہیں سمجھی۔"

"میرا مقصد ہے کہ اگر رات والے شریف آدمی کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے تو یہ کسی دوسری ملاقات میں بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"اُجلے کپڑوں میں نظر آنے والا ہر شخص شریف نہیں ہوا کرتا۔" حنا نے اس بار قدرے تلخی سے کہا۔

"بہرحال تم اس کے احسان کو فراموش بھی نہیں کر سکتیں۔" اختر بولے۔

"میرا بھی یہی مشورہ ہے بیٹی کہ اگر وہ تم کو دوبارہ کہیں نظر آ جائے تو اس کا شکریہ ضرور ادا کر دینا۔" حسن آرا بیگم نے کہا۔ "منصور میاں کی تجویز معقول ہے۔"

"حالات پر منحصر ہے۔" حنا نے دبی زبان میں جواب دیا۔

منصور اپنی جگہ بیٹھا بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا اور حنا کو نہ جانے کیوں اس کی مسکراہٹ گراں گزر رہی تھی۔ اگر عام حالات میں وہ اس کے سامنے آیا ہوتا تو ممکن تھا وہ دل ہی دل میں اس کے مردانہ وقار' اس کے گفتگو کرنے کے انداز کو ضرور پسند کر لیتی مگر موجودہ حالات کے پیشِ نظر اسے منصور سے چڑ سی ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک ان کے درمیان اسی مسئلہ پر گفتگو ہوتی رہی پھر اخلاق احمد کسی ضروری کام سے اُٹھ کر باہر چلے گئے۔ حسن آراء بیگم بھی جب کچھ دیر بعد اٹھیں تو حنا بھی ان کے ساتھ ہو لی۔

جاتے وقت بھی اس نے نہ جانے کس جذبے کے تحت کنکھیوں سے منصور کی طرف دیکھا۔ منصور کی مسکراتی ہوئی نگاہیں اسی پر جمی ہوئی تھیں۔ نگاہوں کا تصادم ہوا تو حنا مزید جھلا گئی۔ اس نے جلدی سے نظریں جھکا لیں اور تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی۔

☆======☆======☆

شام گزری تو قصرِ اخلاق کا گوشہ گوشہ ایک بار پھر برقی قمقموں سے جگمگا اٹھا۔

اختر کی طرف سے آج ولیمہ کی دعوت کا اہتمام تھا۔ صبح ہی سے بھاگ دوڑ مچی ہوئی تھی۔ قسم قسم کی دیگیں تیار کی جا رہی تھیں۔ گھر کے ملازمین کے علاوہ کرائے کے بیرے بھی پھرکی کی طرح ناچتے پھر رہے تھے۔

مردانہ کا انتظام آج بیرونی احاطے میں تھا جہاں خوبصورت شامیانے لگے ہوئے تھے۔

شام ہوئی تو مہمانوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ عشرت اور حنا کے ذمہ مہمانوں کا استقبال کرنا تھا۔ اس لئے وہ دونوں بہت زیادہ مصروف تھیں۔ انہی ہنگاموں کے درمیان

ایک دو بار حنا کا اور منصور کا سامنا بھی ہوا لیکن حنا بڑی خوبصورتی سے اسے ٹال گئی۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ منصور اس سے کچھ کہنے کے لئے بے چین ہیں۔ مگر حنا نے اسے اتنا موقع ہی نہیں دیا۔ ایک دفعہ تو ایسا بھی ہوا کہ دونوں راہداری میں آمنے سامنے آ گئے لیکن حنا نے کمالِ خوبصورتی سے اسے نظرانداز کر دیا۔ منصور اسے دیکھ کر رک گیا تھا لیکن شاید وہ حنا کو روکنے کی ہمت نہ کر سکا اور حنا اس کے برابر سے ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ کترا کر صاف نکل گئی۔

رات گئے جب کھانے کا دور ختم ہوا تو نیلوفر کے منہ دکھائی کی رسم شروع ہوئی۔ مہمان خواتین نے حسب حیثیت نیلوفر کو تحفے تحائف سے نوازا۔ حنا نے اپنی ماں کی طرف سے اسے ہیروں کا ایک طلائی سیٹ پیش کیا جو شیخ ریاض الدین نے چلتے وقت اسے دیا تھا۔ عشرت نے اپنی طرف سے بنارسی ساڑھی اور بلاؤز کا قیمتی کپڑا دیا تھا۔

نیلوفر کی سسرال کی طرف سے آنے والی مہمان خواتین نے بھی دل کھول کر اپنے ارمان نکالے اور ایک سے ایک اعلیٰ اور قیمتی تحفے دیئے لیکن آخر میں نیلوفر کی ایک سہیلی نے اسے پلاسٹک کا ایک بوا پیش کیا تو سب ہی بے اختیار ہنس پڑے' وہ لڑکی بھی زیر لب مسکرا رہی تھی جس نے تحفہ کا بنڈل عین نیلوفر کی گود میں رکھ کر اس کی نقاب کشائی کی تھی۔ خاصی قبول صورت اور بیباک قسم کی لڑکی تھی۔ طور طریقے سے انتہائی ماڈرن لگ رہی تھی۔ چست شلوار سوٹ میں اس کے جسمانی نشیب و فراز بہت واضح طور پر نظر آ رہے تھے۔ چہرے پر میک اپ کی دبیز تہیں موجود تھیں۔

حنا نے اسے غور سے دیکھا تو وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی کہ وہ اسے پہلے بھی کہیں دیکھ چکی ہے۔ چہرہ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔ وہ سوچ میں گم ہو گئی۔

موقع پا کر اس نے عشرت سے پوچھا۔

"یہ محترمہ کون ہیں جنھوں نے مستقبل کا تحفہ حال ہی میں پیش کیا ہے۔"

"تعجب ہے کہ آپ انھیں نہیں جانتیں۔"

"میرا خیال ہے کہ پہلے کہیں دیکھ چکی ہوں۔"

"احمد نگر ہی میں رہتی ہیں۔" عشرت بولی۔ "آپ نے یقیناً دیکھا ہو گا۔"

"نام کیا ہے؟"

"فرزانہ .... احمد نگر کے سول سرجن کرنل احسان کی لڑکی ہے۔"

"بہت زیادہ ماڈرن معلوم ہوتی ہے۔"

"بلا کی ذہین اور شوخ بھی ہے۔ کیا خیال ہے باجی! تعارف کرا دوں؟ آپ کا وقت بڑا شاندار گزرا کرے گا۔"

"باز آئی میں ایسے وقت گزارنے سے۔" حنا نے جواب دیا۔ "مجھے تو اس کا لباس دیکھ کر ہی وحشت ہو رہی ہے۔ کپڑے جیسے جسم پر رکھ کر ہی سلوائے گئے ہیں۔"

"فیشن پرستی اسی کو کہتے ہیں۔" عشرت مسکرا دی۔

"لعنت ہے ایسے فیشن پر جو ہم سے ہماری تہذیب بھی چھین لے۔" حنا نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ پھر دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئی۔

مہمانوں کی واپسی شروع ہوئی تو رات کے بارہ بج گئے۔ حنا تھکن سے چُور ہو رہی تھی۔ اس لئے اپنے کمرے میں آئی اور کپڑے تبدیل کئے بغیر ہی لیٹ کر سو گئی۔

صبح آپا نے اسے جگایا تو اس نے اٹھ کر جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا' کپڑے تبدیل کئے ناشتہ کیا پھر حسن آراء بیگم کے ساتھ مل کر کام میں ہاتھ بٹانے لگی۔ عشرت ملازموں کے ساتھ مل کر جھاڑ پونچھ میں مصروف تھی۔ دو روز کے ہنگاموں نے گھر کی حالت کو کباڑ خانے میں تبدیل کر دیا تھا۔

"ابھی تو تم کچھ دن رہو گی یہاں۔" حسن آراء بیگم نے حنا سے پوچھا۔

"دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ کچھ دن اور رہ جاؤں لیکن امی جان کی علالت کی وجہ سے فکر مند ہوں۔"

"یہی مجبوری ہے جو میں نے اصرار نہیں کیا ورنہ ضرور روک لیتی۔" حسن آراء بیگم بولیں۔ "واپسی کا ارادہ کب تک ہے؟"

"اگر آپ کو ناگوار نہ ہو تو آج شام ہی چلی جاؤں۔"

"اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ ویسے شام کو تو میں تمہیں ہرگز نہ جانے دوں گی۔ اگر جانا ہے تو کل صبح چلی جانا۔ منصور میاں کا ساتھ بھی ہو جائے گا۔"

"کیا شوفر میری گاڑی لے آیا ہے؟" حنا نے بات بنانی چاہی۔

"ہاں .... معمولی سی خرابی تھی کوئی جو کل ہی دور کرا دی گئی۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں اس بار عشرت کو بھی اپنے ساتھ لیتی جاؤں۔ ہفتہ عشرہ رہ کر واپس آ جائے گی۔"

"ان کے والد سے پوچھوں گی۔" حسن آراء بیگم نے کہا۔ "جب سے بیوی کا انتقال ہوا ہے ان کی طبیعت میں چڑچڑا پن آ گیا ہے۔ عشرت کو بہت زیادہ چاہتے ہیں ایک لمحے کی

جدائی بھی انہیں گوارا نہیں ہوتی۔"

"اسی لئے تو میں نے آپ سے اجازت طلب کی تھی۔"

"تمہارے چچا جان سے کہوں گی کہ کسی وقت وہ عشرت کو اجازت دلوا دیں۔"

"کچھ دنوں کے لئے آپ لوگ بھی آ جایئے۔ امی جان بہت یاد کرتی ہیں۔ ان کا دل بھی بہل جائے گا۔"

"ضرور آؤں گی۔ میرا دل تو ہر وقت ہی آمنہ میں لگا رہتا ہے۔ اللہ اس کو تندرست کرے اور بھائی صاحب کو چین نصیب کرے۔"

حنا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ماں کے تذکرے نے ایک لمحے کے لئے اسے اداس کر دیا لیکن پھر جلد ہی وہ کام میں مصروف ہو کر اپنا غم غلط کرنے میں وقتی طور پر کامیاب ہو گئی۔

"میں منصور میاں سے کہہ دوں گی کہ وہ کل صبح تمہارے ساتھ ہی روانہ ہوں۔ راستے میں اگر خدانخواستہ تمہاری گاڑی پھر خراب ہو جائے تو گھر کا ایک آدمی تو ساتھ ہو گا۔"

"اس زحمت کی کیا ضرورت ہے؟" حنا بولی۔ "اس روز تو ایک اتفاقیہ بات تھی کہ بارش شروع ہو گئی اور انجن میں پانی آ جانے کی وجہ سے پریشانی ہوئی۔"

"پھر بھی حرج ہی کیا ہے؟" حسن آراء بیگم نے کہا۔ "منصور میاں کون سا بھلا تمہاری گاڑی میں جائیں گے۔ ان کی اپنی جیپ ہے۔ اگر ساتھ ساتھ چلے گئے تو زیادہ مناسب رہے گا۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔" حنا مزید انکار نہ کر سکی۔ کچھ دیر تک وہ منصور کے بارے میں سوچتی رہی پھر اس نے دبی زبان میں پوچھا۔

"یہ منصور صاحب کون ہیں؟"

"بہت بڑے باپ کا بیٹا ہے۔" حسن آراء بیگم ٹھنڈی سانس لے کر بولیں۔

"لیکن اب سوائے خدا کے کوئی دوسرا نہیں جو محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر سکے۔"

"جی۔" حنا یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔ "کیا ان کے والدین کا انتقال ہو چکا ہے؟"

"ہاں! ماں بیچاری تو اس وقت مر گئی تھی جب منصور گیارہویں جماعت میں تھا۔ اس کے بعد باپ نے بھی دو سال بعد ساتھ چھوڑ دیا۔ بیوی کی موت کا غم گھن بن کر اس کی

زندگی سے چمٹ گیا تھا جب تک زندہ رہے بیمار ہی رہے۔ بڑے بھلے لوگ تھے۔"

"منصور کے والد کا کیا نام تھا؟"

"قاضی بدر الحسن۔ اپنے زمانے کے بڑے جاگیرداروں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اتنی جائداد چھوڑی کہ اگر منصور میاں تمام زندگی دونوں ہاتھوں سے لٹاتے رہیں تو بھی ختم نہ ہو، حسن پور میں آج بھی ان کی طوطی بولتی ہے۔ بڑے نیک دل اور وضعدار قسم کے انسان تھے۔"

"منصور کیا کرتے ہیں؟" حنا بولی۔ "میرا مطلب ہے کہ جب باپ کی چھوڑی ہوئی جاگیر موجود ہے تو وہ اس کی دیکھ بھال کیوں نہیں کرتے؟"

"جاگیر کی دیکھ بھال ان کا کوئی منشی کرتا ہے۔" حسن آراء بیگم نے پان کی گلوری بنا کر منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔ "ایک بار تمہارے چچا جان نے بھی منصور میاں کو یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ جاگیر کی دیکھ بھال کا کام خود سنبھالے لیکن وہ ٹال گیا۔ میرا خیال ہے کہ وہاں جا کر اس کا غم تازہ ہو جاتا ہو گا۔"

"سیاحت کے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔"

"تمہیں کیسے علم ہوا؟"

"کل چچا جان ہی کہہ رہے تھے کہ وہ ابھی حال میں بیرون ممالک سے واپس لوٹے ہیں۔"

"مجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ باہر کیوں گیا تھا۔ میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ بیچارہ والدین کی شفقت سے محروم ہے۔ خدا اس کی قسمت اچھی کرے بڑا نیک اور سعید لڑکا ہے۔"

"کیا کوئی رشتہ دار وغیرہ بھی نہیں؟"

"نہیں۔ اگر کوئی ہے تو دور پرے کا ہو گا۔"

"یوں تنہا زندگی گزارنا بھی اچھا نہیں۔" حنا بولی پھر جلدی سے کہا۔ "میرا مطلب یہ تھا کہ اگر سر پر کسی بڑے کا سایہ نہ ہو تو انسان بگڑ جایا کرتا ہے۔"

"بزرگوں سے یہی سنتی آئی ہوں لیکن منصور کے معاملے میں اس بات کا قائل ہونا پڑتا ہے کہ اگر مرد اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرے تو بری صحبتوں سے اپنا دامن محفوظ رکھ سکتا ہے۔" حسن آراء بیگم نے منصور کی وکالت کرتے ہوئے جواب دیا۔ "اب منصور ہی کو لے لو خوبصورت ہے، جوان ہے اور لاکھوں کا مالک بھی مگر کیا مجال جو آج

تک اس کی برائی کی کوئی بھنک بھی ہمارے کانوں تک آئی ہو۔"

حنا نے مزید کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ منصور کے موجودہ حالات سن کر چند لمحات کے لئے الجھن میں پڑ گئی لیکن خیالات کا یہ تسلسل زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکا۔ آپا نے کمرے میں داخل ہو کر حسن آراء بیگم کو فرمائشی سلام کیا۔ پھر حنا سے بولی۔

"آپ کو بڑے صاحب یاد کر رہے ہیں۔"

"جاؤ سن آؤ بیٹی!" حسن آراء بیگم بولیں۔ "پان کو کہیں گے شاید۔ یہ موئی پان کی لت بھی میرے لئے عذاب بن گئی ہے۔"

حنا خاموشی سے اٹھی اور باہر آ گئی۔ آپا نے حسن آراء بیگم کے پاس بیٹھ کر پرانے قصے چھیڑ دیئے تھے۔

راہداری سے گزر کر جیسے ہی حنا نے اخلاق احمد کے کمرے میں قدم رکھا۔ ٹھٹک کر رک گئی۔ منصور اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"میں اس جسارت کی معافی چاہتا ہوں۔" اس نے حنا کو دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

"میں سمجھی نہیں آپ کا مطلب۔" حنا نے پوچھا۔ منصور کو اچانک اتنے قریب دیکھ کر اس کا دل دھڑک اٹھا تھا۔

"دراصل ابھی کچھ دیر پہلے میں چچا جان کے ساتھ بیٹھا تھا لیکن ان کے جانے کے بعد میں نے آپ کی آپا کو بلا کر غلط بیانی سے کام لیا اور اب.........." منصور کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

"اس غلط بیانی کی آخر کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟" حنا نے چبھتی نگاہوں سے منصور کو دیکھا جو بے حد سنجیدہ سنجیدہ سا نظر آ رہا تھا۔ چہرے کے تاثرات اس بات کی چغلی کھا رہے تھے کہ وہ حنا سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

"میرا خیال ہے کہ آپ مجھ سے کچھ ناراض ہیں۔" تھوڑے توقف کے بعد منصور نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میری ناراضگی کا اندازہ آپ نے کیسے لگا لیا۔"

"قیاس ہے میرا۔"

"کیا اس وقت آپ نے محض اسی لئے مجھے بلوایا ہے کہ اپنی قیافہ شناسی کی داد طلب کر سکیں؟" حنا تیکھے انداز میں بولی۔

"جی نہیں، میں آپ پر اپنی قابلیت نہیں جتانا چاہتا۔" منصور نے تیزی سے کہا۔

"مقصد صرف برہمی کی وجہ دریافت کرنا تھا۔"

"کیا وجہ معلوم کرنی اتنی ہی ضروری تھی کہ آپ نے آپا کے ساتھ غلط بیانی کر کے مجھے یہاں تک بلوا لیا۔"

"ممکن ہے آپ کی نظر میں میرا یہ اقدام قابلِ گردن زنی ہو لیکن میں اسے ضروری سمجھتا تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے آپ کی ناراضگی دور کر دی جائے۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ آپ نے میرے بارے میں غلط رائے قائم کی ہے تو؟" حنا نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"تو اسے میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔" منصور مسکرایا۔

"ہر انسان کو اپنے ذہن پر مکمل حق ہوتا ہے جو چاہے سوچتا پھرے۔" حنا طنز بھرے لہجے میں بولی۔ "ویسے اگر آپ برا نہ مانیں تو یہ بھی عرض کر دوں کہ مجھے آپ کا موجودہ اقدام بھی گراں گزرا ہے۔"

"یہ میری بدقسمتی ہے کہ میری جسارت جو سو فیصدی نیک نیتی پر مبنی تھی آپ کی مزید ناراضگی کا سبب بن گئی۔"

"آپ کو میری ناراضگی کا آخر اتنا خیال کیوں آ رہا ہے؟" حنا جھلا گئی۔

"اس لئے کہ میں آپ کے والد کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ ان کے میرے اوپر بہت سارے احسانات بھی ہیں اور ایسی صورت میں یہ میرا فرض ہے کہ اپنے محسن کی بیٹی کے ذہن سے وہ غلط فہمی دور کر دوں جو ایک خوبصورت سے اتفاقیہ حادثہ کی پیداوار ہے۔"

"میں ان باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتی۔" حنا بولی۔ "لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ آپ سے پہلی ملاقات نے میرے ذہن پر جو تاثر چھوڑا ہے وہ اچھا نہیں ہے۔"

"اسی غرض سے تو میں نے دوسری ملاقات کی سبیل نکالنے کے لئے دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔" منصور نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

"اپنی اپنی قوت فکر کی بات ہے مسٹر منصور!" حنا نے تلملا کر کہا۔ پھر اس سے پہلے کہ منصور کوئی بات کہتا وہ تیزی سے قدم اٹھاتی باہر آ گئی اور منصور تصویر حیرت بنا کھڑا اسے دیکھتا رہ گیا۔

دوسری صبح حنا حسن آراء بیگم سے اجازت لے کر احمد نگر آ گئی۔ عشرت کے والد نے چونکہ اخلاق احمد کے اصرار پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تھا اس لئے عشرت بھی اس کے ہمراہ تھی۔

☆======☆======☆

شیخ ریاض الدین کا شمار احمد نگر کے ان چند گنے چنے روٴسا میں ہوتا تھا جن کے پاس دولت کی ریل پیل تھی لیکن بے انداز دولت کے مالک ہونے کے باوجود ریاض الدین ایک نیک صفت اور ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے۔

احمد نگر آنے سے قبل وہ الہ آباد میں ہائی کورٹ کے جج تھے۔ یہ ان دنوں کی بات تھی کہ جب وہ جوان تھے اور مغربی تہذیب کے دلدادہ تھے۔ ہائی کورٹ کی ملازمت کے دوران انہوں نے لاکھوں کمائے اور لاکھوں اڑائے تھے۔ چونکہ ملنساری کی عادت تھی اس لئے دوستوں کا جمگھٹا ہر وقت ان کی دہلیز پر جمع رہتا تھا۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم رہتیں۔ سیر و شکار کے دلدادہ تھے۔ اس لئے اکثر کئی کئی دنوں تک گھر سے غیر حاضر رہتے تھے لیکن آمنہ خاتون نے کبھی ان کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش نہیں کی۔ ایک مشرقی خاتون ہونے کی حیثیت سے وہ ہمیشہ شوہر کی دلجوئی اور ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھتی تھیں۔

شوہر کے رتبے کو چونکہ مجازی خدا سمجھتی تھیں اس لئے اگر کبھی کوئی ملنے جلنے والیاں ان کے شوہر کے بارے میں کچھ برا بھلا کہتیں بھی تو وہ ہنس کر ٹال جایا کرتی تھیں۔

بذاتِ خود بھی آمنہ خاتون ایک کھاتے پیتے گھرانے کی چشم و چراغ تھیں لیکن یہ احساس بھی کبھی شوہر پرستی کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکا۔ یہ بات بھی نہیں تھی کہ وہ شوہر کی بیرونی مصروفیات کی اصلیت سے ناواقف رہی ہوں۔ انہیں شوہر کی تمام باتوں کا علم تھا۔ مگر انہوں نے کبھی اُف تک نہ کی۔ حرفِ شکایت کبھی زبان تک نہ آیا۔ بلکہ اس کے برعکس ہر ہر طریقے سے شوہر کو خوش رکھنے کی کوشش کی اور یہی وجہ تھی کہ شیخ ریاض الدین بھی ان کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ باہر وہ جو جی میں آتا کرتے رہتے لیکن گھر کی چہار دیواری کے اندر ان کا رویہ کبھی بھی بیوی کے ساتھ ناروا نہیں رہا۔

آمنہ خاتون کے والدین نے ان کی تربیت بالکل مشرقی تہذیب کی بنیادوں پر رکھی تھی۔ اسی لئے شادی کے بعد بھی انہوں نے کبھی ایک وقت کی نماز قضا نہ کی اور جب بھی خدا کے حضور سر بسجود ہوئیں ہمیشہ شوہر کی سربلندی اور تابناک مستقبل کے لئے دعائیں مانگیں۔

بزرگوں کا قول ہے کہ بارہ سال کے بعد گھورے کے دن بھی پھر جاتے ہیں۔ یہی کچھ آمنہ خاتون کے ساتھ بھی پیش آیا۔ حنا کی پیدائش کے بعد شیخ ریاض الدین کی مصروفیات رفتہ رفتہ کم ہوگئیں۔ شادی کے گیارہ سال بعد بڑی منتوں اور مرادوں کے بعد خدا نے ان کی شریک حیات کی گود ہری کی تھی۔ اس لئے ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ ہرچند کہ انہیں وقتی طور پر اس بات کا رنج ضرور ہوا تھا کہ اولاد نرینہ کیوں نہ ہوئی لیکن حنا کے معصوم اور خوبصورت وجود کے سامنے یہ وقتی احساس زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکا اور وہ سب کچھ بھول کر حنا کے وجود میں گم ہوتے چلے گئے۔

حنا کی پیدائش پر انہوں نے دل کھول کر روپیہ خرچ کیا جشن پر جشن منائے گئے۔ غربا میں کھانا تقسیم کیا گیا اور کئی دنوں تک صدقہ اور خیرات کا سلسلہ جاری رہا۔

آمنہ بیگم خوش تھیں کہ حنا کے وجود نے اس فاصلے کو مٹا ڈالا جو ان کے اور شوہر کے درمیان پیدا ہوتا جا رہا تھا۔

دوسری طرف شیخ ریاض الدین بھی شرمندہ شرمندہ سے تھے کہ انہوں خوشیوں کے گیارہ سال محض اس خیال کے پیش نظر گھر سے دور دور رہ کر گزار دیئے کہ آمنہ خاتون کبھی کسی اولاد کی ماں نہیں بن سکتیں۔ دوستوں نے اور قریبی ملنے جلنے والوں نے تو انہیں یہاں تک مشورہ دے ڈالا تھا کہ وہ آمنہ خاتون کو چھوڑ کر دوسری شادی کر لیں اور یہی وجہ تھی کہ شیخ ریاض الدین زیادہ تر گھر سے باہر رہتے لیکن کبھی بیوی کے سامنے دل کی بات زبان تک لانے کی ہمت نہ کر سکے آمنہ خاتون کی خدمات اور شوہر پرستی کے بے پناہ جذبے نے کبھی ان کو اتنا موقع ہی نہ دیا کہ وہ کچھ کہہ پاتے۔

اور اب............

جب کہ ان کی تمناؤں اور آرزوؤں کے چمن میں حنا بہار کے پہلے نو شگفتہ پھول کی طرح کھل اٹھی تو انہیں بیوی کے ساتھ اپنے سابقہ سلوک پر بڑی شدت کے ساتھ افسوس کا احساس ہوا اور اسی احساس کو ختم کرنے کے لئے اور اپنے سابقہ رویے کی تلافی کی خاطر انہوں نے دوستوں اور واقف کاروں سے کنارہ کش ہو کر خود کو آمنہ خاتون اور حنا کے وجود تک محدود کر لیا۔

دن یونہی مہینوں اور سالوں میں گزرتے رہے اور پھر حالات نے ایک نیا پلٹا کھایا۔ شیخ ریاض الدین نے جج کی حیثیت سے ایک قتل کے مقدمے میں ملوث مجرم کو پھانسی کی سزا سنا دی۔ گواہوں کے بیانات اور پولیس کی طرف سے گزاری جانے والی شہادتیں سو فیصدی مجرم کو پھانسی کی سزا کا مستحق ثابت کر چکی تھیں چنانچہ شیخ صاحب نے فیصلہ لکھ کر اپنے دستخط کر دیئے۔ مگر مجرم کے پھانسی پا لینے کے بعد انہیں علم ہو گیا کہ وہ شخص بے

قصور تھا اور اصل مجرم کوئی اور تھا۔

ایک بے گناہ کی موت نے ان کے ذہن پر بہت اثر ڈالا۔ ان کا ضمیر انہیں ہر وقت ملامت کرتا رہتا۔ جب بھی وہ جج کی کرسی پر بیٹھتے' مرنے والے کا چہرہ ان کی نگاہوں کے سامنے گھوم جاتا اور وہ پریشان ہو جاتے اور پھر پریشانی اور احساس ندامت اس درجہ بڑھا کہ ایک روز انہوں نے آمنہ خاتون سے مشورہ کرنے کے بعد ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور الہ آباد چھوڑ کر احمد نگر آ گئے اور اپنا ذاتی کاروبار شروع کر دیا۔

قسمت مہربان تھی اس لئے وہ جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتے فائدہ ہی فائدہ ہوتا۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے شیخ ریاض الدین' احمد نگر کے رئیسوں میں شمار کئے جانے لگے لیکن اب وہ ذاتی طور پر بالکل ہی بدل چکے تھے۔ نماز روزہ کی بڑی سختی سے پابندی کرتے اور کبھی کوئی ایسا قدم نہ اٹھاتے جس سے ان کے ملازموں کو کوئی تکلیف پہنچنے کا امکان ہوتا پاس پڑوس میں رہنے والوں کے دکھ درد کو بھی اپنا دکھ درد سمجھ کر ان کی حتی الامکان مدد کرتے رہتے غرضیکہ اب مکمل طور پر ایک انسان بن چکے تھے۔

حنا کی پرورش بھی انہوں نے مشرقی ماحول میں کی تھی اور اسے اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔

آمنہ خاتون کی خدا کے حضور شکرانہ ادا کرتے کرتے زبان تھک جاتی۔ بدلے ہوئے حالات سے وہ ہر طرح مطمئن تھیں اور اب انہیں اگر کوئی فکر تھی تو وہ حنا کی شادی کی تھی۔ دو ایک بار انہوں نے دبی زبان میں شوہر کے سامنے جب اس ذکر کو چھیڑا تو وہ یہ کہہ کر ٹال گئے کہ ابھی حنا کے کھیلنے کودنے کے دن ہیں۔ اتنی جلدی کیا ہے جب وقت آئے گا خود بخود ہو جائے گی۔

لیکن ادھر چار پانچ مہینے سے آمنہ خاتون کا اصرار بڑھ گیا تھا اور اس کی وجہ بیماری تھی جو مسلسل ان کی جان کو لگ گئی تھی۔ شیخ ریاض الدین اس اچانک اُفتاد سے بہت زیادہ پریشان تھے۔ احمد نگر کے علاوہ دوسرے شہروں کے بڑے بڑے ڈاکٹروں کو بھی دکھایا گیا۔ سب نے ایک ہی تشخیص کی اور وہ تھی عارضۂ قلب جس نے شیخ ریاض الدین کی راتوں کی نیند اور دن کا چین اڑا کر رکھ دیا تھا۔

انہوں نے آمنہ خاتون کے ساتھ جو تلخیاں کی تھیں اس کا احساس روز بروز شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ آمنہ خاتون تمام زندگی بقید حیات رہیں اور وہ اپنی غلطیوں کا ازالہ کرتے رہیں۔

خود آمنہ خاتون بھی اب یہ محسوس کر رہی تھیں کہ ان کی زندگی پانی کے اس بلبلے سے مختلف نہیں ہے جسے ہوا کی ایک ٹھیس بھی ختم کر سکتی ہے اور اس خیال کے تحت ان کے دل میں یہ خواہش شدت اختیار کرتی جا رہی تھی کہ اپنی زندگی میں حنا کے ہاتھ پیلے کر دیں چنانچہ آج بھی جب شیخ ریاض الدین دن بھر کے تھکے ماندے گھر لوٹے اور ان کے کمرے میں جا کر بڑی محبت سے خیریت دریافت کی تو آمنہ خاتون کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"کیوں .... خیریت ہے؟" ریاض الدین نے پریشان ہو کر پوچھا۔ "کیا طبیعت پر کچھ گرانی محسوس ہو رہی ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر یہ آنسو کیسے؟"

"کچھ نہیں۔" آمنہ خاتون نے جلدی سے آنچل سے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔ "یونہی آنکھیں بھر آئی تھیں۔"

"میں نہیں مان سکتا' ضرور کوئی ایسی بات ہے جو تم مجھ سے چھپانا چاہ رہی ہو۔"

"میں اور آپ سے کوئی بات پوشیدہ رکھوں گی۔" آمنہ خاتون حیرت سے شوہر کی شکل دیکھتے ہوئے بولیں۔ "خدا مجھے اس دن کے لئے زندہ نہ رکھے جب میں آپ سے کسی بات کا پردہ رکھوں۔"

"کیسی بات کر رہی ہو بیگم!" ریاض الدین بے چین ہو کر بولے۔ "میں نے تو یہ بات محض اس لئے کہی ہے کہ تم جلدی سے مجھے صورت حال سے آگاہ کرو۔ ورنہ میں اور بھلا کسی قسم کا شبہہ کروں گا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں تھی۔" آمنہ خاتون شوہر کو پیار بھری نظروں سے دیکھ کر بولیں۔ "میں حنا کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"اتنی جلدی کیا ہے تم اچھی ہو جاؤ پھر دیکھا جائے گا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اچھے لڑکے آج کل کہاں ہیں۔ ابھی سے اگر کوشش نہ کی گئی تو خدا جانے میری تمنا پوری ہو گی بھی یا نہیں۔"

"دل چھوٹا کیوں کرتی ہو بیگم! خدا نے چاہا تو تم بہت جلد اچھی ہو جاؤ گی۔ میں ابھی کرنل احسن سے مل کر آ رہا ہوں۔ انہوں نے یقین دلایا ہے کہ بیماری زیادہ دن نہیں رہے گی۔" ریاض الدین نے کہا پھر زیر لب مسکراتے ہوئے بولے۔ "اب رہا حنا کا مسئلہ

تو خدا نے چاہا تو وہ بھی جلد طے پا جائے گا۔"

"کیا کوئی لڑکا ہے آپ کی نظر میں؟"

"ہاں۔ بڑا نیک اور سعید بچہ ہے۔ تم بھی سنو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔"

"کون ہے؟"

"ارے وہی' اپنا منصور۔"

"منصور.........." آمنہ خاتون نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "نام تو کچھ سنا ہوا لگتا ہے۔"

"تعجب ہے کہ تم منصور کو بھول گئیں۔ ارے بھئی کیا تمہیں وہ اپنے حسن پور والے قاضی بدرالحسن بھی یاد نہیں ہیں۔"

"ہاں' اب یاد آگیا۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "منصور انہی کے لڑکے کا نام تھا لیکن وہ تو کہیں باہر گیا ہوا تھا آپ کو کہاں سے مل گیا؟"

"کرنل صاحب کے یہاں مقیم ہے۔ آج ہی میری ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے کل اسے بلایا ہے۔"

"کیا وہ کرنل احسن کے رشتہ' عزیزداروں میں سے ہے؟"

"نہیں' بس دوستی ہے آپس میں۔" ریاض الدین نے کہا۔ "سوچتا ہوں اسے اپنے یہاں بلا لوں۔ بدرالحسن سے میرے تعلقات بالکل سگے بھائیوں جیسے تھے۔"

"اس میں سوچنے کی کیا بات ہے؟ منصور سے کہہ دیا ہوتا کہ سامان سمیت آ جائے۔"

"میں نے یہی سوچا تھا لیکن مصلحتاً ابھی ایسا نہیں کہا۔"

"مصلحت کیسی؟"

"ممکن ہے کرنل احسن برا منائیں دوسرے یہ کہ اگر میں نے منصور کو یہاں رکھا اور بعد میں حنا کے سلسلے میں کوئی سلسلہ جنبانی شروع ہوا تو دنیا والے طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔"

"دنیا والوں کا کیا ہے' وہ تو ویسے بھی کسی کو نہیں بخشتے۔" آمنہ خاتون نے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔ "میری مانئے تو آپ کل ہی منصور سے کہہ دیں کہ احمد نگر میں آپ کے ہوتے ہوئے وہ کسی اور کے یہاں ٹھہرے یہ ناممکن ہے۔ ویسے بھی اسے آپ کی اور قاضی صاحب کی دوستی کا علم ضرور ہو گا۔"

"علم کی بھی ایک ہی رہی .... ارے بھئی میں نے تو اسے گودوں میں کھلایا ہے۔ بہت زیادہ لحاظ کرتا ہے میرا۔"

"کچھ دھندلا دھندلا سا عکس ہے میرے ذہن میں بھی۔ آخری بار میں نے اسے اس وقت دیکھا تھا جب اس کی عمر چودہ پندرہ سال کی تھی۔"

"اب تو ماشاء اللہ بڑا خوبصورت جوان ہو گیا ہے۔" ریاض الدین نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "اپنی حنا کے لئے ہر اعتبار سے بے حد موزوں رہے گا۔ دیکھا بھالا لڑکا ہے اور پھر دولت مند بھی ہے۔"

"لڑکا اچھا ہے۔ یہی بات ہمارے لئے کافی ہے۔ دولت کا ہمیں کیا کرنا ہے' اللہ کا دیا سب کچھ موجود ہے۔"

"آنے دو اسے کل' میں موقع محل دیکھ کر بات کروں گا۔"

"کرتا کیا ہے؟"

"فی الحال کچھ بھی نہیں۔ میرے پوچھنے پر بتایا کہ کوئی کاروبار کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

"یہ بھی اچھا ہے۔ آپ اسے اپنے ساتھ ہی کاروبار میں شامل کر لیجئے۔ ایک ساتھ رہے گا تو حنا اور وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ بھال بھی لیں گے۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن پہلے تم ٹھیک ہو لو۔" ریاض الدین نے بیوی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "قسمت کی بات ہے یا پھر تمہاری دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ قدرت نے بیٹھے بٹھائے ہماری ایک بڑی مشکل آسان کر دی۔ اس نیک شگون پر اب بس تم بھی جلدی سے صحت یاب ہو جاؤ!"

"آپ خوش رہیں' آپ کی خوشی میں میری خوشی ہے۔"

"نہیں آمنہ!" ریاض الدین ٹھنڈی سانس بھر کر بولے۔ "میں تو اپنے آپ کو بہت گناہگار سمجھتا ہوں۔ مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ کچھ ناانصافیاں بھی کی ہیں۔ خدا مجھے معاف کرے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں!" آمنہ خاتون جلدی سے بولیں۔ "میں نے تو کبھی محسوس بھی نہیں کیا کہ آپ نے میرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو۔ دنیا کی تمام راحتیں خدا کے فضل و کرم سے میسر ہیں' پھر شکایت بھلا کیا ہو سکتی ہے۔"

"یہ تمہاری اعلیٰ ظرفی کا ثبوت ہے کہ ایسا سمجھتی ہو ورنہ من آنم کہ من دانم۔"

"ناشتہ کرلیا آپ نے؟" آمنہ خاتون نے بات ٹالنے کی خاطر پوچھا۔

شوہر کی آنکھوں میں نمی دیکھ کران کا دل تڑپ اٹھا۔ وہ جانتی تھیں کہ ریاض الدین اپنے سینے پر کون سی کوتاہیوں کا بار محسوس کر رہے ہیں لیکن اب جبکہ قسمت ان پر مہربان تھی وہ نہیں چاہتی تھیں کہ پرانی باتوں کو کریدا جائے مبادا کہ شوہر کو کسی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے۔

شیخ ریاض الدین کوئی بچہ نہیں تھے کہ بیوی کی بات کا مفہوم نہ سمجھ جاتے۔ زمانے کے نشیب و فراز اور سرد گرم سے بخوبی واقف تھے۔ آمنہ خاتون نے چائے کا پوچھ کر بات بنانی چاہی تو وہ مسکرائے۔

"تم واقعی بہت عظیم ہو آمنہ!"

"توبہ کیجئے، عظیم تو صرف خدا کی ذات ہے۔ بھلا میں کیا اور میری بساط کیا۔"

"ایک بات کہوں۔" ریاض الدین نے آج دل کا بوجھ اتار پھینکنے کا تہیہ کرلیا تھا۔

"کہئے۔"

"یوں نہیں۔ پہلے وعدہ کرو کہ جو کچھ میں کہوں گا تم اس سے انکار نہیں کرو گی۔"

"آپ کا کیا خیال ہے، کیا میں آپ کے کسی حکم سے سرتابی کر سکتی ہوں۔"

"میں نے کب کہا لیکن آج میں تم سے کچھ درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"درخواست اور مجھ سے۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "کیوں آپ میرے گناہوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔"

"نہیں آمنہ! آج تو تم کو میری ایک درخواست ماننی پڑے گی۔" ریاض الدین نے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اگر تم نے انکار کر دیا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔"

"بات کیا ہے آخر؟"

"ایسے نہیں، پہلے وعدہ کرو۔"

"اچھا وعدہ رہا۔"

جواب میں ریاض الدین نے بیوی کا ہاتھ تھام کر بڑے خلوص اور اعتماد کے ساتھ کہا۔

"آمنہ! میری ان کوتاہیوں کو معاف کر دو جو مجھ سے سرزد ہو چکی ہیں۔"

"مجھے کیا پتہ کہ آپ کن کوتاہیوں کا ذکر کر رہے ہیں۔" آمنہ خاتون نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ "پہلے ان کی وضاحت تو کریں۔"

"مذاق میں مت ٹالو آمنہ! تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔"

"میں اپنے وعدے سے منحرف نہیں ہوں گی لیکن ایک شرط میری بھی ہے۔"

"وہ کیا؟"

"آپ آئندہ کبھی پرانی باتوں کو زبان پر نہیں لائیں گے۔"

"وعدہ رہا، اب تو مجھے معاف کر دو۔"

"معاف کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میں خدا کو گواہ بنا کر صدق دل کے ساتھ کہتی ہوں کہ میں نے کبھی آپ کی بات کا برا نہیں مانا اور نہ ہی مجھے کسی بات کا ملال ہے۔"

"میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تمہارا دل میری طرف سے صاف ہے لیکن اگر اجازت دو تو یہ بھی کہہ دوں کہ میری کوتاہیوں کی پشت پر تمہاری کنجوسی بھی کارفرما تھی۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"حنا کی بات کر رہا ہوں۔" ریاض الدین مسکرا کر بولے۔ "اگر تم نے اولاد کی تمنا کے سلسلے میں میری خواہشات کا احترام جلدی کرلیا ہوتا تو.........."

"ہٹیے بھی۔" آمنہ خاتون کے چہرے پر شرم کی پرچھائیاں پھیل گئیں۔ "آپ تو کبھی کبھی سچ مچ بچوں کو بھی مات کر دیتے ہیں۔"

"تمہاری مرضی۔ مانو یا نہ مانو لیکن میں نے اس وقت کوئی غلط بات نہیں کہی تھی۔"

آمنہ خاتون نے جواب میں پھر کچھ کہنے کی کوشش کی مگر پھر چپ ہو گئیں۔

ملازم کو چائے کی ٹرے لاتا دیکھ کر ریاض الدین بھی بیوی کے پاس سے ہٹ کر آرام کرسی پر آ گئے۔

☆======☆======☆

اگلے دن منصور آیا تو آمنہ خاتون اور شیخ ریاض الدین نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ آمنہ خاتون نے خود اپنی نگرانی میں اس کے لئے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔ آؤ بھگت میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی۔

شوہر کا انتخاب انہیں بے حد پسند آیا تھا۔ پہلی ہی نظر میں انہوں نے اندازہ کرلیا کہ منصور حنا کے لئے ہر اعتبار سے مناسب اور موزوں رہے گا۔

کھانے کے بعد منصور نے جانے کی اجازت مانگی تو آمنہ خاتون نے اسے باتوں میں لگا لیا۔ حنا گھر پر نہیں تھی اس لئے وہ چاہتی تھیں کہ جب تک وہ نہ آ جائے منصور کو

رو کے رکھا جائے تاکہ حنا بھی دیکھ لے۔

کچھ دیر تک ریاض الدین منصور سے اس کے آئندہ پروگرام کے بارے میں پوچھتے رہے پھر آمنہ خاتون نے شوہر سے طے شدہ پروگرام کے تحت منصور کے قیام کا مسئلہ چھیڑ دیا۔

"احمد نگر آئے ہوئے تمہیں کتنے دن ہو گئے؟"

"دو چار ہی دن ہوئے ہوں گے۔" منصور نے بڑے ادب سے کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ تمہارا قیام احسن صاحب کے ہاں ہے۔"

"جی ہاں۔"

"تعجب ہے، منصور میاں! کہ تم ہم لوگوں کو غیر سمجھتے ہو۔" آمنہ خاتون پیار سے بولیں۔ "اول تو یہ کہ تم کو یہاں آئے چار دن گزر گئے اور تم نے اطلاع تک نہ دی اور دوسرے یہ کہ اپنا گھر ہوتے ہوئے دوسری جگہ ٹھہر گئے۔"

"مجھے زیادہ شرمندہ نہ کریں۔" منصور نے دبی زبان میں کہا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ مجھے آپ لوگوں کا پتہ نہیں تھا اس لئے احسن صاحب کے ہاں مقیم ہو گیا اور پھر کچھ حالات ایسے پیش آ گئے کہ میں.........."

"خیر .... خیر دیر آید درست آید۔" ریاض الدین بولے۔ "اب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ تمہارا اپنا گھر ہے جب چاہے سامان اٹھا لاؤ۔ بلکہ یہ کہ مجھے تمہارے یہاں قیام کرنے سے مسرت ہو گی۔"

"اگر بھائی بدرالحسن زندہ ہوتے تو وہ بھی تم سے یہی کہتے کہ ہم لوگوں کی موجودگی میں تمہارا کسی اور کے ہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔" آمنہ خاتون نے منصور پر اپنا حق جتاتے ہوئے کہا۔ "دنیا میں خونی رشتوں کے علاوہ انسانی قدریں بھی کوئی چیز ہوتی ہیں اور پھر تم کو اس بات کا علم بھی یقیناً ہو گا کہ تمہارے والدین اور ہمارے گھرانے میں کس قسم کے تعلقات رہ چکے ہیں۔"

"میں آپ لوگوں کے حکم سے انکار نہیں کر سکتا لیکن دو چار روز کی مہلت اگر اور مل جائے تو اچھا ہے۔" منصور نے کہا۔

"کیوں .... دو چار روز کی مہلت تمہیں کیوں درکار ہے؟" آمنہ خاتون نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اگر فوری طور پر میں نے اسباب اٹھانے کی کوشش کی تو احسن

صاحب کو ناگوار گزرے گا۔ انہیں بھی میں اپنا محسن سمجھتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ دو چار روز بعد ہی سہی لیکن یہ طے شدہ امر ہے کہ تمہارا قیام احمد نگر میں میرے ہاں رہے گا۔" ریاض الدین صاحب نے اپنا فیصلہ صادر فرما دیا۔

"میں آج ہی تمہارے لئے مشرقی حصے والے دو کمرے ٹھیک کرائے دیتی ہوں۔ اس کا راستہ بھی بالکل الگ تھلگ ہے۔ تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ جب چاہے آؤ جب چاہے جاؤ۔" آمنہ خاتون نے کہا۔ پھر سوچ کر بولیں۔ "ویسے تو پورا گھر تمہارا ہے لیکن دو کمروں والی بات میں نے خاص طور پر اس لئے کہی ہے کہ تمہارے دوست احباب کو آنے جانے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔"

"میں آپ کی ان مہربانیوں کا شکر گزار ہوں۔"

"اے لو .... اس میں بھلا مہربانی کا کون سا پہلو نکل آیا۔ تم اپنے ہی بچے ہو کوئی غیر تو نہیں ہو جو مہربانی اور احسان کا سوال پیدا ہو۔"

منصور نے تشکرانہ نگاہوں سے آمنہ خاتون کو دیکھا پھر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

"منصور میاں! تم نے کل کہا تھا کہ اب تمہارا ارادہ کوئی کاروبار شروع کرنے کا ہے۔" ریاض الدین نے صوفے پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں! کچھ نہ کچھ تو بہرحال کرنا ہو گا۔"

"کیا کوئی کاروبار ہے ذہن میں؟"

"فی الحال میں نے کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا لیکن خیال ہے کہ اپنا کوئی چھوٹا موٹا پبلشنگ ہاؤس کھول لوں۔"

"گویا کتابیں اور رسالے چھاپنے کا ارادہ ہے۔"

"جی ہاں!"

"بہت مناسب خیال ہے۔" ریاض الدین بولے۔ "نیک کام میں دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں آج ہی اپنے مینجر سے کہتا ہوں کہ وہ کوئی مناسب جگہ تلاش کرے تاکہ آفس قائم کیا جا سکے۔"

"مفت میں زحمت ہو گی آپ کو۔" منصور نے کہا۔ "احسن صاحب نے دو چار بروکروں کو پہلے ہی اس کام پر تعینات کر رکھا ہے۔ اگر آپ بزرگوں کی دعائیں شامل حال رہیں تو ایک آدھ روز میں کوئی مناسب جگہ مل جائے گی۔ اس کے بعد رسالے کے ڈکلریشن کا مسئلہ رہ جائے گا۔"

"یہ ڈکلریشن بھلا کون دیتا ہے؟"

"کمشنر صاحب۔"

"پھر کوئی مسئلہ نہیں رہ جاتا۔ کمشنر صاحب سے میری خاصی یاداللہ ہے۔ تم جب چاہو میرے ساتھ چلے چلو۔ ملاقات کرا دوں گا۔"

"اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔"

"ہو جانا کیا بات ہے۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "کمشنر صاحب کی بیگم اکثر و بیشتر میرے پاس بھی آتی رہتی ہیں۔ بیچاری بڑی نیک اور ملنسار خاتون ہیں۔ میں ان سے بھی کہہ سکتی ہوں۔ انہیں تو ہمیشہ اس بات کی شکایت رہتی ہے کہ ہم ان سے کوئی کام نہیں کہتے۔"

"پھر تو گویا میری سب سے بڑی مشکل آسان ہو جائے گی۔" منصور نے کہا۔ کچھ اور بھی کہنا چاہتے تھے لیکن سامنے والے دروازے پر پڑا پردہ ہٹا اور حنا عشرت کے ساتھ مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

منصور نے ایک نظر حنا پر ڈالی اور پھر مسکرا کر گردن جھکا لی۔ حنا کا عالم اس کے برعکس تھا۔ وہ عشرت کے ساتھ شاپنگ کر کے واپس آئی تھی۔ چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا لیکن جونہی اس کی نظر منصور پر پڑی اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے۔ فوری طور پر اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ واپس پلٹ جائے لیکن ایک تو عشرت کا ڈر تھا کہ وہ اگر معاملے کی تہہ تک پہنچ گئی تو پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جائے گی۔ دوسرے اسے اپنے والدین کا خیال بھی تھا اس لئے کہ یہ بات اسے ڈاکٹر اخلاق احمد اور حسن آراء بیگم کی زبانی بھی معلوم ہو چکی تھی کہ منصور کے گھرانے اور اس کے والدین کے درمیان بہت پرانے اور گہرے مراسم رہ چکے ہیں۔ ایسی صورت میں اس کی اچانک واپسی والدین کی ناگواری کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

ایک لمحے کے لئے اس نے دروازے پر رک کر منصور کو دیکھا پھر زبردستی ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتی ہوئی آگے بڑھی اور آمنہ خاتون کے برابر بیٹھ گئی۔ عشرت نے ریاض الدین کو جھک کر سلام کیا اور دوسری نشست سنبھال لی لیکن بیٹھتے وقت اس نے منصور پر اچٹتی ہوئی نظر ڈال کر اشاروں ہی اشاروں میں حنا سے اس کی تعریف بھی دریافت کی تھی۔ جواب میں حنا نے شانوں کو ذرا سا اچکا کر بڑی خوبصورتی سے اپنی لاعلمی کا اظہار کر دیا۔

"میرا خیال ہے اب لگے ہاتھوں منصور میاں کا امتحان ہو جائے۔" ریاض الدین بیوی

کی طرف دیکھ کر مسکرائے پھر منصور سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیوں بھائی منصور میاں کیا تم بتا سکتے ہو کہ ان دونوں میں سے میری بیٹی کون ہے؟"

جواب میں منصور نے بڑی سادگی سے نظریں اٹھا کر پہلے عشرت کو دیکھا۔ پھر حنا پر نظریں جما دیں۔ تھوڑی دیر تک اس کے سراپا کا جائزہ لیتا رہا پھر بڑے بھولے پن سے آمنہ خاتون کی طرف دیکھ کر بولا۔

"خالہ جان! کیا آپ میری کوئی مدد نہیں کریں گی؟"

"بالکل نہیں۔" ریاض الدین تیزی سے بولے۔ "امتحان کے معاملے میں کسی قسم کی اشارہ بازی نہیں چل سکتی۔"

آمنہ خاتون مسکرا کر رہ گئیں۔

حنا پہلے ہی سے سنجیدہ تھی۔ منصور کی سادہ لوحی پر اسے مزید جھلاہٹ ہو گئی۔ وہ یہی سمجھی تھی کہ منصور جان بوجھ کر انجان بن رہا ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو بڑی آسانی سے حنا کی طرف اشارہ کر سکتا تھا لیکن جس انداز میں اس نے اپنی سادگی اور بھولپن کا مظاہرہ کیا تھا وہ حنا کو حد درجہ ناگوار گزر تھا۔

آخر اسے خواہ مخواہ پیچیدگی پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی!

دوسری طرف منصور نے ایک بار پھر عشرت کو دیکھا اس کے بعد حنا کی طرف دیکھا اور بڑے دلآویز انداز میں مسکرا کر بولا۔

"اگر میں اپنی ہار تسلیم کر لوں تو زیادہ مناسب رہے گا۔"

"یہ بھی غلط طریقہ ہے۔" ریاض الدین نے کہا۔ "امتحان بہرحال امتحان ہے تمہاری سادہ لوحی ممتحن کو رام نہیں کر سکتی۔ نمبر اسی وقت ملے گا جب تم امتحان میں کامیاب ہو جاؤ!"

"کیوں آپ اس بیچارے کو پریشان کر رہے ہیں۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "بتا کیوں نہیں دیتے سیدھی طرح۔"

"میرا تو خیال تھا کہ آپ مجھے بڑی آسانی سے پہچان لیں گے۔" قبل اس کے کہ ریاض الدین جواب دیتے عشرت نے شرارت بھرے انداز میں منصور کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے آپ کی ذات پر شبہ ضرور تھا لیکن یقین نہیں ہو سکا۔" منصور نے زیر لب مسکراتے ہوئے عشرت کو جواب دیا۔

"اب کیا خیال ہے آپ کا؟"

"اب میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے خود کو جس امتحان میں ڈالا ہے اس کا حل آپ نہیں ہو سکتیں۔" منصور نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"اس یقین کی کوئی وجہ؟" عشرت نے پوچھا۔

"یقین کی وجہ میرا اعتماد ہے۔" منصور کنکھیوں سے حنا کی طرف دیکھ کر بولا۔ "ایک بار جو عکس یا نقش میرے ذہن پر محفوظ ہو جائے وہ حالات اور حادثات کے تحت دھندلا تو ضرور پڑ سکتا ہے لیکن مٹ کبھی نہیں سکتا۔"

منصور کے جواب پر حنا کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے چبھتی ہوئی نظروں سے منصور کو گھورا پھر جلدی سے نگاہیں پھیرلیں۔ منصور نے ڈھکے چھپے الفاظ میں جو بات اس سے کہنی چاہی تھی اس کا مفہوم بخوبی حنا کی سمجھ میں آ گیا لیکن تخاطب کے اس انداز پر بھی وہ منصور کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہ کر سکی۔ اسے تو ہمیشہ ایسے مردوں سے نفرت رہی تھی جو گھما پھرا کر گفتگو کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر آپ اتنی دیر سے پہیلیاں کیوں بجھوا رہے ہیں؟" عشرت نے کہا۔ "سیدھی طرح کیوں نہیں بتا دیتے۔"

"کیا اب بھی کسی جواب کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟" منصور نے دوبارہ حنا کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

حنا بدستور گردن جھکائے خاموش بیٹھی اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

ریاض الدین اور آمنہ خاتون چپ چاپ بیٹھے منصور اور عشرت کی گفتگو سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ منصور نے جب حنا کی طرف دیکھ کر آخری جملہ کہا تو ریاض الدین ہنس دیئے۔ اس کے بعد بڑی تفصیل کے ساتھ عشرت اور حنا سے منصور کا تعارف کرایا اور قاضی بدرالحسن سے اپنے دیرینہ تعلقات پر روشنی ڈالتے رہے۔

حنا کو جب اس بات کا علم ہوا کہ دو چار روز بعد منصور اپنے اسباب سمیت قصرِ آمنہ میں آ جائے گا تو اسے کچھ عجیب سی الجھن کا احساس ہوا لیکن وہ یہ سوچ کر خاموش ہو رہی کہ مکان کا مشرقی حصہ سب سے الگ تھلگ ہے اور ایسی صورت میں منصور کی رہائش اس کی آزادی کے درمیان کوئی خلل پیدا نہیں کر سکتی۔ مگر جب شیخ ریاض الدین نے یہ بتایا کہ منصور کسی پبلشنگ ہاؤس کی داغ بیل ڈال کر رسالے اور کتابیں چھاپنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ چپ نہ رہ سکی۔

"میرا مشورہ اگر قبول کیا جائے تو میں یہ کہوں گی کہ آپ تصنیف و تالیف کے کام کا ارادہ ترک کر کے کوئی اور بزنس کریں۔"

منصور نے حنا کے جملے میں چھپے ہوئے طنز کو محسوس کیا تو دل ہی دل میں مسکرا دیا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"اگر آپ کا مشورہ ہے تو میں اس پر غور ضرور کروں گا۔ مگر کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ مجھے تصنیف و تالیف کے کام سے کیوں دور رکھنا چاہتی ہیں؟"

"ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔" حنا والدین کی موجودگی میں کھل کر کچھ نہ کہہ سکی۔ پھر بھی اس نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"میرا مقصد صرف یہ تھا کہ اول تو اس کام میں کچھ اتنا زیادہ منافع نہیں ہے جو روپیہ پھنسایا جائے پھر یہ کہ ادبی رسالے نکالنے کے لئے بڑی سوجھ بوجھ کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"آپ کو ادب سے بہت زیادہ شغف معلوم ہوتا ہے۔"

"دیوانگی کی حد تک۔" ریاض الدین بولے۔ "تم اگر کبھی اس کے مطالعہ کا کمرہ دیکھو تو یہی محسوس کرو گے کہ کسی عوامی لائبریری میں آ گئے ہو۔"

"بہت خوب۔" منصور بولا۔ "پھر تو مجھے پبلشنگ کے کام میں آپ کی اعانت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔"

"کیوں نہیں۔" آمنہ خاتون نے ٹکڑا لگایا۔ "اس طرح حنا کا وقت بھی اچھا خاصا گزر جایا کرے گا۔"

"کچھ لکھنے لکھانے سے بھی دلچسپی ہے آپ کو؟" منصور نے اس بار براہ راست حنا کو مخاطب کیا۔

"لکھنے سے نہیں' صرف پڑھنے سے۔" عشرت نے تیزی سے کہا۔

"اور اس کے باوجود آپ مجھے پبلشنگ ہاؤس قائم کرنے سے باز رکھنا چاہتی ہیں۔" منصور نے حنا سے کہا۔

"میں نے صرف مشورہ دیا تھا۔" حنا سپاٹ لہجے میں بولی۔ "ماننا یا نہ ماننا آپ کے اختیار کی بات ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ایک شرط پر حنا آپ کا ہاتھ بٹانے کے لئے آمادہ ہو سکتی ہے۔" عشرت نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا؟"

"آپ جو بھی رسالہ شائع کریں اس میں محسن جمالی کا ایک آدھ مضمون یا افسانہ ہونا ضروری ہے۔"

"اوہ..........." منصور نے عشرت کی طرف سے توجہ ہٹا کر حنا کو دیکھا۔ "کیا محسن جمالی کی تحریر آپ کو بہت زیادہ پسند ہے۔"

"جی ہاں۔" حنا نے مختصراً جواب دیا۔

"پھر تو میں بڑی خوشی کے ساتھ اس کے افسانے شائع کرنے کو تیار ہوں۔ کم از کم اس بہانے آپ میرا ہاتھ تو بٹاتی رہیں گی۔"

حنا نے کوئی جواب نہ دیا تو عشرت بولی۔

"اب تو خوش ہو جاؤ حنا باجی! منصور صاحب کی وجہ سے تم کو اتنی آسانی ہو جائے گی کہ محسن جمالی کے افسانے ہر ماہ پڑھنے کو ملتے رہیں گے ورنہ دوسری صورت میں تو یہی دشواری ہو گی کہ بک اسٹالوں پر کھڑی مختلف رسالوں کو کھنگالتی رہو۔"

حنا نے اس بار گھور کر عشرت کو دیکھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ منصور کو اس کی کسی کمزوری کا علم ہو سکے۔ منصور نے اس کی نگاہوں کا مفہوم بھانپ لیا۔ چنانچہ ہنس کر بولا۔

"محسن جمالی کی تحریر مجھے بھی بے حد پسند ہے۔"

"پھر دیر کس بات کی ہے۔" آمنہ خاتون نے کہا۔ "کل ہی تم کمشنر صاحب سے مل کر اجازت نامہ حاصل کر لو اور کام شروع کر دو۔"

"کچھ وقت تو لگ ہی جائے گا خالہ جان!" منصور بولا۔ "اور اب جب کہ حنا صاحبہ کا تعاون بھی میرے شامل حال ہے تو آفس تلاش کرنے کے سلسلے میں بھی مجھے ان سے مشورہ کرنا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے تم مشورہ کر لو اس کے بعد مجھے بتا دینا۔ آفس وغیرہ کا بندوبست بھی آسانی سے ہو جائے گا۔" ریاض الدین بولے۔ "لیکن پہلی بات یہ ہے کہ تم کرنل احسن سے اجازت حاصل کر کے یہاں آ جاؤ۔"

"بہتر ہے۔ میں موقع دیکھ کر احسن صاحب سے اجازت حاصل کر لوں گا۔"

"اگر کرنل صاحب نے اجازت نہ دی تو اس صورت میں کیا ہو گا؟" آمنہ خاتون نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے احسن صاحب ایسا نہیں کریں گے۔" منصور نے کہا۔ پھر حنا کی

طرف دیکھتا ہوا اٹھ گیا۔

"اچھا' اب میں اجازت چاہتا ہوں۔"

آمنہ خاتون نے منصور کے رخصت ہوتے وقت بھی تاکید کر دی کہ وہ دو چار روز تک ضرور بہ ضرور سامان اٹھا کر آ جائے۔ ریاض الدین صاحب اسے دروازے تک چھوڑنے گئے لیکن حنا نے منصور کے جاتے وقت بھی نہ تو سلام کیا اور نہ ہی کوئی دوسری بات کی۔

منصور کے جانے کے کچھ دیر بعد حنا اپنے کمرے میں آئی تو عشرت پر ناراض ہونے لگی۔

"تمہیں محسن جمالی کا نام درمیان میں لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"کیا مطلب؟" عشرت چونکتے ہوئے بولی۔ "کیا آپ کو محسن جمالی کی تحریروں سے دیوانہ وار لگاؤ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے لیکن منصور کے سامنے تمہیں اس بات کے اظہار کی ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی۔"

"میں نے تو ایک نیک مشورہ دیا تھا۔" عشرت بولی۔ "ویسے بھی تو خود آپ ہی کا قول ہے کہ جس رسالے میں محسن جمالی کا کوئی افسانہ شامل نہ ہو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

"ہاں.......... میں اب بھی یہی کہوں گی لیکن تمہیں منصور کے سامنے یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی۔"

"کیا کوئی خاص وجہ ہے؟"

"ہاں.......... مجھے ایسے مردوں سے چڑ ہے جن کا ظاہر اور باطن الگ الگ ہو۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ منصور کو پہلے سے جانتی ہیں۔"

"ہاں! میں نیلوفر کی شادی والے دن بھی اس سے مل چکی ہوں۔" اس نے عشرت سے کہا اور پھر پوری روداد سنا ڈالی۔

عشرت سنجیدگی سے سنتی رہی۔ حنا جب خاموش ہوئی تو بولی۔

"اگر برا نہ مانو باجی تو ایک بات کہوں۔"

"کہو۔"

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو مگر جہاں تک میں نے محسوس کیا ہے منصور صاحب

آپ کو پسند فرمانے لگے ہیں۔ آج بھی باتوں کے درمیان وہ بار بار چور نظروں سے آپ کو دیکھ رہے تھے۔"

"مجھے یہی باتیں سخت ناگوار گزرتی ہیں۔" حنا روکھے لہجے میں بولی۔ "جو بات انسان کھل کر کہہ سکتا ہو اس میں خواہ مخواہ گھماؤ پھراؤ پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اوہ .... تو کیا آپ چاہتی ہیں کہ منصور کھلے لفظوں میں اظہارِ محبت کر گزرے۔"

"حماقت کی باتیں مت کرو عشرت!" حنا جھلا گئی۔ "میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس نے مجھ پر احسان ضرور کیا ہے لیکن اس کے معنی یہ تو نہیں ہوئے کہ میں اس کے سامنے بچھی جاؤں۔"

"اپنا اپنا انداز ہوتا ہے۔"

"ہوگا .... مجھے کیا؟"

"لیکن اب تو بہرحال آپ کو منصور صاحب کو بھگتنا ہوگا اس لئے کہ جب وہ یہاں آ کر رہے گا تو ظاہر ہے کہ اس سے بے اعتنائی نہیں برتی جا سکتی۔"

"مجھے اس سے بھی کوئی سروکار نہیں۔" حنا نے کہا۔ "منصور سے پہلے بھی ابا جان کے کچھ مہمان مشرقی حصے والے کمروں میں قیام کر چکے ہیں مگر مجھ پر یہ فرض کبھی عائد نہیں ہوا کہ میں مہمانوں کی دلجوئی کا خیال رکھوں۔"

"منصور صاحب کی بات کچھ اور نظر آ رہی ہے۔" عشرت نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "چچا جان اور چچی جان جس انداز میں اسے یہاں آ کر رہنے کی دعوت دے رہے تھے اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے۔"

"غلط خیال ہے تمہارا۔" حنا بولی۔ "منصور کے والد اور ابا جان کے درمیان بہت گہرے مراسم رہ چکے ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے وہ اپنے مرحوم دوست کے لڑکے سے بھی محبت کرتے ہوں گے۔"

"خیر .... مجھے کیا۔" عشرت سے نہ رہا گیا۔ شانے اچکا کر بولی۔ "جو کچھ ہانڈی میں ہوگا ڈوئی میں ضرور آئے گا۔"

"دماغ چل گیا ہے تیرا۔" حنا جھلا گئی۔

"برا نہ ماننا باجی! میں صاف بات کہنے کی عادی ہوں۔" عشرت یکلخت سنجیدہ ہو کر بولی۔ "آپ نے جو واقعات بیان کئے ہیں ان سے تو منصور کی پوزیشن بہت بلند نظر آتی

ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"ایسے کہ اگر منصور خالو جان کے سامنے اس بات کا اعتراف کر لیتے کہ انہوں نے آپ کی مدد کی تھی تو یہ بات بھی بری تھی۔"

"کیوں .... بری کیوں تھی؟" حنا نے پوچھا۔

"آپ نہ سمجھیں لیکن میرے نزدیک تو احسان کر کے جتانا بڑی چھچھوری بات ہے۔ منصور نے اس سلسلے میں خاموش رہ کر بڑی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا ہے۔"

"ضروری نہیں ہے کہ اس نے بھی وہی سوچا ہو جو تم سوچ رہی ہو۔"

"اسے میں آپ کی ہٹ دھرمی کہوں گی ورنہ میں نے تو اس غریب کو بے حد بااخلاق اور بلند کردار کا مالک پایا ہے۔"

"پہلی ہی ملاقات میں اس کے کلمے بھی پڑھنے لگیں۔" حنا نے بحث کو ختم کرنے کی خاطر عشرت پر چوٹ کی۔

"اپنی قسمت کہاں باجی!" عشرت نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا تو حنا جھلاہٹ کے باوجود ہنس پڑی۔

☆======☆======☆

عشرت کے چلے جانے سے حنا کو ایک بار پھر اپنی تنہائی کا بڑی شدت سے احساس ہوا۔ اس کا زیادہ تر وقت ماں کی تیمارداری یا پھر گھر کے کام کاج میں صرف ہوتا۔

منصور کے آ جانے سے آمنہ خاتون کی بیماری آدھی ختم ہو گئی تھی۔ کرنل احسان بھی اب پوری توجہ سے ان کا علاج کر رہے تھے۔ جب سے انہیں یہ معلوم ہوا تھا کہ منصور شیخ ریاض الدین کے پرانے ملنے جلنے والوں میں سے ہے وہ تقریباً روز ہی قصرِ آمنہ کا چکر لگانے لگے تھے۔

شیخ ریاض الدین کو اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ ان کی شریکِ حیات اب تیزی سے روبصحت ہو رہی ہیں۔ منصور کو وہ آمنہ خاتون کے لئے مسیحا سمجھ رہے تھے۔ چنانچہ اس کی دلجوئی اور خاطر و مدارات میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ ملازموں کو خاص طور پر ہدایت تھی کہ منصور کے سلسلے میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتی جائے۔

منصور نے قصرِ آمنہ میں قدم رکھتے ہی آمنہ خاتون کی تیمارداری اپنے ذمہ کر لی تھی۔ اس کا زیادہ تر وقت آمنہ خاتون کے پاس گزرتا۔ چنانچہ حنا سے بھی آمنا سامنا ہوتا

رہتا لیکن اس نے یہ بات بھی محسوس کرلی تھی کہ حنا زیادہ تر اس دور ہی دور رہنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب بھی کبھی ایسا ہوتا کہ وہ پہلے سے ماں کے پاس موجود ہوتی اور منصور آجاتے تو وہ کسی نہ کسی بہانے سے وہاں سے چلی جاتی!

حنا کا یہ طرز عمل منصور کے لئے سوہان روح ثابت ہوتا لیکن وہ ابھی تک کوئی ایسا موقع تلاش نہ کر سکے تھے جو حنا سے اس کی ناراضگی یا کنارہ کشی کا سبب دریافت کر سکتے۔

آج بھی یہی ہوا۔ حنا ماں کے سرہانے بیٹھی سر دبا رہی تھی جب منصور کمرے میں داخل ہوئے۔ دونوں کی نگاہوں کا ٹکراؤ ہوا منصور کی آنکھوں میں التجا تھی لیکن حنا نے جلدی سے نظریں جھکالیں اور پھر ماں سے دوسرے کاموں کا بہانہ کر کے اٹھی اور منصور کو نظرانداز کرتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی!

منصور بجھے ہوئے دل سے آمنہ خاتون کے پاس بیٹھ گئے۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے' لیکن ان کا دل حنا کی بے رُخی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

دس گیارہ سال پرانی باتیں اس کے ذہن کے پردوں پر ابھر آئیں۔ پہلی بار جب اس نے حنا کو دیکھا تو وہ صرف پندرہ سال کا تھا۔ ذہن پورے طور سے پختہ بھی نہیں ہوا تھا' لیکن حنا کو دیکھ کر اس کے معصوم ذہن میں اُس وقت بھی یہی خیال گزرا تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن حنا کو ضرور اپنالے گا۔

ایک معصوم خواہش۔

ایک موہوم تمنا۔

جسے وہ سالہا سال سے اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھا۔

اور پھر!

جوں جوں وہ ذہنی طور پر بالغ ہوتا گیا اس کے دل کے آئینہ خانے میں حنا کا عکس پختہ ہوگیا۔

اسے حنا کے ساتھ گزارا ہوا بچپن بخوبی یاد تھا۔

اپنے والد کے ساتھ وہ تقریباً ایک ماہ تک شیخ ریاض الدین کے ہاں آکر ٹھہرا تھا اور یہ ایک ماہ اس نے حنا کے ساتھ ہنس کھیل کر گزارا تھا قسم قسم کی شرارتیں کی تھیں۔

پیاری پیاری شرارتیں۔

حنا کو گڑیا بنانے اور سجانے کا شوق تھا اور منصور کو گڑیا بگاڑنے کا۔ ہر وقت وہ اسی تاک میں رہتا تھا کہ حنا کی آنکھ بچے اور وہ اس کی گڑیوں کے کپڑے پھاڑ کر ان کے جسم

کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اسے ایسے متعدد مواقع ملے تھے۔ اپنی ان معصوم حرکتوں کے باعث اسے باپ سے جھڑکیاں بھی سننی پڑتیں لیکن وہ کبھی باز نہ آتا۔

اور پھر ایک دن۔

واپسی سے صرف ایک دن پہلے اس نے حنا کے ساتھ بڑے خلوص سے سمجھوتا کر لیا۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگلی بار جب وہ اپنے والد کے ساتھ آئے گا تو وہ دونوں مل کر گڈے گڑیا کا بیاہ رچائیں گے۔

لیکن تقدیر کے چکر نے اسے دوبارہ حنا کے گھر آنے کا موقع نہیں دیا فاصلے بڑھتے چلے گئے۔ وقت بڑی تیزی سے گزرتا رہا لیکن منصور اپنے ذہن سے حنا کے معصوم تصور کو مٹانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

اور ....

بارہ سال بعد جب اس نے دوبارہ حنا کو اچانک احمد نگر اور رسول پور کے درمیان اس روز پا لیا جب وہ اختر کی شادی میں شرکت کی غرض سے جا رہا تھا تو اس کا دل خوشی کے جذبات سے سرشار ہوگیا۔ اس کی منزل اس طرح اچانک اسے راستے میں مل جائے گی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ حنا کے قرب نے گزرے ہوئے ایام کی یادوں کو تازہ کر دیا۔ اسے یقین تھا کہ حنا اسے پہچان لے گی اور اسی غرض سے اس نے حنا کو ٹٹولنے کے لئے اسے چھیڑا بھی تھا مگر حنا اسے یکسر بھول چکی تھی۔

وہ منصور کی بے باکی پر برہم ہوگئی اور منصور دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ اسے اپنی پرستش پر اعتماد تھا۔ جو اس نے حنا کے تصور کو اپنے دل میں سجا کر کی تھی۔ اس نے یہی سوچا تھا کہ کسی دوسری ملاقات میں وہ حنا کو بچپن کے واقعات سنا کر چونکا دینے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا لیکن دوسری اور پھر تیسری ملاقات بھی ایسے ماحول میں ہوئی کہ وہ اس پردے کو درمیان سے نہ اٹھا سکا جو وقت اور فاصلوں نے ان کے درمیان ڈال رکھا تھا۔

شیخ ریاض الدین کے ہاں آئے ہوئے اسے آج پورا ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔ اس درمیان میں بارہا ایسے مواقع آئے جب وہ دونوں اچانک ایک دوسرے کے سامنے آ گئے۔ منصور نے ہمیشہ حنا سے کچھ کہنے کے لئے قدم روکے لیکن حنا ہر بار کترا کر نکل گئی اور ....

اور آج۔

آج اسے حنا کے اٹھ کر چلے جانے کا بڑی شدت سے احساس ہوا تھا۔

"کیا بات ہے منصور میاں تم چپ چپ سے کیوں ہو؟" آمنہ خاتون نے پوچھا تو وہ چونک پڑا پھر جلدی سے مسکرا کر بولا۔

"کچھ نہیں خالہ جان یونہی ذرا تھکن سی محسوس کر رہا ہوں۔" اس نے بات بنانے کی خاطر بہانہ تراشا۔

"جاؤ جا کر تھوڑا سا آرام کر لو۔ خدانخواستہ کہیں طبیعت خراب نہ ہو جائے۔"

"جی نہیں.......... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"تمہارے آفس کا کیا رہا؟ کل تم بتا رہے تھے کہ کوئی موزوں جگہ مل گئی ہے۔"

"جی ہاں' اسی کو سیٹ اَپ کرنے میں آج مصروف رہا۔"

"کب تک ارادہ ہے رسالہ نکالنے کا؟"

"اگر آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو ایک مہینے کے اندر اندر یہ سلسلہ بھی شروع ہو جائے گا۔"

"خدا کرے تمہیں کامیابی نصیب ہو۔"

منصور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر آمنہ خاتون کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر اٹھ کر باہر آ گیا۔

بوجھل بوجھل قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک ایک موڑ پر حنا سامنے آ گئی۔

منصور کے قدم یکلخت رک گئے۔ حنا نے ایک سرسری نظر ڈالی پھر بچ کر گزر جانا چاہتی تھی کہ منصور نے اسے آواز دے کر روک لیا۔

"سنئے۔" نہ جانے کیوں اس کی آواز کپکپا گئی۔

"جی۔" حنا روکھے لہجے میں بولی۔

"آپ نے وعدہ کیا تھا کہ رسالے کی ترتیب میں میرا ہاتھ بٹائیں گی۔"

"آپ بھول رہے ہیں۔ یہ بات آپ سے عشرت نے کہی تھی۔"

"مگر آپ نے اس کی تردید بھی نہیں کی تھی۔"

"میں نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔" حنا کے لہجے میں بے رخی تھی۔

منصور کا دل حنا کے اس روکھے جواب پر تڑپ کر رہ گیا۔ ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ مچل اٹھی۔

"آپ شاید ابھی تک مجھ سے ناراض ہیں۔" وہ بولا۔

"یہ بات آپ پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔"

"ہاں' اس وقت بھی آپ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔"

"آپ پھر بھول رہے ہیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ آپ کو میری ناراضگی کے سلسلے میں کوئی تشویش نہیں ہونی چاہئے۔"

"لیکن اب میں آپ کا مہمان ہوں اور مہمانوں سے بے رخی برتنا بری بات ہے۔"

"میں سمجھی نہیں۔" حنا نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"آپ کو غالباً اس روز کی باتیں ناگوار گزری ہیں جس روز میں نے آپ کو بارش سے نجات دلائی تھی۔" منصور نے ہمت کی۔

"ممکن ہے آپ کا اندازہ درست ہو۔" حنا ایک شانِ بے نیازی سے بولی۔

"اگر میں اپنی ندامت کا اظہار کروں تو کیا آپ میری اس روز والی جسارت کو معاف کر سکیں گی؟"

"بظاہر ایسی بھی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ آپ ندامت کا اظہار کریں۔" حنا نے دوپٹے کے آنچل کو مسلتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ اس روز مجھے اتنی جسارت کیسے ہو گئی۔" منصور نے حنا کو والہانہ نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"شاید اس لئے کہ آپ نے مجھ پر ایک احسان کیا تھا۔" حنا زہرخند سے بولی۔

"جی نہیں .... بے تکلفی کی وجہ یہ نہیں تھی۔" منصور نے تیزی سے کہا۔ "دراصل آپ سے اچانک مل جانے کی خوشی نے مجھے شوخی پر آمادہ کر دیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" حنا چونکی۔

"میرا خیال تھا کہ آپ مجھے پہچان لیں گی لیکن یہ میری بدقسمتی تھی کہ آپ نے مجھے نہیں پہچانا اور میری باتوں کا غلط مفہوم سمجھ بیٹھیں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھی کہ منصور صاحب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"بارہ سال پہلے آپ مجھے صرف منصور کہا کرتی تھیں۔" منصور دھڑکتے ہوئے دل سے بولا۔ "آپ کو شاید یاد نہ ہو لیکن ایک بار ہم نے زندگی کے تیس دن ایک ساتھ گزارے تھے۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب آپ کو گڑیا کھیلنے کا شوق تھا۔"

حنا نے پلکیں جھپکا کر منصور کو دیکھا۔

"اُس وقت بھی آپ مجھ سے ناراض رہا کرتی تھیں اس لئے کہ میں آپ کی گڑیوں

کا دشمن تھا۔" منصور بولا۔ "ایک بار تو ڈیڈی نے آپ کی شکایت پر مجھے مارتے مارتے چھوڑا تھا لیکن بعد میں ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو گیا تھا۔"

حنا نے اپنے ذہن پر زور دے کر ماضی کے دریچوں میں جھانکا تو منصور کا دھندلا دھندلا سا عکس ابھر آیا۔

"کیا آپ کو یاد ہے کہ ہمارے درمیان کیا سمجھوتہ ہوا تھا؟"

"جی نہیں۔" حنا بولی لیکن اس بار اس کے لہجے میں بے رخی نہیں تھی۔

"میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ دوسری بار جب ڈیڈی کے ساتھ آؤں گا تو ہم گڑیا گڈے کا بیاہ رچائیں گے۔"

حنا نے جلدی سے اپنی حیا بار پلکیں جھکا لیں۔

"ڈاکٹر اخلاق احمد صاحب کے ہاں بھی میں نے اسی غرض سے آپ سے سوال کیا تھا کہ آپ منصور غزالی کو دوبارہ دیکھنے پر شناخت کر سکیں گی لیکن یہ بات بھی آپ کو ناگوار خاطر گزر گئی۔ اس روز میں نے آپ کو آپا کے ذریعے محض اسی مقصد کے تحت بلوایا تھا کہ آپ کے ذہن پر چھایا ہوا غبار صاف کر دوں لیکن.........."

"آپ پہلی ملاقات میں بھی یہ سب کچھ بتا سکتے تھے۔" حنا نے دبی زبان میں کہا۔

"گھماؤ پھراؤ کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ کب تک مجھے نہیں پہچانتیں۔"

"ابا جان کے سامنے بھی آپ نے جان بوجھ کر انجان بننے کی کوشش کی تھی۔" حنا نے شکوہ کیا۔

"پرانی عادت جو ٹھہری۔" منصور مسکرا دیا۔

حنا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش کھڑی آنچل کے کونے کو بل دیتی رہی۔

"کیا اب یہ یقین کر لوں کہ آپ کا دل میری طرف سے صاف ہو چکا ہے؟" منصور نے پوچھا۔

حنا سٹپٹا کر رہ گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ منصور کے سوال کا کیا جواب دے۔ منصور نے جس انداز میں اس وقت اپنی صفائی پیش کی تھی۔ وہ ہر لحاظ سے قابل قبول تھی۔ ماضی کی یادیں تازہ ہو جانے کے بعد اسے خود بھی اپنے رویے پر شرمندگی کا احساس ہو رہا تھا۔ حسن آراء بیگم نے بھی منصور کے حالات کے بارے میں جو کچھ اظہار کیا تھا اس اعتبار سے بھی وہ حنا کی ہمدردی کا مستحق تھا لیکن اس کے باوجود حنا فوری طور پر

یہ فیصلہ نہ کر سکی کہ منصور کے ساتھ اب اس کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے۔

"رسول پور سے واپسی کے بعد میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ کچھ روز احمد نگر رہ کر واپس چلا جاؤں گا لیکن اس روز اچانک احسان صاحب کے ہاں آپ کے والد سے ملاقات ہو گئی اور مجھے مجبوراً ان کے حکم سے یہاں آنا پڑا۔" منصور نے حنا کی خاموشی کا اثر لیتے ہوئے مضمحل لہجے میں کہا۔ "مجھے اس بات کا یقین تھا کہ آپ مجھے یہاں دیکھ کر خوش نہیں ہوں گی۔"

"پہلے مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ آپ اس قدر دور اندیش بھی واقع ہوئے ہیں۔" حنا جلدی سے بولی۔ پھر سادگی سے پوچھا۔ "جب آپ کو یقین تھا کہ میری ناراضگی ناگزیر ہے تو پھر آپ نے ابا جان کے کہنے پر یہاں قیام کرنے کی پیشکش کیوں کر قبول کر لی۔ چاہتے تو ٹال بھی سکتے تھے۔"

"میں یہ اندازہ نہیں کر سکا تھا کہ آپ کو میرا یہاں قیام کرنا اس قدر ناگوار گزرے گا۔" منصور نے زمین پر نظر جمائے جمائے کہا۔

"اب کیا فیصلہ ہے آپ کا؟" حنا نے معنوی سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کوشش کروں گا کہ زیادہ عرصے آپ کے لئے بار نہ بنوں۔"

"ابا جان سے کیا کہیں گے؟"

"کہہ دوں گا کچھ نہ کچھ .... لیکن مطمئن رہئے آپ کا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔"

"کاروبار جو شروع کیا ہے آپ نے، اس کا کیا بنے گا؟"

سنجیدہ سنجیدہ اور اداس اداس سا منصور اس وقت نہ جانے اسے کیوں بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"آپ کی دل شکنی میرے لئے کسی کاروبار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔" منصور کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"یہ بات آپ پہلے بھی سوچ سکتے تھے۔"

"مجھے اس بات کا اعتراف ہے حنا صاحبہ کہ میں نے بڑی جلد بازی میں یہاں آنے کا فیصلہ کر لیا۔" منصور کی آواز لرز اٹھی۔

"کیا بارہ سال پہلے بھی آپ مجھے اسی انداز سے مخاطب کرتے تھے؟" حنا نے بڑے شوخ انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

منصور کے ہونٹ کچھ کہنے کے لئے کپکپائے لیکن زبان نے ساتھ نہ دیا۔ گم صم کھڑا وہ زمین کو گھورتا رہا۔

"آپ ابھی کہہ چکے ہیں کہ اس گھر میں آپ کی حیثیت ایک مہمان کی سی ہے۔" حنا بولی۔ "اور بحیثیت مہمان کے یہ فرض آپ پر بھی عائد ہوتا ہے کہ کوئی ایسی بات نہ کریں جو میزبان کے لئے تکلیف کا باعث بنے۔"

"جی۔" منصور نے حیرت سے نظریں اٹھا کر حنا کو دیکھا تو حنا کوشش کے باوجود اس سے نظریں نہ ملا سکی۔

ایک شریر سی مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتی وہ گلاب کی نازک ٹہنی کی طرح بل کھا کر تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی اور منصور کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

☆======☆======☆

منصور اور حنا کے درمیان جو غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی اس کے ختم ہوتے ہی ماحول کا رنگ بھی بدل گیا۔ اب ان کا بیشتر وقت ساتھ ساتھ گزرتا۔ حنا بھی اپنے والدین کی طرح منصور کا پورا پورا خیال رکھتی لیکن یہ مراسم صرف دوستی کی حد تک محدود تھے۔ اب تک ان دونوں نے اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

پبلشنگ ہاؤس کا قیام عمل میں آیا تو دونوں کی مصروفیات بڑھ گئیں۔ حنا ہر ہر قدم پر منصور کی معاونت کر رہی تھی۔ آفس کی پسند اور اس کی سجاوٹ سے لے کر موصول ہونے والے مضامین تک ہر ہر معاملے میں اس کو پورا پورا عمل دخل تھا۔

منصور شب و روز رسالے کے اجراء کے سلسلے میں مصروف کار رہتا اور حنا اس کا ہاتھ بٹاتی رہتی۔ رسالے کا نام حنا کے مشورے پر ہی ماہنامہ "عندلیب" رکھا گیا تھا۔

اور۔

آج جب "عندلیب" چھپ کر بازار میں آیا تو حنا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ ایک تو اس لئے کہ خود اس نے منصور کے ساتھ مل کر اسے ترتیب دیا تھا اور دوسرے اس لئے کہ اس میں محسن جمالی کا ایک طویل افسانہ بھی تھا جسے حنا نے بڑے اہتمام سے چھاپا تھا۔ سب سے زیادہ مسرت اس بات کی تھی کہ اس نے محسن جمالی کا وہ افسانہ سب سے پہلے پڑھا تھا۔

محسن جمالی

جو حنا کا آئیڈیل تھا۔

منصور کو حنا کی اس خوشی میں شریک ہونے کا زیادہ موقع نہ مل سکا وہ رسالے کو جلد از جلد ملک کے گوشے گوشے میں روانہ کر دینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ اپنی نگرانی میں رسالوں کی روانگی کا کام کرانے میں مصروف تھا۔ جب حنا ہاتھ میں "عندلیب" کا شمارہ لئے مسکراتی ہوئی آفس کے دوسرے کمرے سے نکلی۔ منصور حد درجہ منہمک تھا۔ اس لئے اسے حنا کی آمد کا علم نہ ہو سکا۔

حنا کچھ دیر تک اس کی پشت پر کھڑی بڑے والہانہ انداز میں مسکراتی رہی۔ پھر منصور کو مخاطب کر کے بولی۔

"کیا گھر چلنے کا ارادہ نہیں ہے؟"

"آؤ .... بیٹھو۔" منصور نے اسے دیکھ کر جواب دیا۔

"میں نے گھر چلنے کے لئے دریافت کیا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم جاؤ' میں ذرا دیر سے آؤں گا۔ پیکنگ کا کام آج مکمل ہو جائے تو بہتر ہے تاکہ صبح ان کی روانگی ہو سکے۔"

"اندازاً ابھی اور کتنی دیر لگے گی آپ کو؟"

"کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ممکن ہے ایک گھنٹہ اور صرف ہو جائے۔"

"مجھے ایک شکایت ہے آپ سے۔" حنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ نے "عندلیب" کی خوشی میں ابھی تک میری دعوت نہیں کی۔"

"تم نے یہ کیسے سوچ لیا؟" منصور بولا۔ "کل رسالہ پوسٹ ہو جانے دو پھر یہ فرض بھی پورا کر دوں گا۔"

"وعدہ یاد رہے گا آپ کو۔"

"پہلے شاید بھول جاتا لیکن اب چونکہ تم نے تقاضہ کر دیا ہے اس لئے یاد رہے گا۔"

"تقاضے سے آپ کیا کیا مراد ہے' کیا آپ کو خوشی نہیں ہے؟"

"مجھے صرف ایک بات کی خوشی ہے۔" منصور مسکرا دیا۔

"وہ کیا؟"

"تم اگر ہاتھ نہ بٹاتیں تو شاید مجھے اتنی کامیابی نہ ہوتی۔"

"بہت خوب .... گویا آپ کو ابھی سے کامیابی کا یقین بھی ہے۔"

"ہاں' اور میں اس کامیابی کے سلسلے میں تمہیں قبل از وقت مبارکباد بھی پیش کر

سکتا ہوں۔"

"شکریہ۔" حنا شوخ تبسم بکھیرتے ہوئے بولی۔ "محسن جمالی کے افسانے کے بارے میں کیا رائے ہے آپ کی۔"

"میں نے اسے سرسری نظر سے دیکھا تھا۔ اطمینان سے پڑھ کر بتاؤں گا۔"

"ضرور پڑھیے گا۔ بے حد حسین تخلیق ہے۔"

"اگر تمہیں پسند آ گیا ہے تو ضرور اچھا ہو گا۔"

"اچھا' اب میں چلتی ہوں۔" حنا اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بولی۔ "کام نپٹا کر جلدی آنے کی کوشش کیجئے گا۔"

"او کے۔" منصور نے اس پر الوداعی نظر ڈالی پھر کام میں منہمک ہو گیا۔

حنا اپنا پرس گھماتی آگے بڑھ گئی لیکن دروازے پر پہنچ کر رکی اور پلٹ کر دوبارہ منصور کے قریب آ گئی۔

"کوئی بات اور یاد آ گئی ہے؟" منصور نے اسے اپنے قریب پا کر سوال کیا۔

"جی ہاں' میں آپ سے محسن جمالی کا پتہ دریافت کرنا بھول گئی تھی۔"

"خیریت۔" منصور نے پوچھا۔ "پتہ کس سلسلے میں درکار ہے؟"

"میں 'گوہر مقصود' کے سلسلے میں انہیں مبارکباد کا خط لکھنا چاہتی ہوں۔"

"کیا اس سے پیشتر تم نے محسن جمالی کو کوئی خط نہیں لکھا؟" منصور نے پوچھا۔

"لکھ چکی ہوں لیکن مختلف رسالوں کی معرفت۔"

"کبھی کوئی جواب بھی ملا؟"

"نہیں.........." حنا نے بجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "خدا جانے رسالے والوں نے میرے خطوط کا کیا کیا۔ اسی غرض سے تو اب براہ راست مبارکباد کا پیغام بھیجنا چاہتی ہوں۔"

منصور نے ایک ثانئے کے لئے کچھ سوچا پھر میز سے رائٹنگ پیڈ اٹھا کر اس پر محسن جمالی کا پتہ تحریر کیا اور حنا کی طرف بڑھا دیا۔

"آپ کبھی ملے بھی ہیں محسن جمالی سے۔" حنا نے پتے والا کاغذ تہہ کر کے اپنے پرس میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ ابھی تک اس کا اتفاق کبھی نہیں ہوا لیکن سنا ہے کہ جتنی اس کی تحریر خوبصورت ہے وہ اتنا خوبصورت نہیں ہے۔" منصور نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آپ شاید یہ بھول رہے ہیں کہ تحریر شخصیت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور شخصیت اگر خوبصورت ہو تو ظاہری حسن اس کے سامنے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔" حنا محسن جمالی کا غائبانہ پارٹ لیتے ہوئے بولی۔ منصور بے اختیار ہنس پڑا۔

"کیوں.......... اس میں ہنسنے کی کیا بات تھی؟"

"تم بہت زیادہ معتقد معلوم ہوتی ہو محسن جمالی کی۔"

"اچھی چیز کو اچھا کہنا کوئی بری بات بھی نہیں ہے۔"

"اگر تمہارا یہ خیال صرف محسن جمالی کی تحریروں تک محدود ہے تو پھر کوئی مضائقہ تو نہیں۔" منصور نے معنی خیز انداز میں کہا۔

جواب میں حنا نے منصور کو مسکرا کر گھورا پھر کچھ کہے بغیر دروازے کی طرف گھوم گئی۔ منصور کیا کہنا چاہتا تھا' یہ وہ بخوبی سمجھ گئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے محسن جمالی کا خیالی ہیولٰی اس کی نظروں کے سامنے گھوم گیا اور وہ آپ ہی آپ مسکرا دی۔

آفس سے باہر نکل کر وہ اپنی کار کی طرف بڑھی لیکن دوسرے ہی لمحے اس کا اچھا خاصا موڈ یکلخت خراب ہو کر رہ گیا۔

اور موڈ خراب ہونے کی وجہ فرزانہ کی ذات تھی۔

کرنل احسان کی آزاد خیال لڑکی۔

انتہائی ماڈرن اور مغربی تہذیب کی دلدادہ۔

حنا نے اسے کار سے اتر کر آفس کی طرف جاتے دیکھا تو اس کا چہرہ نہ جانے کیوں تمتما اٹھا اس کے ذہن کو جھٹکا سا لگا۔ ہرچند کہ منصور سے اس کے مراسم صرف دوستانہ حد تک تھے لیکن اس کے باوجود وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکی فرزانہ اس سے ملے۔

فرزانہ نے گاڑی سے اتر کر حنا کو دیکھا بھی تھا لیکن پھر اسے نظرانداز کر کے قدم بڑھا دیئے اور حنا کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے بھرے بازار میں اس کی بے عزتی کر دی ہو۔

فرزانہ حسب معمول آج بھی چست شلوار سوٹ میں ملبوس تھی۔ اس کے چہرے پر آج بھی ولایتی میک اَپ کی دبیز تہیں موجود تھیں۔ آج بھی اس کی نگاہوں میں بیباکی تھی۔

اور..........

آج بھی حنا نے جب اسے دیکھا تو اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہ کر

سکی ایک منٹ اپنی کار کے قریب کھڑی سوچتی رہی کہ اب اس کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہئے۔

کیا وہ خاموشی سے منصور کے کمرے میں فرزانہ کی موجودگی کو نظرانداز کر کے چلی جائے یا پھر اندر جا کر منصور سے صاف صاف کہہ دے کہ وہ اس کا اور فرزانہ کا میل جول پسند نہیں کر سکتی۔

لیکن..........

اگر منصور نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہوتی ہے اس کی زندگی میں دخیل ہونے والی، تو وہ کیا کہے گی۔

کیا جواب دے گی۔

حنا کا ذہن الجھ کر رہ گیا پھر اس نے تیزی سے کار میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ مگر دماغ ابھی تک فرزانہ میں الجھا ہوا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔

فرزانہ منصور سے کیوں ملتی ہے؟

ان کی ملاقات کا مقصد کیا ہے؟

وہ منصور سے آخر کیا چاہتی ہے؟

اور منصور..........

وہ فرزانہ کو کس طرح برداشت کرتا ہے؟

کیا وہ بھی فرزانہ کی طرح آزاد خیال ہے؟

کیا وہ چاہتا ہے کہ فرزانہ اس سے ملے؟

ملتی رہے۔

مگر کیوں..........؟

اور اس کیوں کے آگے ایک ایسی خلیج تھی جس کو عبور کرنا حنا کے بس کی بات نہ تھی۔ ابھی منصور سے اسے ملے کچھ زیادہ عرصہ بھی تو نہیں ہوا تھا جو اسے پوری طرح سمجھ پاتی۔

یہ بھی محض اتفاق تھا کہ منصور نے بچپن کی کچھ حسین یادوں کو دہرا کر اس کا طرزِ عمل بدل دیا تھا ورنہ اسے تو پہلی ہی ملاقات میں منصور سے چڑ ہو گئی تھی۔ حسن آراء بیگم نے جب اسے بتایا تھا کہ منصور کے والدین مر چکے ہیں اور وہ دنیا میں تنہا رہ گیا ہے تو اسے منصور سے ہمدردی ضرور ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود اس سے بے تکلف نہیں ہو

سکی۔

اگر منصور بچپن کی باتوں کا تذکرہ نہ کرتا تو شاید کبھی بھی بے تکلف نہ ہوتی۔

حنا جتنا جتنا سوچتی رہی اتنا ہی اس کا ذہن الجھتا گیا۔ پھر معاً اس کی سوچ کے زاویے بدلنے لگے۔

مجھے کیا پڑی ہے۔ منصور کے بارے میں سوچنے کی۔

وہ جو چاہیں کریں۔

جس سے چاہیں ملیں۔

آخر مجھے ان پر کیا حق حاصل ہے؟

کچھ بھی تو نہیں۔

حنا انہی خیالات میں غرق گھر پہنچی تو کرنل احسان ریاض الدین کے ساتھ ڈرائنگ روم میں موجود تھے۔ اس نے بجھے ہوئے دل سے کرنل احسان کو سلام کیا۔ پھر وہاں سے چلی جانا چاہتی تھی کہ ریاض الدین بولے۔

"منصور میاں کہاں رہ گئے؟"

"انہیں کچھ کام کرنا ہے اس لئے دفتر ہی میں رک گئے۔"

"واپسی کب تک ہو گی؟"

"غالباً دو گھنٹے بعد۔"

"ذرا ہمیں بھی دیکھوں کہ رسالہ کس معیار پر شائع کیا گیا ہے؟" کرنل احسان نے حنا کے ہاتھ میں دبے ہوئے رسالے کی طرف اشارہ کیا۔

حنا نے خاموشی سے پرچہ ان کی طرف بڑھا دیا اور خود تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی ماں کے کمرے میں آ گئی۔

اس کا ذہن ابھی تک بوجھل ہو رہا تھا۔ کرنل احسان کی موجودگی نے ایک بار پھر فرزانہ کے بے باک تصور کو ابھار دیا تھا۔ بجھی بجھی سی وہ ماں کے قریب جا کر بیٹھی تو آمنہ خاتون نے پوچھا۔

"کیا بات ہے حنا! تم آج بجھی بجھی سی کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں امی جان! کام زیادہ تھا اس لئے بُری طرح تھک گئی' آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"خدا کا شکر ہے کہ کرنل صاحب کا علاج مجھے راس آ گیا۔ جب سے انہیں منصور

میاں اور ہمارے تعلقات کا علم ہوا ہے بیچارے بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔"

"دوا پی آپ نے؟"

"ہاں۔" آمنہ خاتون بولیں پھر پوچھا۔ "منصور میاں کیا باہر رک گئے؟"

"جی نہیں! .... وہ اب تک دفتر میں مصروف ہیں' مجھے دیر ہو رہی تھی اس لئے چلی آئی۔ وہ کچھ دیر بعد آئیں گے۔"

"ارے ہاں' میں یہ پوچھنا تو بھول ہی گئی کہ تم لوگوں کے پرچے کا کیا بنا؟ کل منصور کہہ رہے تھے کہ آج تیار ہو جائے گا۔"

"اسی وجہ سے تو انہیں دفتر میں رکنا پڑ گیا۔"

"کیا پرچہ چھپ کر تیار ہو گیا؟"

"جی ہاں۔"

"اللہ اسے کامیاب کرے۔" آمنہ خاتون نے حنا کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بڑا نیک اور سعادتمند لڑکا ہے۔ میرا تو حد سے زیادہ خیال رکھتا ہے۔"

"اور کیا میں آپ کا خیال نہیں رکھتی؟" حنا نے شکایتی انداز میں ماں سے سوال کیا تو آمنہ خاتون ہنس کر بولیں۔

"یہ مَیں نے کب کہا لیکن وہ بھی بہت خیال رکھتا ہے۔ خود اپنے ہاتھوں سے دوا پلاتا ہے اور گھنٹوں میرے پاس بیٹھا تسلیاں دیتا رہتا ہے۔"

"آنے دیجئے آج انہیں .... میں منع کر دوں گی کہ اب آپ کی تیمارداری نہ کیا کریں۔"

"کیوں بھلا؟"

"اس لئے کہ اگر آپ منصور سے محبت کرنے لگیں تو پھر میرا کیا بنے گا؟" حنا بچوں کی طرح ٹھنک کر بولی۔ "واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ میں نے تمام زندگی آپ کی خدمت کی تو کچھ بھی نہ ملا اور یہ منصور صاحب نے دو چار روز آپ کو دوا کیا پلا دی کہ وہ سب کچھ ہو گئے۔"

"تمہاری بات اور ہے حنا بیٹی لیکن منصور غیر ہو کر بھی جس طرح میرا خیال رکھتا ہے اس کی تعریف نہ کرنا بھی حق تلفی ہے۔"

"اور میری حق تلفی جو ہو رہی ہے۔" حنا ماں کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولی۔

"تمہاری بھلا کیا حق تلفی ہو گئی؟" آمنہ خاتون نے پیار سے پوچھا۔

"آپ کی محبت جو دو حصوں میں بٹ رہی ہے۔" حنا نے ماں سے لاڈ کرتے ہوئے کہا۔

"میں تو اب منصور صاحب کو آپ کے قریب بھی نہ پھٹکنے دوں گی۔"

"بُری بات' تم مذاق میں بھی اس سے کوئی بات نہ کہہ دینا ورنہ اسے صدمہ ہو گا۔ بہت حساس طبیعت رکھتا ہے۔"

"رکھتے ہوں حساس طبیعت' مجھے کیا؟" حنا شرارت سے بولی۔ "اب تو میں ضرور منع کر دوں گی انہیں بلکہ صاف صاف اور کھلے لفظوں میں واضح کر دوں گی کہ انہیں میری پیاری پیاری امی جان کی محبت پر ڈاکہ ڈالنے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

"اور اگر وہ سچ مچ بُرا مان گیا تو۔"

"مان جائیں بُرا۔ اچھا ہے میری حق تلفی نہ ہو گی۔"

"نہیں! خبردار جو تم نے اس سے کچھ کہا۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ کو مجھ سے زیادہ منصور کا خیال ہے۔" حنا مصنوعی منہ بسور کر بولی۔

"تیرا تو دماغ چل گیا ہے کچھ۔" آمنہ خاتون نے پیار سے کہا۔ "جاؤ جا کر نہا دھو کر چائے پی لو تکان دور ہو جائے گی۔"

"نہیں' پہلے یہ بتایئے کہ آپ کو مجھ سے کتنی محبت ہے؟"

"بہت زیادہ۔"

"منصور سے بھی زیادہ۔"

"ہاں بابا ہاں' منصور سے بھی زیادہ۔ اب تو خوش ہو گئی نا!؟"

حنا نے جھک کر ماں کی پیشانی کو چوم لیا پھر ہنستی ہوئی اٹھی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ ماں سے پیار بھری باتیں کرنے سے اس کے ذہن کا بوجھ بڑی حد تک ہلکا ہو گیا تھا۔ نہا دھو کر چائے پی تو طبیعت اور بھی ہلکی ہو گئی۔

محسن جمالی کو خط لکھنے کے بعد وہ دوبارہ ماں کے کمرے میں آ گئی تو دیکھا منصور بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ حنا کے چہرے پر شوخ مسکراہٹ ابھر آئی۔ آنکھوں میں شرارت لئے ہوئے وہ آگے بڑھی تو آمنہ خاتون نے اشاروں ہی اشاروں میں اسے منع کیا کہ وہ منصور سے کوئی مذاق نہ کرے لیکن حنا نے کوئی توجہ نہ دی۔ قدم بڑھاتی ہوئی ماں کے قریب آئی اور ایک کرسی پر منہ پھیلا کر بیٹھ گئی۔ چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی۔

منصور نے اسے غور سے دیکھا پھر آمنہ خاتون سے پوچھا۔ "کیا بات ہے خالہ جان! کیا آج گھر میں کوئی خاص واقعہ ہوا ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر یہ موسم اس قدر خشک خشک کیوں نظر آ رہا ہے؟" منصور حنا کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے بولے تو آمنہ خاتون زیر لب مسکرا دیں۔

حنا بدستور پھولی بیٹھی رہی تو منصور نے دوبارہ کہا۔

"آج صبح کے اخبار میں تو موسم کے بارے میں ایسی کوئی خبر شائع نہیں ہوئی تھی کہ خشک اور غبار آلود رہے گا۔"

آمنہ خاتون سے چپ نہ رہا گیا۔ ایک نظر حنا پر ڈالی پھر پیار سے بولیں۔

"یہ تو سچ مچ دیوانی ہو گئی ہے۔"

"اوہ..........." منصور نے بے حد سنجیدگی سے حنا کو گھورا پھر آمنہ خاتون سے بولے۔ "مرض خطرناک معلوم ہوتا ہے' خالہ جان! فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو ڈاکٹر کو فون کر دوں؟"

حنا بدستور سنجیدہ بنی بیٹھی رہی۔ آمنہ خاتون مسکرا کر چپ ہو رہیں تو منصور نے براہ راست حنا کو مخاطب کیا۔

"آفس سے روانگی کے وقت تک تو آپ مکمل ہوش و حواس میں تھیں۔"

"میں آپ سے بات نہیں کر رہی ہوں۔" حنا نے کہا۔

"مرض کا دوسرا اسٹیج معلوم ہوتا ہے۔"

"جی ہاں' اور اگر آپ کی حرکتیں کم نہ ہوئیں تو شاید میں سچ مچ پاگل ہو جاؤں گی۔"

"بات کیا ہے؟" منصور نے سنجیدگی سے پوچھا۔ معاً اس کے دل میں خیال ابھرا تھا کہ کہیں حنا فرزانہ اور اس کی ملاقات کا کوئی غلط مطلب نہ لے بیٹھی ہو۔

"پہلے تو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے امی جان کی محبت کے حقدار بن بیٹھے۔ اب مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا بات ہے؟" حنا نے تیکھے لہجے میں جواب دیا تو منصور نے اطمینان کا سانس لیا۔

"میں کچھ اور سمجھ رہا تھا۔"

"مجھے کچھ اور سے کوئی غرض نہیں ہے۔" حنا نے اس بار لاپرواہی سے جواب دیا۔ منصور کے جملے سے وہ بخوبی سمجھ گئی تھی کہ اس کا اشارہ فرزانہ کی طرف ہے۔

"خالہ جان پر کچھ حق میرا بھی ہے۔" منصور نے موضوع بدلنا چاہا۔

"ہو گا۔ مگر میں یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ آپ میری حق تلفی کریں اس لئے کان کھول کر سن لیں کہ آئندہ سے آپ امی جان کی خدمت نہیں کریں گے ورنہ............"

"ورنہ کیا؟" منصور نے جلدی سے پوچھا۔

"ورنہ میں ابا جان سے آپ کی شکایت کر کے دوبارہ کرنل احسان کے ہاں بھجوا دوں گی۔ امی جان پر میرا اور صرف میرا حق ہے۔ کیا سمجھے آپ؟"

"بہتر ہے۔" منصور نے مصنوعی سنجیدگی سے آمنہ خاتون کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر میرا یہاں رہنا ناگوار سمجھا جا رہا ہے تو میں خود ہی چلا جاؤں گا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو منصور میاں!" آمنہ خاتون بولیں۔ "حنا تو مذاق کر رہی ہے۔"

"پھر آپ ہی فیصلہ کر دیجئے کہ میرا بھی آپ پر حق ہے یا نہیں۔"

"امی جان!" حنا نے ٹھنک کر کہا۔ "میں بھوک ہڑتال شروع کر دوں گی۔"

آمنہ خاتون نے کچھ کہنا چاہا مگر شیخ ریاض الدین کے آ جانے سے خاموش ہو رہیں۔ منصور اور حنا دونوں ہی احتراماً اُٹھ کھڑے ہوئے۔

"اخلاق احمد صاحب کا ٹیلیگرام آیا ہے۔" ریاض الدین آمنہ خاتون سے بولے۔ "میں نے انہیں لکھا تھا کہ کچھ دنوں کے لئے نیلوفر اور اختر کو تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے احمد نگر بھیج دیں۔"

"بھائی صاحب نے کیا جواب دیا ہے؟" آمنہ خاتون نے پوچھا۔

"انہیں بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا؟" ریاض الدین نے کہا۔ "بذریعہ تار انہوں نے مطلع کیا ہے کہ اختر میاں نیلوفر کو لے کر دو روز بعد پہنچ رہے ہیں۔"

حنا اور منصور دونوں کو اس خبر سے بے حد خوشی ہوئی پھر جب ریاض الدین اور آمنہ خاتون باتوں میں مصروف ہو گئے تو حنا اور منصور خاموشی سے وہاں سے کھسک لئے۔

☆======☆======☆

اختر اور نیلوفر کے آ جانے سے گھر کی خاموش فضا میں دوبارہ ہنگامے شروع ہو گئے۔ منصور اور اختر سارا سارا دن گھر سے باہر رہتے اور حنا تمام دن نیلوفر کے ساتھ باتوں میں مصروف رہتی۔ آمنہ خاتون اب زیادہ بیمار نہ رہی تھیں۔ کرنل احسان نے انہیں بستر سے اٹھنے اور چلنے پھرنے کی اجازت بھی دے دی تھی۔

نیلوفر وغیرہ کو احمد نگر آئے آٹھ روز ہو چکے تھے' اس عرصے میں حنا دو تین بار "عندلیب" کے آفس گئی تھی اسے منصور کی زبانی یہ سن کر بے حد مسرت ہوئی تھی کہ "عندلیب" ان کی توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔ ملک کے گوشے گوشے سے تعریفی خطوط موصول ہوئے تھے۔ خاص طور پر محسن جمالی کے افسانے کو تو بے حد پسند کیا گیا تھا۔

جہاں حنا کو "عندلیب" کی کامیابی کی مسرت ہوئی تھی وہاں اسے اس بات سے صدمہ بھی پہنچا تھا کہ فرزانہ نے اب ہر دوسرے تیسرے دن منصور کے پاس چکر لگانا شروع کر دیا تھا۔ ایک بار تو حنا اور نیلوفر جب آفس پہنچیں تو فرزانہ وہاں پہلے سے موجود' منصور اور اختر کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔

فرزانہ نے نیلوفر کو دیکھا تو اٹھ کر بڑی گرمجوشی سے اس سے مصافحہ کیا لیکن حنا کو اس نے سر کی خفیف جنبش سے محض سلام کر لینے پر اکتفا کی تھی اور حنا کو فرزانہ کی اس حرکت پر بھی شدید غصہ آیا تھا۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے فرزانہ نے جان بوجھ کر منصور کی موجودگی میں اس کی تضحیک کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک لمحے کے لئے حنا نے سوچا کہ وہ منصور پر اپنی ناراضگی ظاہر کرنے کی غرض سے واپس لوٹ جائے لیکن پھر اختر اور نیلوفر کی موجودگی کا خیال کر کے اسے اپنا ارادہ ترک کر دینا پڑا۔ فرزانہ کے سلام کے جواب میں اس نے بھی یونہی ذرا سا سر کو خم دیا پھر نیلوفر کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"تم کب آئیں احمد نگر؟" فرزانہ نیلوفر سے بولی۔ "مجھے اطلاع بھی نہ کی۔"

"مجھے تو یہاں آئے آٹھ روز ہو چکے ہیں۔" نیلوفر نے کہا۔ "تم ہی ایسی بے مروت ہو کہ ملنے بھی نہیں آئیں۔"

"مجھے پتہ کب تھا کہ تم لوگ آئے ہو۔ ابھی اختر صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ تم بھی ان کے ساتھ آئی ہو۔"

"تعجب ہے کہ منصور صاحب نے بھی آپ کو نہیں بتایا۔" حنا سے چپ نہ رہا گیا۔

"ممکن ہے منصور نے کسی مصلحت کی بنا پر یہ بات پوشیدہ رکھنی چاہی ہو۔"

فرزانہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو حنا اور بھی جھلا گئی۔

"مصلحت کی اس میں بھلا کیا بات تھی؟"

"منصور جانیں۔" فرزانہ نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

"منصور کو کیوں الزام دے رہی ہو یہ کیوں نہیں کہتیں کہ تم کو خود ہی اتنا وقت

نہیں ملا ہو گا کہ دو گھڑی ملنے چلی آتیں۔" نیلوفر بولی۔

"میں دراصل کباب میں ہڈی بننے کی عادی نہیں ہوں۔"

"ہڈی اگر گودے دار ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔" اختر بولے۔

"خدا کا شکر ہے کہ آپ کچھ بولے تو سہی ورنہ میں تو سمجھ رہی تھی کہ منہ میں زبان ہی نہیں ہے۔" فرزانہ نے شوخی سے جواب دیا۔

"کچھ دن اگر اور تمہارا ساتھ رہا تو باقاعدہ بولنا سیکھ جاؤں گا۔" اختر نے برجستہ کہا۔

"نیلوفر سے پوچھ لیجئے' اسے کوئی اعتراض نہ ہو۔" فرزانہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"میرے اعتراض کی بھی ایک ہی رہی۔" نیلوفر بولی۔ "اوّل تو مجھے اختر پر پورا پورا اعتماد ہے' دوسرے اگر تم انہیں صرف بولنا سکھانا چاہتی ہو تو یہ بھی کوئی ایسی خاص بات نہیں جس کے لئے کسی باقاعدہ اجازت کی ضرورت سمجھی جائے۔ ہاں' اس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں مل سکتی۔"

"اس کے لئے مجھے اجازت لینے کی ضرورت بھی کیا ہے؟" فرزانہ نے کچھ اتنی بے باکی سے یہ جملہ کہا تھا کہ اختر بھی جھینپ کر رہ گیا۔

نیلوفر صرف مسکرا کر بات کو طرح دے گئی لیکن حنا کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا تھا۔

منصور اپنی جگہ چپ چاپ اور گم صم بیٹھے تھے۔ حنا کے آتے ہی انہوں نے اس بات کا اندازہ کر لیا تھا کہ وہ فرزانہ کی موجودگی سے خوش نہیں ہوئی ہے چنانچہ ابھی تک انہوں نے گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ ایک دو بار کنکھیوں سے حنا کی طرف دیکھا ضرور تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ اندر ہی اندر سہم کر رہ گیا تھا۔

فرزانہ کا آخری جملہ سن کر تو وہ بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ فرزانہ اس حد تک بیباکی پر اتر آئے گی یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آئی تھی۔

"کیوں' اب چپ کیوں ہو گئیں؟" فرزانہ نے نیلوفر کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے سوال کیا۔ "ابھی تو تم نے بڑے دعوے کے ساتھ اختر پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا تھا۔"

"انہیں شاید اس بات کا خیال نہیں رہا ہو گا کہ مقابلے پر کون ہے۔" حنا نے طنز بھرے لہجے میں کہا تو اختر کو بھی بولنے کا موقع مل گیا۔

"یہ ہوئی ہے سیر پر سوا سیر۔"

"اگر آپ کہہ رہے ہیں تو مانے لیتی ہوں ورنہ مس حنا نے کوئی ایسی بات نہیں کہی

تھی جس کا جواب میرے لئے مشکل ہو۔"

"آپ کو جواب کی کیا ضرورت ہے؟ آپ تو خود ہی اپنا جواب ہیں۔" حنا نے دوسرا حملہ کیا۔

"منصور!" فرزانہ حنا کو نظرانداز کر کے منصور سے بولی۔ "مجھے تم سے اس سلسلے میں سخت شکایت ہے۔"

"جی!۔" منصور گڑبڑا گیا۔ "کیسی شکایت' میں سمجھا نہیں۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ حنا کو بولنا ہی نہیں آتا لیکن یہ تو اچھا خاصا بول لیتی ہیں۔"

"ممکن ہے کہ اس میں بھی منصور صاحب کی کوئی مصلحت پوشیدہ ہو۔" حنا نے منصور کو دیکھ کر معنی خیز لہجے میں کہا تو منصور کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ اس نے نظر اٹھا کر حنا کی طرف دیکھا۔ انداز ایسا تھا جیسے اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن حنا نے جلدی سے اپنی توجہ اس کی طرف سے ہٹالی۔

"کیوں منصور!" اختر بولے۔ "یہ کیا سن رہا ہوں؟"

"آپ تو واقعی چھپے رستم نکلے۔" نیلوفر نے بھی منصور کو آڑے ہاتھوں لیا۔

منصور مسکرا کر رہ گئے۔

"اب یہ تمہاری بھی زیادتی ہے نیلوفر!" فرزانہ بولی۔ "اختر کی موجودگی میں تم منصور کو رستم کہہ کر ناانصافی کر رہی ہو۔"

"خدا سمجھے گا تم سے فرزانہ کی بچی!" نیلوفر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "زبان کو تو جیسے لگام ہی نہیں ہے۔ جو جی میں آتا ہے بک دیتی ہو۔"

"میں نے تو تمہاری کہی ہوئی بات دہرائی تھی۔ اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کہا۔"

"میں آج ہی احسان انکل سے کہہ کر تیرا بندوبست کراتی ہوں۔"

"ایسا غضب بھی مت کرنا۔" فرزانہ بولی۔ "ڈیڈی ویسے بھی مجھ سے ناراض ہیں۔ تم نے اگر کچھ کہہ دیا تو پھر مصیبت آ جائے گی۔"

"اچھا ہے' کچھ تو پابندی ہو گی تم پر۔"

خاصی دیر تک نیلوفر اور فرزانہ میں اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں۔ اختر خاموش بیٹھے لطف اندوز ہوتے رہے۔ حنا بدستور بھری بیٹھی تھی۔

منصور کی کیفیت سب سے مختلف تھی۔ انہیں فرزانہ کی موجودگی سے بڑی شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ دل ہی دل میں وہ کئی بار دعا مانگ چکے تھے کہ کسی طرح فرزانہ

اٹھ کر چلی جائے لیکن وہ تو جیسے آج وہاں سے نہ اٹھنے کی قسم کھا چکی تھی۔

"آپ دونوں حضرات آخر اس قدر خاموش کیوں ہیں۔" فرزانہ نے اچانک منصور اور اختر کو مخاطب کیا۔

"آپ کسی کو بولنے کا موقع دیں تو کوئی بولے۔" اختر نے کہا۔ "ویسے بھی نیلوفر کی موجودگی میں میرا زیادہ بولنا مناسب نہیں ہے۔"

"اور آپ کو کس کا خیال چپ کئے ہوئے ہے؟" اس بار فرزانہ منصور سے بولی۔

"اکیلے میں تو آپ ہر وقت چہکتے رہتے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ منصور حنا کی وجہ سے شریف بنے بیٹھے ہیں۔" اختر بولے تو منصور بھی چپ نہ رہ سکے۔

"نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ لوگوں کی باتوں سے زیادہ لطف اندوز ہو رہا ہوں۔"

"میں نہیں مان سکتی۔" نیلوفر نے کہا۔ "ضرور کوئی بات ہے ورنہ اتنا چپ چپ تو آپ کبھی نہیں رہے۔"

"کیوں حنا!" اختر نے حنا کو مخاطب کیا۔ "تم کچھ روشنی ڈال سکتی ہو ان کی خاموشی پر۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کی وجہ آپ کو بھی معلوم ہے۔" حنا بولی۔

"کیا مطلب؟" اختر نے وضاحت چاہی۔

"ابھی فرزانہ صاحبہ بتا چکی ہیں کہ منصور صاحب تنہائی میں چہکنے کے عادی ہیں۔" حنا نے زہرخند سے کہا۔

منصور اس طنز پر تڑپ اٹھا۔ اُس نے نظر اٹھا کر حنا کو دیکھا پھر اندر ہی اندر دل مسوس کر رہ گیا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر ہم کو اٹھ جانا چاہئے۔" اختر نے منصور کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر نیلوفر سے بولا۔ "چلو نیلوفر! اگر منصور واقعی ہماری وجہ سے خاموش ہیں تو ہمیں خواہ مخواہ یہاں نہیں رکنا چاہئے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" حنا نے ٹکڑا لگایا۔

"خدا کا شکر ہے کہ بات آپ لوگوں کی سمجھ میں آ گئی۔" فرزانہ مسکرائی۔

"کیوں منصور بھائی!" نیلوفر نے پوچھا۔ "کیا سچ مچ آپ کو ہم لوگوں کی موجودگی

گراں گزر رہی ہے؟"

"میری خاموشی کا اندازہ غلط لگایا ہے آپ لوگوں نے۔" منصور جلدی سے بولے۔
"ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں سے آپ کی کیا مراد ہے؟" اختر نے پوچھا۔

"یعنی .... یہ کہ .... میں آپ لوگوں کی موجودگی کی وجہ سے چپ ہوں۔"
منصور نے گڑبڑاتے ہوئے جواب دیا تو نیلوفر بے تحاشہ ہنس پڑی۔

"اب تو میں بڑے دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔"

"خدا کی قسم آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔" منصور جلدی سے بولے۔

"یار اپنوں سے کیا چوری؟" اختر نے مزا لیتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ دل میں ہے صاف صاف بتا دو۔"

"کیا حرج ہے منصور! کہہ کیوں نہیں دیتے صاف صاف۔" فرزانہ نے بھی شوخ تبسم بکھیرتے ہوئے کہا۔

منصور کچھ اور سٹپٹا کر رہ گئے۔

"میں بھی یہی مشورہ دوں گی۔" حنا منصور کی بوکھلاہٹ کو بغور محسوس کرتے ہوئے بولی۔ "دوسروں سے کہہ گزرنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔"

"اگر آپ سب لوگ مل کر مجھے نشانہ بنانے کی ٹھان چکے ہیں تو دوسری بات ہے ورنہ میں عرض کر چکا ہوں کہ کوئی بات نہیں ہے۔" منصور نے سنجیدگی سے کہا۔

"پھر اس قدر سنجیدگی کا سبب کیا ہے؟" اختر نے پوچھا۔

"کچھ نہ کچھ تو ضرور دال میں کالا ہے۔" نیلوفر زیر لب مسکراتے ہوئے بولی۔

"اچھا بھئی! اب زیادہ پریشان مت کرو منصور کو ورنہ بے چارے رو پڑیں گے۔"
فرزانہ نے منصور کا ساتھ دیتے ہوئے کہا۔

"اوہو۔" نیلوفر فرزانہ کو غور سے گھورتے ہوئے بولی۔ "تم کو آخر منصور بھائی کا اس قدر خیال کیوں ہے؟"

"بتا دوں منصور!" فرزانہ نے منصور کو دیکھ کر معنی خیز انداز میں پوچھا تو منصور چپ نہ رہ سکے۔ سنجیدگی سے بولے۔

"اگر آپ کے دل میں کوئی چور نہیں ہے تو ضرور بتا دیجئے۔ ورنہ پھر آپ کی مرضی۔"

"کبھی کبھی انسان کو مصلحتاً بھی کچھ باتیں چھپانی پڑتی ہیں۔" فرزانہ مسکرائی پھر حنا کو کنکھیوں سے دیکھنے لگی۔

"ایک نہ شد دو شد۔" اختر بول پڑے۔ "گویا کچھ اندرونی معاملات بھی نظر آ رہے ہیں۔"

"تم غلط سوچ رہے ہو اختر!" منصور حد درجہ سنجیدہ ہو گئے۔

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ درست ہے وہی بتا دو۔"

"میں سمجھ گئی۔" نیلوفر نے کہا۔ "منصور بھائی شاید حنا کی موجودگی میں کچھ اگلنے کو تیار نہ ہو سکیں گے۔"

"اگر یہ خیال ہے تو پھر میں اٹھ جاتی ہوں تاکہ منصور صاحب کو کسی قسم کی گھٹن کا احساس نہ ہو۔" حنا الفاظ چباتے ہوئے بولی تو منصور تڑپ اٹھا۔

نظر اُٹھا کر اس نے حنا کو یوں دیکھا جیسے کوئی ڈوبتا ہوا انسان تنکے کا سہارا ڈھونڈ رہا ہو۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر کہہ نہ سکا لیکن جب حنا اٹھی تو وہ چپ بھی نہ رہ سکا۔

"کیا آپ سچ مچ ان باتوں کا کوئی اثر لے کر اُٹھ رہی ہیں۔"

"یہ کیسے سوچ لیا آپ نے؟" حنا نے تیکھی نظروں سے منصور کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

منصور کی آنکھوں میں بڑی حسرتناک التجا ابھر آئی۔ نیلوفر اور اختر کی موجودگی میں وہ اس وقت خود کو مایوس سا محسوس کر رہا تھا۔

"میں نے کچھ ایسا ہی محسوس کیا ہے۔" اس کے لبوں سے بے ربط جملے نکلنے لگے۔

"خیال اپنا اپنا نظر اپنی اپنی۔" حنا نے ماحول کے تقاضے کے تحت زبردستی مسکرانے کی کوشش کی پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

☆======☆======☆

شام کو حنا سر درد کا بہانہ کر کے جلدی واپس آ گئی۔ نیلوفر اور اختر پہلے ہی آ چکے تھے اور اپنے کمرے میں تھے۔ حنا سیدھی ماں کی طرف گئی۔ ان کی خیریت دریافت کر کے پھر اپنے کمرے میں آ گئی۔

صبح کی باتوں کا اثر اب تک ذہن پر طاری تھا۔ اس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اب منصور سے دور دور ہی رہے گی لیکن نہ جانے کیوں یہ فیصلہ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں بُری طرح چبھ رہا تھا۔

اس کے پاس کیوں کا کوئی جواب نہ تھا۔

وہ سوچنے لگی۔

آخر منصور اس کا کون تھا جو اس کے بارے میں وہ اس قدر الجھن میں پڑ گئی ہے۔ فرزانہ اگر اس سے ملتی ہے تو ملتی رہے۔ اسے ان باتوں کا اثر لینے یا منصور کے بارے میں سوچنے کا کیا حق ہے۔

وہ تو ویسے بھی منصور سے مل کر دل برداشتہ ہو گئی تھی۔ اگر منصور بچپن کی یادوں کو تازہ نہ کرتے تو شاید وہ کبھی بھی ان کے اتنے قریب نہ آتی۔

ایک ہی گھر میں ایک چھت کے نیچے رہنے کے باوجود بھی منصور کے لئے اجنبی رہ سکتی تھی۔ اسے منصور سے غرض بھی کیا تھی۔ وہ اس کے باپ کا مہمان تھا۔ اخلاقی فریضہ سمجھ کر وہ اس کے ساتھ رواداری کا سلوک بھی کر سکتی تھی۔

لیکن.........

منصور نے جس انداز میں اس کی سوچوں کے زاویوں کو بدلا تھا۔ وہ انوکھا بھی تھا اور دلچسپ بھی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید وہ ہمیشہ اس سے کتراتی رہتی۔

لیکن......... حنا نے سوچا۔

اب بھی کیا ہے۔ اب بھی وہ منصور سے اپنی دیگر مصروفیات کا بہانہ کر کے اس سے پہلوتہی کر سکتی ہے۔ اسے نظرانداز کر سکتی ہے۔ راہیں بدل سکتی ہے۔

راہیں۔

جو ایک بار پہلے بھی مل کر جدا ہو گئی تھیں۔

وہ منصور کو یکسر بھول چکی تھی۔ وہ اس کے لاشعور کے کونے میں چھپ کر رہ گیا تھا۔ شاید اب بھی چھپا رہتا اگر ماضی کے اوراق نہ پلٹے ہوتے۔

ماضی کے اوراق۔

جن کا ایک ایک نقش اب اجاگر ہو کر اس کے شعور میں ابھر آیا تھا۔ بچپن کی یادیں کروٹ لے کر تازہ ہو گئی تھیں۔

اسے اچھی طرح یاد تھا کہ منصور نے اس کے ساتھ بچپن کے تیس خوشگوار دن ہنس کھیل کر گزارے تھے۔

منصور بے حد شرارتی تھا' حنا کی گڑیوں سے تو اسے اللہ واسطے کا بیر تھا۔ دونوں اکثر الجھ پڑتے' لڑتے' جھگڑتے اور پھر ان کے درمیان مصالحت ہو جاتی۔ سب کچھ بھول کر وہ

پھر نئے انداز میں نئے جوش اور نئے ولولوں کے ساتھ اچھے دوستوں کی طرح مل جل کر کھیلنے لگتے۔ منصور نئی نئی شرارتیں کرتا۔

کبھی حنا خفگی کے اظہار کے طور پر اس پر برس پڑتی اور کبھی وہ ہنس کر ٹال جاتی۔

دن یوں ہی گزرتے رہے۔

پھر ایک روز منصور کے والد اسے اپنے ساتھ لے کر چلے گئے۔ روانگی سے ایک روز پیشتر منصور اور اس کے درمیان آنے والے کل کے بارے میں ایک سمجھوتہ ہو گیا تھا۔

ایک معصوم سا سمجھوتہ۔

ایک حسین سا معاہدہ۔

اور پھر جب منصور چلا گیا تو خود حنا نے بھی اس کی غیر موجودگی کو محسوس کیا تھا۔

اکثر کھیلتے کھیلتے وہ اداس ہو کر سوچنے لگتی۔ منصور کیوں چلا گیا۔ وہ رکا کیوں نہیں۔

اگر رک جاتا تو وہ دونوں مل جل کر کھیلتے اسے تنہائی کا احساس نہ ہوتا۔

پھر.........

وہ آپ ہی آپ بہل جاتی۔ اس سمجھوتے کے سہارے کہ جب منصور دوبارہ آئے گا تو وہ دونوں گڈے گڑیا کا بیاہ رچائیں گے اور اسی امید پر وہ روزانہ خوبصورت خوبصورت سی گڑیاں بنایا کرتی۔ ان کے لئے اچھے اچھے کپڑے سیتی' ننھے منے زیورات بازار سے لا کر پہناتی۔

اسے روزانہ منصور کا انتظار رہتا۔

جانے وہ کب آجائے۔

مگر جب بہت دنوں تک وہ نہ آیا تو اس نے ایک دن اپنی امی سے پوچھ ہی لیا۔

"امی جان! منصور کیوں نہیں آیا؟"

"ابھی پندرہ روز پیشتر ہی تو گیا ہے' آجائے گا۔" آمنہ خاتون اسے سمجھانے کی خاطر کہتیں۔

"لیکن وہ گیا کیوں' یہیں کیوں نہیں رہ گیا؟" حنا پوچھتی۔

"تم جو اس سے جھگڑا کرتی تھیں۔" آمنہ خاتون جواب دیتیں تو اسے منصور کی شرارتوں کا خیال آجاتا۔ وہ منہ بسور کر کہتی۔

"وہ میری گڑیوں کا دشمن بھی تو تھا۔"

"پھر تو اچھا ہوا وہ چلا گیا۔ اب تمہیں اس کے جانے سے کیا؟"

"میں کھیلوں کس کے ساتھ۔" حنا بڑی معصومیت سے کہتی۔

"اچھا بابا اچھا میں منصور کے ابا کو خط لکھ کر اسے بلوا لوں گی۔" آمنہ خاتون بات ٹالنے کی غرض سے کہتیں۔

حنا خوش خوش ماں کے پاس سے اچھلتی کھیلتی چلی جاتی۔ دو تین دن تک انتظار کرتی پھر ماں سے پوچھی۔

"آپ نے منصور کے ابو کو خط لکھ دیا تھا۔"

"ہاں۔"

"پھر منصور کیوں نہیں آیا۔"

"آ جائے گا بھئی، جاؤ کھیلو جا کر۔"

دن یوں ہی گزرتے گئے۔ حنا کے معصوم ذہن سے منصور کا خیال رفتہ رفتہ مٹتا گیا۔ دوسرے پاس پڑوس کے بچوں کے ساتھ کھیلنے کودنے میں وہ منصور کو یکسر بھول گئی۔

لیکن اب۔

بارہ سال بعد منصور دوبارہ اس سے آن ملا تھا۔ دو تین ملاقاتوں کے باوجود اسے پہچان نہ سکی۔ منصور کی جسارت پر برہم ہو گئی۔ خفگی برقرار رہتی۔ اگر منصور نے خود ہی اپنے بارے میں اسے بتا نہ دیا ہوتا۔

لاشعور میں چھپا ہوا منصور جب اس کے سامنے آیا تو حنا نے اسے بڑے خلوص دل کے ساتھ معاف کر دیا۔ دونوں "عندلیب" کی اشاعت کے سلسلے میں شانہ بہ شانہ آگے بڑھتے رہے۔

اچھے واقف کاروں کی طرح۔

بے تکلف دوستوں کی طرح۔

لیکن.........

فرزانہ اچانک ان کے درمیان آ گئی اور حنا کا ذہن جھلا گیا۔ فرزانہ کے بارے میں پہلی ملاقات کے وقت بھی وہ کوئی اچھی رائے قائم نہ کر سکی تھی۔ پھر وہ یہ کیسے گوارا کر لیتی کہ فرزانہ اتنی بیباکی کے ساتھ منصور سے ملتی جلتی۔ منصور جو اس کے بچپن کا ساتھی تھا۔

مگر وہ جذبہ آخر کون سا تھا۔ جس کے تحت وہ منصور اور فرزانہ کے درمیان حائل ہو جانا چاہتی تھی۔

آخر کیوں؟

کیا اسے منصور سے محبت ہو گئی تھی؟

کیا محبت کا جذبہ بھی منصور کی طرح اس کے لاشعور میں کہیں پوشیدہ تھا جو فرزانہ کے وجود سے ٹکرا کر شعور میں بیدار ہو رہا تھا۔

"نہیں .... نہیں .... یہ بھلا کیسے ممکن ہے۔" حنا اپنے آپ سے مخاطب ہوئی۔

"میں نے تو منصور کی محبت کا کبھی تصور بھی نہیں کیا۔

پھر؟

منصور اور فرزانہ کو ایک ساتھ دیکھ کر میرا دل کیوں تڑپ اٹھتا ہے، میں بے چین کیوں ہو جاتی ہوں۔ میں یہ کیوں محسوس کرنے لگتی ہوں کہ فرزانہ منصور کو مجھ سے چھین کر کہیں دور لے جائے گی۔ چھین لے جائے، مجھے کیا۔

میں کیوں یہ سب سوچ رہی ہوں؟"

حنا بری طرح الجھتی گئی۔ وہ منصور کے تصور کو دل کی گہرائیوں سے نکال دینا چاہتی تھی لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ وہ منصور سے جذباتی لگاؤ بھی توڑ لینا چاہتی تھی لیکن اسے مایوسی ہوئی۔

منصور کا خیال بری طرح اس کے ذہن پر چھا سا گیا تھا۔

ایک سحر کی طرح۔

ایک ایسی لافانی قوت بن کر جس کے آگے حنا کی تمام مدافعتیں بیکار ثابت ہو رہی تھیں۔

وہ اپنے دل کے اس جذبے پر تلملا گئی جس نے بری طرح اسے بے چین کر ڈالا تھا۔

بڑی دیر تک وہ انہی خیالات میں گم رہی۔ ذہنی کشمکش میں الجھی رہی اور آخر میں تھک ہار کر اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اب وہ منصور سے دور رہے گی۔

اگر منصور فرزانہ سے ملتے ہیں تو ملتے رہیں۔

وہ خود ہی ان دونوں کے درمیان سے ہٹ جانے کی سعی کرے گی۔ خواہ اسے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔

کتنی ہی پریشانی اٹھانی پڑے۔

اور .... پھر۔

نیلو فر کے آ جانے سے حنا کے خیالات کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔ ایک مضمحل سی مسکراہٹ اس کے کپکپاتے ہونٹوں پر تڑپ اٹھی۔

"تم یہاں کمرے میں چھپی کیوں بیٹھی ہو؟" نیلو فر نے کہا۔ "میرا تو خیال تھا شاید تم ابھی تک آفس سے نہیں لوٹیں۔"

"اب کیسے پتہ چل گیا کہ میں یہاں موجود ہوں؟"

"آیا نے بتایا تھا۔"

"میں ذرا جلدی چلی آئی ہوں۔" حنا بولی۔

"منصور تو ابھی تک نہیں آئے۔"

حنا منصور کا نام سن کر ہونٹ چبا کر رہ گئی۔

"اختر نے فون کیا تھا ابھی' منصور دیر سے آئیں گے۔ کہیں شام کے کھانے پر مدعو ہیں۔"

حنا بدستور خاموش رہی۔

"کیا بات ہے' تمہیں یہ چپ سی کیوں لگی ہے؟"

"یوں ہی سر میں بڑا شدید درد ہو رہا ہے۔"

"سر میں یا دل میں۔" نیلو فر نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو حنا بھی مجبوراً مسکرا دی کوئی جواب نہیں دیا۔

"ایک بات پوچھوں' بتاؤ گی؟" نیلو فر یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں۔"

"پوچھو۔"

"اس طرح نہیں' پہلے وعدہ کرو کہ ٹالو گی نہیں۔"

حنا نے غور سے نیلو فر کو دیکھا۔ جانے وہ کیا معلوم کرنا چاہتی تھی۔

"کیا سوچنے لگیں؟" نیلو فر نے ٹوکا۔

"سوچ رہی ہوں کہ تم کیا پوچھنا چاہتی ہو؟"

"وہی جو تمہارے دل میں ہے۔"

"کیا مطلب؟" حنا چونکی۔

"فرزانہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" نیلو فر نے حنا کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے کسی دوسرے کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" حنا بے دلی سے بولی۔

"بات بنانے کی کوشش مت کرو حنا! میں سنجیدگی سے پوچھ رہی ہوں۔"

حنا نیلو فر کا مفہوم نہ سمجھ سکی کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔

"فرزانہ تمہاری سہیلی ہے اس لئے تم زیادہ بہتر جانتی ہو گی۔"

"اس کے باوجود میں تمہاری رائے دریافت کرنا چاہتی ہوں۔"

"اگر تم بضد ہو تو سن لو۔ میں فرزانہ کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کر سکتی۔" حنا کے لہجے میں تلخی تھی۔

"میرا بھی یہی خیال تھا۔"

"لیکن تمہیں یہ پوچھنے کی ایسی کیا ضرورت تھی۔" حنا نے وضاحت چاہی۔

"میں اپنی وجہ سے نہیں تمہاری وجہ سے پوچھ رہی تھی۔"

"میری وجہ سے .... میں سمجھی نہیں۔" حنا کا لہجہ متحیر تھا۔

"اب میں تم سے براہ راست ایک سوال کروں گی۔" نیلو فر پہلو بدل کر بولی۔ "کیا تم منصور اور فرزانہ کا میل جول پسند کرو گی؟"

حنا کو سینے کے اندر اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ نیلو فر اس طرح اچانک اس کے دل کا حال سمجھ لے گی یہ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ دزدیدہ دزدیدہ نظروں سے اس نے نیلو فر کو دیکھا۔ پھر ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔ کوئی جواب بن نہ پڑا۔

"کوئی جواب نہیں دیا تم نے۔"

"میرے پسند کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے؟" حنا ٹھنڈی آہ بھر کر بولی۔

"حنا! میری طرف دیکھو۔" نیلو فر نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے؟" حنا بمشکل نظر ملا سکی۔

"میں تمہیں اتنا بزدل کبھی نہیں سمجھتی تھی۔"

حنا نے جلدی سے نظریں جھکا لیں۔

"کیا یہ بھی غلط ہے کہ تم منصور اور فرزانہ کے میل جول کو ناپسند کرتی ہو؟"

حنا کا دل دھڑکنے لگا۔

"میں جانتی ہوں کہ سر درد کا بہانہ کر کے تم منصور اور فرزانہ کے سامنے سے کیوں ہٹ گئی تھیں۔"

حنا نے اپنے ہونٹ سختی سے دانتوں تلے دبا لئے۔

"تم اپنے آپ کو فریب دینے کی کوشش کر رہی ہو؟"

حنا کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔

"کیا تم اس بات سے انکار کر سکو گی کہ منصور تمہیں پسند ہے۔"

حنا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑا۔ آنسو کے قطرے پلکوں کی اوٹ سے ابھر ابھر کر گالوں پر ڈھلکنے لگے اور۔

پھر وہ اس طرح چونک پڑی جیسے چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لی گئی ہو۔ جلدی سے اس نے آنسو پونچھ ڈالے۔

نیلوفر کے ہونٹ مسکرا اٹھے۔

"مجھے یقین تھا کہ تمہارا انتخاب غلط نہیں ہو گا۔" نیلوفر بولی۔ "منصور ہر لحاظ اور ہر اعتبار سے بہت اچھا ہے۔"

"ہو گا مجھے اس کی اچھائی سے کیا لینا ہے۔" حنا سنبھلی۔

"آج نہ سہی .... پھر کبھی سہی۔"

"کبھی بھی نہیں۔" حنا تلملا کر بولی۔

"یہ بھی ایک انداز ہے تمہارا ورنہ میں خوب سمجھتی ہوں۔" نیلوفر نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"انداز دکھانے کے لئے کیا فرزانہ نہیں ہے؟" حنا جل کر بولی۔

"اسے انداز نہیں بے حجابی کہتے ہیں اور تم........." نیلوفر نے بڑی لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "قاتل ہو خدا کی قسم' منصور جیسے شوخ اور آزاد انسان کو بھی اس طرح شکار کر لیا کہ بیچارا پھڑپھڑا کر رہ گیا۔"

"یہ سراسر جھوٹ ہے۔" حنا نے تیزی سے کہا۔

"پھر سچ کیا ہے میری بنو! تم ہی بتا دو۔" نیلوفر نے حنا کو گدگداتے ہوئے کچھ اس انداز میں پوچھا کہ حنا جھینپ سی گئی۔

"کب سے شروع ہوا یہ چکر۔" نیلوفر نے پوچھا تو حنا یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔

"خدا کے لئے نیلوفر!" وہ بولی۔ "اس بات کو صرف مذاق کی حد تک رہنے دو

ورنہ........."

"ورنہ تم سچ مچ سنجیدہ ہو جاؤ گی' کیوں؟" نیلوفر نے برجستہ کہا۔ "اللہ رے یہ تجاہلِ عارفانہ .... لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں۔"

"میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں۔" حنا سنجیدہ تھی۔

"یہ میں ماننے کو تیار نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ معاملہ ابھی تک یکطرفہ چل رہا ہو۔" نیلوفر بولی۔ "نہ .... نہ .... اب تم کچھ کہنے کی کوشش مت کرنا اور پھر مجھے مجبوراً اختر کو گواہی میں پیش کرنا ہو گا۔"

"میں سمجھی نہیں۔" حنا نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"تم اپنی بات نہ بتاؤ لیکن یہ حقیقت ہے کہ منصور ہزار جان سے تم پر فریفتہ ہو چکے ہیں۔"

"مجھے دوسروں سے نہیں صرف اپنی ذات سے تعلق ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو چلو کھاؤ میرے سر کی قسم۔" نیلوفر حنا کو گھورتے ہوئے بولی۔

"کس بات کی قسم کھلوا رہی ہو؟"

"یہی کہ تم منصور کو پسند نہیں کرتیں۔"

"پسند کرنا اور بات ہے۔" حنا نے کہا۔ "لیکن جو کچھ تم سمجھ رہی ہو وہ غلط ہے۔"

"مجھ سے بھی چھپاؤ گی۔" نیلوفر کے لہجے سے شوخی ٹپک رہی تھی۔

"بتانے کے لئے کوئی بات ہی نہیں ہے تو کیا بتاؤں۔"

"اچھا' مجھے بھی دیکھنا ہے کہ تم کب تک چوری چوری اس بات کو راز رکھتی ہو۔ ایک نہ ایک دن تو تمہیں میری مدد کی ضرورت محسوس ہو گی۔ اگر اس وقت گن گن کر بدلہ نہ لیا تو میرا نام نہیں۔"

"اختر بھائی کو تم کس بات کی گواہی میں پیش کر رہی تھیں۔" حنا سے نہ رہا گیا تو اس نے پوچھ لیا۔

"منصور نے اختر سے سب کچھ کہہ دیا ہے۔" نیلوفر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"کیا کہہ دیا ہے؟" حنا کا دل ایک بار پھر دھڑک اٹھا۔

"میں کیوں بتاؤں؟ منصور آئیں تو انہی سے پوچھ لینا۔"

"میں اختر بھائی سے بھی پوچھ سکتی ہوں۔" حنا نے کہا۔

"خدا کے لئے ایسا غضب بھی مت کرنا ورنہ آئندہ کے لئے اختر مجھے کچھ نہیں

بتائیں گے۔" نیلو فر بولی۔ "منصور نے اختر کو منع کر دیا تھا کہ ان باتوں کا علم مجھے یا تمہیں مطلق نہ ہونے پائے۔"

"جب کوئی بات ہی نہیں ہے تو پھر علم ہونے نہ ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔"

"خیر .... خیر .... اب میں تمہارے چڑھانے میں آ کر کچھ کہنے سے بھی رہی۔"

"نہ کہو، مجھے اب کچھ پوچھنا بھی نہیں ہے۔"

بہت دیر تک وہ اسی موضوع پر باتیں کرتی رہیں پھر نیلو فر حنا کو لے کر باہر لان پر آ گئی۔ جہاں آمنہ خاتون اختر کے ساتھ بیٹھی گفتگو کر رہی تھیں۔

حنا اور نیلو فر بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئیں۔

☆=====☆=====☆

وہ رات حنا نے پلکوں کے نیچے گزار دی۔ اس کا ذہن منصور کے بارے میں الجھا ہوا تھا۔ نیلو فر کی زبانی یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ منصور نے اختر سے اس کے بارے میں کچھ کہا ہے وہ بے چین سی ہو گئی۔

منصور نے کیا کہا ہو گا۔

کیا اس نے اپنی محبت کا اعتراف کر لیا ہے؟

مگر کیوں؟

اسے اختر سے اس قسم کی بات کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

اور ....

اگر وہ سچ مچ مجھ سے محبت کرتا ہے تو پھر فرزانہ سے اس کے کس قسم کے راہ و رسم ہیں۔

وہ فرزانہ کو اپنی زندگی سے علیحدہ کیوں نہیں کر دیتا۔

وہ اس کی بے باکی کو کیوں برداشت کر رہا ہے۔

وہ فرزانہ سے صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتا کہ اسے اس کی بے حجابانہ گفتگو سے نفرت ہے۔

فرزانہ کو برداشت کرنے کا سبب کیا ہے۔

حنا سوچتی رہی۔

اختر اور نیلو فر کے ساتھ وہ رات دس بجے تک لان پر بیٹھی اِدھر اُدھر کی گفتگو کرتی رہی تھی۔ اس عرصے میں اس کی آنکھیں بار بار پھاٹک کی طرف اٹھتی تھیں۔ وہ شاید منصور کی آمد کی منتظر تھی لیکن آج پہلا اتفاق تھا کہ منصور اتنی دیر تک گھر سے غیر حاضر رہا تھا۔

آخر کیوں؟

کیا اسے حنا کا آفس میں فرزانہ کے سامنے آ جانا ناگوار گزرا تھا۔

اگر یہ حقیقت تھی تو پھر وہ اس کی موجودگی میں گھبرایا سا کیوں تھا۔ ان رحم طلب نگاہوں کا کیا مقصد تھا جو حنا کی طرف اٹھی تھیں۔

سہمی سہمی آنکھیں جن میں محبت بھری التجا شامل تھی۔

کیا وہ سب فریب تھا۔

دھوکہ تھا۔

حنا نے بے چینی سے کروٹ بدلی۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ذہن تھا کہ کسی طرح بہلائے نہ بہلتا تھا۔ معاً اسے خیال گزرا ممکن ہے منصور نے فرزانہ کی موجودگی میں اس کی باتوں کا برا منایا ہو۔ دعوت کا بہانہ کر کے وہ شاید اس لئے دیر تک گھر سے غیر حاضر رہا ہو کہ وہ اپنی غلطی کا احساس کر لے۔

اور..........

یہ بھی ممکن تھا کہ منصور اور فرزانہ کا کوئی اور پروگرام بن گیا ہو۔

حنا اس خیال پر تڑپ اٹھی۔ اسے خود بھی نہیں معلوم تھا کہ آخر وہ منصور کی ذات سے اس حد تک کیوں وابستہ ہوتی جا رہی ہے۔ جھلا کر اس نے ذہن سے منصور کا خیال جھٹک دینا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکی۔ منصور اس کے خواب و خیال پر بری طرح حاوی ہوتا جا رہا تھا۔

حنا کو اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔ آخر اسے کیا ہو گیا تھا۔ اس سے پہلے تو اس نے منصور کے بارے میں اتنی سنجیدگی سے کبھی نہ سوچا تھا۔ پھر آج یہ بے چینی کیسی تھی۔

کون سی خلش تھی جس نے اس کی پلکوں سے نیند چرا لی تھی۔

"کون سا جذبہ تھا جس نے اسے بے چین کر دیا تھا۔

کیا اسی کا نام محبت ہے۔

کیا اسے واقعی منصور سے محبت ہو گئی تھی۔

"نہیں .... یہ سب بکواس ہے۔ سراسر جھوٹ ہے۔" حنا نے بڑبڑاتے ہوئے دوسری کروٹ بدلی۔ ذہن سے منصور کے تصور کو نکالنا چاہا لیکن دل تھا کہ بار بار منصور کے خیال سے دھڑک اٹھتا۔

اور..........

پھر نہ جانے اسی کشمکش میں کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

صبح جب وہ بیدار ہوئی تو اس کی بوڑھی آیا کمرے میں موجود تھی۔ اس نے خوابیدہ

خوابیدہ پلکیں اٹھا کر گھڑی پر نظر ڈالی نو بج رہے تھے۔ اتنی دیر تک وہ پہلے کبھی نہ سوئی تھی۔ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"طبیعت کیسی ہے بی بی!" بوڑھی آیا نے پوچھا تو وہ جھلا گئی۔

"تم نے مجھے جگایا کیوں نہیں۔"

"کئی بار کوشش کر چکی ہوں لیکن آپ بہت گہری نیند سو رہی تھیں۔ اس لئے میں نے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"نیلوفر کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہوں گی۔" آیا بولی۔ "ایک بار انہوں نے آپ کو جگانا چاہا تھا مگر آپ کروٹ بدل کر رہ گئیں۔"

"ناشتہ کر لیا سب لوگوں نے۔"

"جی ہاں۔"

"ابا حضور اپنے دفتر چلے گئے۔"

"وہ تو آٹھ ہی بجے چلے جاتے ہیں۔" بوڑھی آیا نے حنا کو گھورتے ہوئے کہا۔

"اختر صاحب کہاں ہیں؟" حنا نے پوچھا۔

"تھوڑی دیر پہلے بیگم صاحبہ کے پاس تھے' دیکھ آؤں جا کر؟"

"نہیں رہنے دو۔" حنا نے آیا کو منع کر دیا۔

"چائے لے آؤں بی بی!"

"نہیں۔" حنا بولی پھر آیا پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈال کر غسل خانے کی طرف چلی گئی۔ وہ منصور کے بارے میں پوچھنا چاہتی تھی لیکن پھر کچھ سوچ کر اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

غسل سے فراغت پا کر کپڑے تبدیل کئے۔ ناشتہ کیا پھر نیلوفر کے کمرے میں آ گئی۔ وہ اس وقت اختر کے کپڑوں پر استری کرنے میں مصروف تھی۔ حنا کو دیکھا تو سوئچ بند کر کے کرسی پر آ گئی۔

"آج تو خلاف معمول تم بہت دیر تک سوتی رہیں۔"

"ہاں' رات دیر سے نیند آئی۔" حنا نے کہا۔ "ابھی تک سر میں ہلکا ہلکا سا درد باقی ہے۔"

"ناشتہ کر لیا۔"

"ہاں۔"

"منصور کے بارے میں تم نے کوئی سوال نہیں کیا۔" نیلوفر نے حنا کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"میں سمجھی نہیں۔" حنا نے سنبھالا لیتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے میں بھی نہیں سمجھی تھی لیکن اب میں نے منصور کے بارے میں اپنی رائے بدل دی ہے۔"

"مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"ہونی بھی نہیں چاہئے۔" نیلوفر سنجیدگی سے بولی۔ "ایسے بے مروت آدمی سے تو بات بھی نہیں کرنی چاہئے۔"

"کل تک تو تم اس کے گن گنوا رہی تھیں۔" حنا نے جواب دیا۔

"کل تک میں نے تصویر کا صرف ایک رخ دیکھا تھا۔"

"آج کیا ہوا؟"

"آج منصور کھل کر بے نقاب ہو گئے۔" نیلوفر نے کہا۔ "صبح جب وہ تیار ہو کر جانے لگے تو میں نے تمہارے بارے میں پوچھ لیا تھا۔"

"میرے بارے میں۔"

"ہاں میں نے پوچھا تھا کہ کیا آج حنا کو ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں ہے۔ ہنس کر میری طرف دیکھا پھر جو جواب دیا اس کی مجھے امید نہیں تھی۔"

"جواب کیا دیا تھا۔" حنا نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"کہنے لگے میں دوسروں کا سہارا لے کر چلنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"ٹھیک کہا انہوں نے۔" حنا کا چہرہ غصے سے تپ کر گلنار ہو گیا۔ اسے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔

یہ حماقت ہی تو تھی جو وہ تمام رات منصور کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ منصور پر فرزانہ کا جادو چل گیا ہے ورنہ پہلے ایسے نہیں تھے۔"

"مردوں کی ذات اور موسم کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ جب چاہے بدل جائے۔" حنا نے جھلا کر کہا۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔" نیلوفر بولی۔ "ابھی کل ہی کی تو بات ہے۔ جب منصور نے اختر سے تمہارے بارے میں بہت کچھ کہا تھا اور آج اس طرح رنگ بدل گئے

جیسے........"

"ختم کرو نیلوفر۔" حنا نے تیزی سے کہا۔ "میں اب اس بارے میں کچھ سننا بھی پسند نہیں کرتی۔"

"کیا مطلب، کیا تم منصور کو اتنی شرافت سے معاف کر دو گی؟"

"انہوں نے میرا بگاڑا ہی کیا تھا جو معاف کرنے کا سوال پیدا ہو۔"

"یہ تو مت کہو حنا!" نیلوفر بولی۔ "ہم ایک دوسرے کو ایک مدت سے جانتے ہیں۔ تم اپنی زبان نہ کھولو یہ دوسری بات ہے مگر میں اتنی بچی بھی نہیں ہوں کہ تمہارے دل کا حال نہ سمجھ پاؤں۔"

حنا نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش بیٹھی اپنے نچلے ہونٹ چباتی رہی۔

"منصور نے جو زیادتی کی ہے اس کی سزا اُسے ضرور ملنی چاہئے۔" نیلوفر نے حنا کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "آخر انہوں نے خود کو سمجھ کیا رکھا ہے۔"

"نہیں نیلوفر! میں اس بات کو آگے نہیں بڑھانا چاہتی۔" حنا دبی زبان میں بولی۔

"تم چاہے خاموش ہو جاؤ لیکن میں تو منصور کو ایسا سبق دوں گی کہ وہ تمام زندگی یاد رکھیں گے۔"

"فائدہ کیا ہو گا؟"

"نہ ہو فائدہ۔ مگر جب تک میں منصور کو اس کی بے مروتی کا احساس نہ دلا دوں آرام سے نہیں بیٹھوں گی۔" نیلوفر نے خشک لہجے میں کہا۔ "آخر انہوں نے اپنے آپ کو سمجھ کیا رکھا ہے۔"

"تم شاید بھول رہی ہو کہ وہ ابا حضور کے مہمان ہیں۔"

"ہوا کریں۔ مجھے اس کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

"امی جان بھی منصور کو بہت چاہتی ہیں۔" حنا بولی۔ "انہیں یہ سب کچھ جان کر دکھ ہو گا۔"

"یہ کیوں نہیں کہتیں صاف صاف کہ تم کو بھی دکھ ہو گا۔"

"یہ بات نہیں ہے نیلوفر!"

"پھر........ تمہیں ایسے آدمی کی وکالت کرنے کی کیا ضرورت ہے جس نے تمہاری بھی مطلق پرواہ نہ کی۔"

"مجھے اس کا کوئی گلہ نہیں ہے۔" نہ جانے کیوں حنا کی آواز بھرا گئی۔

"انتہائی مکار اور فریبی قسم کا آدمی ہے۔" نیلو نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔ "مجھے تو اس بات پر بھی شبہ ہے کہ وہ رات دعوت میں گیا ہو گا۔ فرزانہ کے ساتھ کہیں گل چھرے اڑا رہا ہو گا۔"

"شاید تمہارا خیال درست ہو لیکن میں کون ہوتی ہوں اعتراض کرنے والی۔" حنا نے دبی زبان میں کہا۔

"کیا یہ بات تم دل سے کہہ رہی ہو؟"

حنا چپ رہی، کہتی بھی کیا۔ آنسو تھے کہ امڈے چلے آ رہے تھے اور دل کی کیفیت سنبھالے نہ سنبھل رہی تھی۔

منصور کی بے مروتی اسے گراں گزری تھی۔ رات اس نے کچھ اور سوچا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ منصور سے دور دور رہے گی۔ منصور روزمرہ کی طرح جب اسے ساتھ چلنے کو کہیں گے تو وہ کوئی خوبصورت سا بہانہ تراش کر اسے ٹال دے گی۔

لیکن.........

اس کے یہ سارے خیالی منصوبے خاک میں مل گئے۔

منصور نے اس کے ساتھ چلنا تو کجا اپنی روانگی کی اطلاع تک نہ دی تھی۔ وہ تنہا دفتر چلا گیا۔

نیلوفر سے یہ کہہ کر کہ اسے کسی کے سہارے کی ضرورت نہیں ہے۔

وہ حنا کو دیدہ و دانستہ نظرانداز کر گیا۔

آخر کیوں؟

اور اگر اسے حنا کو نظرانداز ہی کرنا تھا تو پھر اس نے بچپن کی بھولی بسری باتوں کو کس لئے دہرایا تھا۔

کیا ضرورت تھی اسے اس کے قریب آنے کی۔

دھوکہ باز!

مکار!

فریبی!

حنا کے ذہن میں الاؤ سا جل رہا تھا۔ اسے منصور کے تنہا جانے کا اتنا غم نہیں تھا جتنا افسوس اس بات کا تھا کہ وہ نیلوفر پر اپنے ارادہ کو جتا گیا تھا۔

وہ اندر ہی اندر گھٹی جا رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ نیلوفر کے سامنے سے

بھاگ جائے۔ اپنے کمرے میں جا کر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ اتنے آنسو بہائے کہ منصور کا وہ تصور بھی آنسوؤں میں بہہ جائے جس نے تمام رات اسے بے چین رکھا تھا۔

"تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔" نیلوفر نے دوبارہ پوچھا تو وہ یوں چونک پڑی جیسے کوئی خواب دیکھتے دیکھتے اچانک آنکھ کھل گئی ہو۔

بھیگی بھیگی شرمسار پلکیں اٹھا کر اس نے نیلوفر کو دیکھا پھر اندر ہی اندر مسوس کر رہ گئی۔

"افسوس تو اس بات کا ہے کہ منصور نے تمہارے ان آنسوؤں کی بھی کوئی قدر نہ کی۔" نیلوفر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

حنا نے کچھ کہنا چاہا لیکن زبان نے ساتھ نہ دیا۔ دل تھا کہ جیسے بیٹھا جا رہا تھا۔

"میں اسے تمہاری حماقت ہی کہوں گی۔" نیلوفر نے قدرے ناگوار لہجے میں کہا۔ "جب منصور کو تمہارا کوئی احساس نہیں ہے تو تم کیوں اس کے لئے آنسو بہا رہی ہو۔"

حنا کے جذبات میں ہلچل مچ گئی۔

"ہونا تو یہ چاہئے کہ اب تم بھی منصور کے خیال کو ٹھوکر مار کر دل سے نکال دو۔ واہ......... یہ بھلا کہاں کی چاہت ہے کہ اسے تو تمہاری مطلق پرواہ نہیں اور تم ہو کہ اس کی بے وفائی پر آنسو بہا رہی ہو۔"

"بس کرو نیلوفر! خدا کے لئے بس کرو۔" حنا تڑپ اٹھی جانے کیوں وہ منصور کے خلاف کچھ سننے کے لئے تیار نہ تھی۔

"کیوں بس کروں؟" نیلوفر بھی جھلا گئی۔ "کل تو تم کہہ رہی تھیں کہ تمہیں منصور سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"پھر ان آنسوؤں کا مطلب کیا ہے؟"

"مم......... میں......... میں کچھ نہیں جانتی۔" حنا نے نگاہیں جھکاتے ہوئے جواب دیا پھر جلدی سے آنچل میں ان آنسوؤں کو جذب کر لیا جو اس کی گھنیری پلکوں کے درمیان موتی کی طرح دمک رہے تھے۔

"غلط......... تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"نیلوفر!"

"یہ کیوں نہیں کہتی کہ تم منصور کو دل کی گہرائیوں سے پیار کرتی ہو۔" نیلوفر اس کا

جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔

حنا نے کچھ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکی۔ نظریں جھکالیں۔

"کیوں، اب چپ کیوں ہوگئیں۔"

"نیلوفر!" حنا بمشکل کہہ سکی۔ "یقین مانو مجھے نہیں معلوم کہ مجھے کیا ہوگیا ہے۔ میں خود حیران ہوں۔"

"آنے دو منصور کو آج، میں دوٹوک فیصلہ کئے لیتی ہوں۔"

"نہیں، خدا کے لئے تم ان سے کچھ نہ کہنا۔"

"میں تو ضرور کہوں گی اور ایسی کھری کھری سناؤں گی کہ منصور بھی تمام زندگی یاد رکھیں گے۔"

"بات بڑھ جائے گی۔"

"بڑھ جانے دو۔"

"بدنامی ہوگی۔"

"ہونے دو۔"

"سننے والے مذاق اڑائیں گے۔"

"تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجا کرتی ہے۔" نیلوفر بولی۔ "زیادتی منصور کی ہے۔ جو بھی سنے گا یہی کہے گا کہ اس نے دھوکہ کیا ہے۔"

"پھر بھی .... کیا فائدہ؟"

"تم اپنی منطق اور سفارش رہنے دو۔ میں خود ہی اس سے نپٹ لوں گی۔ یہ بھلا کہاں کی شرافت ہے کہ انسان جس تھالی میں کھائے اسی میں چھید کرے۔"

"ایسا مت کہو نیلوفر!" حنا نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کہا۔ "اوّل تو منصور نے ہمارے ساتھ کوئی دھوکہ نہیں کیا۔ پھر وہ خود سے یہاں نہیں آئے تھے، ابا حضور نے زور دے کر بلایا تھا۔"

"چلو یونہی سہی، فرق کیا پڑتا ہے۔ شرافت کا تقاضہ دونوں صورتوں میں یہی تھا کہ وہ تم لوگوں کا احسان مند رہتا۔"

"احسان کر کے کبھی جتایا نہیں جاتا۔"

"مگر منصور نے تو جتا دیا کہ اسے تمہاری مطلق فکر نہیں ہے۔ تم ہی بے وقوف ہو زمانے بھر کی جو منہ لٹکا کر بیٹھ گئیں۔"

حنا نے جواب دینے کو منہ کھولا ہی تھا کہ اختر کمرے میں آ گئے۔ کچھ اداس اداس اور پریشان سے لگ رہے تھے۔ حنا کو دیکھا تو ہونٹ چبا کر خاموش بیٹھ گئے۔

"کیا بات ہے اختر بھائی! آپ کچھ اداس اداس نظر آ رہے ہیں؟" حنا نے جلدی سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

اختر کچھ کہنے کے لئے پلٹے ہی تھے کہ نیلوفر بول پڑی۔

"ان کی اداسی کا سبب منصور ہیں۔ جھوٹے دغاباز۔"

حنا نے خشمگیں نظروں سے نیلوفر کی طرف دیکھا۔ اختر کی موجودگی میں وہ منصور کے ذکر کو نہیں چھیڑنا چاہتی تھی لیکن نیلوفر تو جیسے آج منصور کے خلاف تلی بیٹھی تھی۔ حنا کی نظروں کا مفہوم بھانپ کر اور تیز ہوگئی۔

"کب تک چھپاؤ گی تم، آج اختر کو معلوم ہوا ہے کل دوسروں تک بھی یہ اطلاع پہنچ جائے گی کہ منصور صاحب کتنے اعلیٰ ظرف واقع ہوئے ہیں۔"

اختر نے گھور کر نیلوفر کو دیکھا پھر حیرت سے حنا کو دیکھنے لگا۔

"تم خواہ کچھ بھی کرو لیکن میں فیصلہ کر چکی ہوں کہ آج منصور کو کسی قیمت پر معاف نہیں کروں گی۔" نیلوفر بدستور غصے میں بولی۔ "دیکھتی ہوں میں بھی کہ یہ فرزانہ کا چکر کیسے ختم نہیں ہوتا ہے۔"

"معاملہ کیا ہے؟" اختر نے نیلوفر سے پوچھا۔

"ایک نہ شد دو شد۔" نیلوفر چمک کر بولی۔ "ایک تو منصور نے ہماری حنا کی توہین کی اور آپ پوچھ رہے ہیں کہ بات کیا ہے۔"

"توہین کی، میں سمجھا نہیں۔"

"کیوں .... کیا آپ نے نہیں سنا کہ منصور کیا کہہ کر گئے ہیں۔ جب میں نے پوچھا کہ کیا حنا کو آج ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں ہے تو کس قدر جسارت بھرے لہجے میں کہا تھا، میں دوسروں کا سہارا لے کر چلنے کا عادی نہیں ہوں۔" نیلوفر نے تلملا کر کہا۔

"خدا جانے اپنے آپ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ بڑے آدمی ہوں گے تو ہوا کریں۔ حنا بھی کچھ کم نہیں ہے جو ان کے نام کی مالا جپتی رہے۔"

حنا چپ چاپ سر جھکائے بیٹھی سن رہی تھی۔

"کب کی بات کر رہی ہو؟" اختر نے تعجب سے پوچھا پھر حنا کی طرف دیکھ کر بولا۔ "کیا بات ہے حنا! کیا منصور سے تمہارا کوئی جھگڑا ہوا ہے؟"

"جی نہیں۔" حنا نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا۔

"پھر.......... یہ نیلوفر کیا کہہ رہی ہیں۔"

"میں جو کچھ کہہ رہی ہوں وہ حرف بہ حرف ٹھیک ہے۔" نیلوفر تیز ہو گئی۔ "منصور آپ کے دوست ہیں تو ہوا کریں۔ حنا بھی میری منہ بولی بہن ہے۔ میں اس بات کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی کہ منصور جیسے دو ٹکے کے آدمی حنا کے جذبات کو ٹھیس پہنچا کر خود قہقہے لگاتے پھریں۔"

حنا اس سے آگے کچھ نہ سن سکی۔ آنسوؤں کو پیتی تیزی سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آ کر مسہری پر گر پڑی۔

اور..........

اس کی آنکھوں کے سوتے پھوٹ پڑے۔

وہ سسک سسک کر رونے لگی۔

آنسوؤں کے قطرے اس کے گالوں سے ڈھلک ڈھلک کر تکیے میں جذب ہوتے رہے۔

آنسو۔

جو دل کی گہرائیوں سے امڈ رہے تھے۔

☆======☆======☆

حنا تمام دن اپنے کمرے میں پڑی منصور کے بارے میں سوچتی رہی۔ دوپہر کا کھانا سر درد کا بہانہ کر کے ٹال گئی۔ شام کی چائے کے لئے آپا نے کہا تو اس نے آپا کو جھڑک دیا۔

رات کے کھانے کے لئے نیلوفر اسے بلانے آئی تو اس کی آنکھیں رو رو کر سوج گئی تھیں۔ چہرہ ستا ستا نظر آ رہا تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔

نیلوفر نے حنا کے سراپا کا جائزہ لیا پھر بولی۔

"مجھے آپا سے معلوم ہوا ہے کہ تم نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا۔"

"بھوک نہیں تھی۔" حنا نے رندھی آواز میں کہا۔

"شام کی چائے بھی نہیں پی۔"

"دل نہیں چاہ رہا تھا۔"

"کیا اس وقت بھی کھانا نہیں کھاؤ گی؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"خواہش نہیں ہے۔"

"گھر والوں کے لئے تماشا بننا چاہتی ہو۔" نیلوفر نے پوچھا۔

حنا نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔

"منصور سنے گا تو اپنی فتح پر خوش ہو گا۔"

حنا کی آنکھیں ایک بار پھر نمناک ہو گئیں۔

"میں اسے محبت نہیں حماقت سمجھتی ہوں۔" نیلوفر بولی۔ "خواہ مخواہ پتھر دل کے لئے آنسو بہانے سے فائدہ۔"

حنا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک اٹھا۔

"کیا میں خالہ جان سے کہہ دوں کہ تم نے بھوک ہڑتال کیوں کر رکھی ہے۔"

"نہیں نیلوفر! خدا کے لئے ایسا مت کرنا۔" حنا نے ملتجی نظروں سے نیلوفر کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا منصور تمہارے آنسوؤں کی قدر کر سکے گا۔"

"مجھے دوسرے کے دل پر بھلا کیا اختیار ہے۔" حنا سسک اٹھی۔

"کب تک سوگ مناؤ گی۔"

"نیلوفر!" حنا کے دل سے ایک ہوک اٹھی پھر وہ نیلوفر سے لپٹ کر کسی معصوم بچے کی طرح پھوٹ پڑی۔

"پاگل مت بنو حنا! اس کا خیال دل سے نکال دو جسے تمہاری مطلق پرواہ نہیں ہے۔"

"میں مجبور ہو نیلوفر!"

"کل تک یہ مجبوری کیوں نہیں تھی؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" حنا ہچکی لے کر بولی۔ "مجھے کچھ پتہ نہیں نیلوفر کہ بیٹھے بٹھائے میں یہ کیا روگ لگا بیٹھی ہوں۔"

"انجام کیا ہو گا؟"

"خدا جانے۔"

"اگر تم کہو تو منصور کو سمجھانے کی کوشش کروں۔"

"نہیں، یہ میری محبت کی توہین ہو گی۔"

"فرزانہ کے مقابلے میں بازی ہار جانا پسند کر لو گی۔"

"مجبوری ہے۔" حنا نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"چلو، چل کر کچھ کھا لو۔" نیلوفر نے محبت سے اس کے شانے کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "صبح سے تم نے صرف ناشتہ کیا ہے۔"

"دل نہیں چاہ رہا ہے۔"

"دل کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔"

"یہ بھی میرے بس میں نہیں ہے۔"

"مایوسی گناہ ہے حنا!" نیلوفر بولی۔ "ہمت سے کام لو اگر خدا کو منظور ہے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"شاید۔" حنا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ایک بات پوچھوں۔"

"کیا؟"

"کیا منصور پر کبھی تم نے اپنی چاہت کا اظہار کیا تھا؟"

"نہیں۔"

"کبھی پیار کی باتیں بھی ہوئی ہیں؟"

"نہیں۔"

"پھر تم منصور کو قصوروار نہیں سمجھ سکتیں۔ ممکن ہے وہ تمہاری عدم توجہی کا شکار ہو کر فرزانہ کی سمت جھک گیا ہو گا۔"

"مجھے منصور سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

"پھر یہ رونا دھونا کس لئے؟"

حنا نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تمہیں پتہ ہے کچھ، منصور آج بھی ابھی تک واپس نہیں لوٹے۔"

"کام میں مصروف ہوں گے۔" حنا نے جانے کس دل سے کہا۔

"کام میں .... یا .... فرزانہ میں۔" نیلوفر معنی خیز لہجے میں بولی۔

"ان کی مرضی پر منحصر ہے۔"

"تم اگر چاہو تو منصور بدل سکتا ہے۔"

"کیسے؟" حنا مجسم سوال بن گئی۔

"اس سے لاپرواہی کا اظہار شروع کر دو۔ خود ہی کچے دھاگے سے بندھے تمہارے قدموں پر آ گریں گے۔"

"کیا ضروری ہے؟"

"میں جو کہہ رہی ہوں۔"

حنا سوچنے لگی۔ کیا وہ منصور سے لاپرواہی کا اظہار کر سکے گی۔ نیلوفر تھوڑی دیر تک کھڑی اس کے چہرے کا جائزہ لیتی رہی پھر اس نے حنا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کھانے کے لئے تمہارا کیا جواب ہے؟"

"خواہش نہیں ہے۔"

"خالہ جان اگر پوچھیں تو کیا کہہ دوں؟"

"کوئی بہانہ کر دینا۔"

"سوگ کا یہ سلسلہ آخر کب تک جاری رہے گا؟" نیلوفر جھلا گئی۔

"جب تک قسمت میں لکھا ہے۔" حنا کے دل کا درد ہونٹوں تک آ گیا۔

"اچھا تو پھر تم بیٹھی قسمت کو جھینکتی رہو۔ اختر کھانے پر میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔" نیلوفر نے شانے اچکاتے ہوئے جواب دیا پھر حنا کو گھورتی ہوئی مڑی اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

نیلوفر کے چلے جانے کے بعد حنا کا ذہن دوبارہ الجھ گیا۔ وہ سوچنے لگی۔

"مجھے آخر یہ اچانک کیا ہو گیا ہے۔ یہ کیسا درد ہے جو بیٹھے بٹھائے میری زندگی کو لگ گیا۔ منصور کے بارے میں پہلے تو کبھی میں اتنی سنجیدہ نہ تھی۔ پھر اچانک یہ تبدیلی کیسی۔ آنکھوں میں یہ نمی کیوں ہے۔ دل بار بار منصور کے تصور سے کیوں دھڑک اٹھتا ہے۔ جب منصور نے کبھی محبت کا اظہار نہیں کیا تو میرے دل میں یہ جذبہ کیسے اور کب پیدا ہو گیا۔ اتنی آہستگی سے کہ مجھے خبر تک نہ ہو سکی۔ اتنی خاموشی سے کہ مجھے علم تک نہ ہوا۔ اس قدر دبے قدموں کہ میں سنبھل بھی نہ سکی اور جب مجھے ہوش آیا تو منصور کی راہیں بدل گئیں۔ اسے فرزانہ کا سہارا مل گیا۔ مگر مجھے .... میں کس کے سہارے جیوں گی، کون ہے جو میرا درد سمجھ سکے۔ کون ہے جو میرے آنسو پونچھے۔ کون ہے جو میرا غم بانٹ سکے۔

کوئی نہیں۔

کوئی بھی نہیں۔

حنا خیالات کے دھارے پر بہتی رہی' بہتی رہی اور پھر اس وقت اس کے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو کر بکھر گیا جب آپا نے دبے قدموں سے اس کے قریب آ کر آہستہ سے پکارا تھا۔

"بی بی جی!"

"کیا ہے؟" وہ تلملا کر بولی۔ آپا کی دخل اندازی اسے گراں گزری تھی۔

"آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔" آپا نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"تمہیں کیا؟"

"تھوڑا سا کھا لیجئے بی بی!"

"نہیں' تم جاؤ اپنا کام کرو۔"

"ایک گلاس موسمی کا جوس ہی پی لیجئے۔"

"نہیں' نہیں .... نہیں۔" حنا غصہ سے بولی۔ "کتنی بار کہوں کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

آپا چپ چاپ کھڑی حنا کے سوگوار چہرے کو تکتی رہی پھر تھوڑے وقفے کے بعد بولی۔

"کیا نیلوفر بٹیا سے جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"نہیں بھئی' نہیں۔" حنا عاجز آ کر بولی۔

"منصور میاں نے کچھ کہہ دیا ہے۔"

"آپا!" حنا چیخ پڑی۔ "خدا کے لئے چلی جاؤ یہاں سے۔ میرا دماغ مت چاٹو۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

آپا سہم کر رہ گئی۔ ایک لمحے تک حیرت سے حنا کو دیکھتی رہی پھر منہ لٹکا کر واپسی کے لئے مڑی تو حنا نے آواز دے کر اسے روک لیا۔ وہ منصور کے بارے میں معلوم کرنا چاہتی تھی۔

"کھانا کھا لیا سب نے یا نہیں۔"

"ہاں بی بی .... کھا لیا۔" آپا دبی زبان میں بولی۔

"اختر صاحب ہیں گھر پر؟"

"ہاں۔"

"اور .... منصور آ گئے؟" اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"منصور میاں تو کل رات سے اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلے۔"

"کیا؟" حنا چونک اٹھی۔ "صبح وہ دفتر نہیں گئے تھے۔"

"ہوش ہی کہاں تھا اتنا کہ دفتر کا خیال آتا۔" آپا نے سر جھکا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" حنا کا دل کسی اندرونی جذبے سے دھڑک اٹھا۔ آپا کو گھورتی ہوئی بولی۔

"کیا ہو گیا منصور کو؟"

"کل رات سے بخار میں پڑے تپ رہے ہیں۔ صبح سے دو بار ڈاکٹر صاحب آ چکے ہیں۔"

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" حنا تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وہ .... نیلوفر .... بٹیا نے منع کر دیا تھا۔"

"لیکن نیلوفر نے تو کہا تھا کہ منصور ...." حنا کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ وہ سمجھ گئی کہ نیلوفر نے اس سے جو کچھ کہا تھا وہ محض مذاق تھا۔ صریحاً جھوٹ تھا۔

لیکن ....

"نیلوفر کو جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ پھر اس کا ذہن چکرا کر رہ گیا۔ وہ سوچنے لگی۔

کیا نیلوفر نے دیدہ دانستہ میرے دل کی گہرائیوں کو کریدنے کی کوشش کی تھی۔ آخر کیوں؟ شاید اس لئے کہ میں منصور سے اپنی اس محبت کا اعتراف کر لوں جس کا علم آج سے پہلے خود مجھے بھی نہیں تھا۔ مگر اس قدر سنجیدہ مذاق کی کیا ضرورت تھی۔

اور منصور؟

وہ نہ جانے کیا سوچتے ہوں گے کہ میں ان کی حالت دریافت کرنے بھی نہ گئی۔ انہوں نے ضرور میری غیر حاضری کو محسوس کیا ہو گا۔ دفتر میں بھی جب میں فرزانہ سے روکھائی سے پیش آئی تھی تو انہوں نے مجھے ملتجی نظروں سے دیکھا تھا۔ کتنی امیدیں جھلک رہی تھیں خاموش خاموش نگاہوں میں۔

"تو کیا منصور نے اس حد تک میری بے رخی کو محسوس کیا کہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔" حنا نے پھر سوچا اور پھر اندر ہی اندر تڑپ کر رہ گئی۔ اس نے تو منصور سے دور

رہنے کے لئے نہ جانے کیا کیا منصوبے بنا رکھے تھے۔

مگر اب۔

کیا اب بھی وہ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکے گی؟

کیا اب بھی وہ منصور سے دور رہے گی؟

منصور۔

جنہوں نے اس کی بے رخی کا بہت گہرا اثر لے ڈالا تھا۔

"معاف کر دو بی بی!" بوڑھی آپا نے حنا کے چہرے کی بدلتی ہوئی رنگت دیکھی تو سہم کر بولی۔ "نیلوفر بٹیا نے مجھے اگر قسم نہ دی ہوتی تو میں آپ کو ضرور بتا دیتی۔"

"اب کیسی طبیعت ہے منصور کی؟" حنا نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"ابھی تک بخار نہیں اترا۔ ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے کہ شاید فصلی بخار ہے۔"

"دوا وغیرہ پی انہوں نے۔"

"نہیں۔ سوئی لگائی ہے ڈاکٹر صاحب نے۔"

"امی جان کہاں ہیں؟"

"تھوڑی دیر پہل تک تو منصور میاں کے پاس تھیں' اب اپنے کمرے میں ہیں۔"

"منصور کے پاس کون کون ہے؟"

"اختر میاں اور بڑے صاحب بیٹھے ہیں۔"

"نیلوفر کہاں ہے؟" حنا نے قدرے تلخی سے پوچھا۔

"وہ بیگم صاحب کے پاس ہیں۔"

"کوئی اور بھی آیا تھا منصور کو دیکھنے؟" حنا نے سوال کیا۔ اس کے ذہن میں فرزانہ کا تصور ابھر آیا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب کی بٹیا بھی نظر آئی تھیں۔"

"منصور نے کیا باتیں کی تھیں؟"

"انہیں اتنا ہوش ہی کہاں تھا جو باتیں کرتے۔" آپا نے کہا۔ پھر دبی زبان پوچھا۔

"کیا منصور میاں سے آپ کا کچھ جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر آپ انہیں دیکھنے کیوں نہیں گئیں۔" آپا کی نگاہوں میں ایک ایسا سوال چمک رہا تھا جس کا جواب دینا حنا کے بس کی بات نہ تھی۔ اس نے آپا کو نظر بھر کر دیکھا پھر آپ

ہی آپ جھلا کر رہ گئی۔

"نیلوفر بٹیا سے میرا نام نہ لینا بی بی ورنہ وہ مجھ پر خفا ہوں گی۔"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" حنا نے نیلوفر کا غصہ آپا پر اتار ڈالا۔

"میرا کیا قصور ہے؟" آپا بولی۔ "میں تو آپ کی............"

"میں کہتی ہوں چلی جاؤ یہاں سے۔" حنا کا لہجہ کرخت ہو گیا تو آپا جلدی سے الٹے قدموں واپس چلی گئی۔

اور حنا۔

اس کی پلکوں پر تھمے تھمے آنسوؤں کے قطرے دھیرے دھیرے مسکرا اٹھے۔

"منصور۔" اس کے لب گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح کپکپائے پھر وہ آپ ہی آپ شرما گئی۔

☆======☆======☆

دوسری صبح وہ منصور کے کمرے میں بہت ڈرتے ڈرتے داخل ہوئی تو وہ آنکھیں بند کئے لیٹے تھے۔

چہرہ بخار کی تپش سے تمتما رہا تھا۔ بال الجھے ہوئے تھے۔ ایک عجیب سی بے کیفی تھی جو چہرے پر برس رہی تھی۔

حنا اندر ہی اندر دل مسوس کر رہ گئی۔ وہ اپنے آپ کو مجرم سمجھ رہی تھی۔ منصور اس کی بے التفاتی کا اتنا گہرا اثر لے بیٹھیں گے وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

چند ثانیے وہ دروازے میں کھڑی منصور کو تکتی رہی۔ اختر منصور کے سرہانے بیٹھے کچھ پڑھ رہے تھے۔ اس لئے وہ دبے قدموں آگے بڑھی اور منصور کے بستر کے قریب جا کر رک گئی۔

اختر نے آہٹ پا کر حنا کو دیکھا پھر مسکرا کر کتاب رکھی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ حنا نے شکایت بھری نظروں سے اختر کو دیکھا تو وہ یکلخت سنجیدہ سے ہو گئے۔

"اب کیسی طبیعت ہے منصور کی؟" حنا نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"ابھی ابھی آنکھ لگی ہے۔" اختر بولے۔ "رات بھر بے چینی سے کروٹیں لیتے رہے ہیں۔"

"بخار کی کیا کیفیت ہے؟"

"ابھی ہے۔"

"اختر بھائی!" حنا کی آواز رندھ سی گئی۔ "مجھے کم از کم آپ سے یہ توقع نہ تھی۔"

"میں واقعی شرمندہ ہوں لیکن نیلوفر.........."

"اسے بھی میرے ساتھ اتنا سنجیدہ مذاق نہیں کرنا چاہئے تھا۔" حنا نے شکایت کی۔

"ممکن ہے اس میں نیلوفر کی کوئی مصلحت رہی ہو۔"

حنا نے کوئی جواب نہ دیا۔ ٹکٹکی باندھے منصور کو دیکھتی رہی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ دوڑ کر اپنے محبوب کے قدموں میں سر رکھ دے اور رو رو کر معافی مانگے لیکن اختر کی موجودگی نے اس کے قدموں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں۔

"ابا حضور دفتر چلے گئے؟"

"جی ہاں۔"

"کرنل احسان نے کیا بتایا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ اس کا اندازہ تم کو بھی ہو گا۔" اختر کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"مجھے کل رات آپا کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ منصور کی طبیعت خراب ہے۔" حنا جان بوجھ کر انجان بن گئی۔

"ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ منصور نے کسی بات کا بہت گہرا اثر لیا ہے۔"

"منصور نے کیا بتایا؟" حنا کا دل تڑپ اٹھا۔

"میں نے پوچھا تھا لیکن ٹال گیا۔" اختر سنجیدگی سے بولے۔ "تم پوچھنا شاید کچھ بتا دیں۔"

"دوا پی لی انہوں نے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کہہ رہا تھا دوا پی کر کیا کروں گا۔"

"کیا جان بوجھ کر بیمار پڑے رہنے کا ارادہ ہے؟"

"شاید یہی بات ہو۔"

حنا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ نیلوفر آ گئی۔ کمرے میں حنا کو دیکھ کر وہ ٹھٹکی پھر ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیرتی اس کے قریب آ گئی۔

اختر مصلحتاً اٹھ کر باہر چلے گئے۔

حنا منہ پھلائے کھڑی رہی۔ نیلوفر سے کوئی بات نہ کی۔ اسے نیلوفر کے مذاق سے کچھ دکھ پہنچا تھا۔

"کچھ ناراض ہو مجھ سے؟" نیلوفر نے پوچھا۔

حنا خاموش رہی۔

"منصور کے بارے میں تمہیں کیسے پتہ چل گیا؟"

حنا نے ہونٹ بھینچ لئے۔

"کیا منہ میں دہی جما رکھی ہے۔"

"بس کرو نیلوفر!" حنا پھٹ پڑی۔ "مجھے تم سے اس کی توقع نہیں تھی۔"

"کیوں، میں نے کیا کیا؟"

"تمہیں منصور کی بیماری مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"بتا کر بھی کیا کرتی؟" نیلوفر سنجیدہ ہو گئی۔

"غلط بیانی سے کام لینے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم منصور سے کس قدر نفرت کرتی ہو۔"

نیلوفر کے جملوں میں چھپا ہوا طنز محسوس کر کے حنا کٹ کر رہ گئی۔ کوئی جواب بن نہ پڑا۔

"جانتی ہو منصور کی بیماری کی وجہ کیا ہے؟"

"نہیں۔" حنا کی آواز لرز گئی۔

"اتنی معصوم نہ بنو حنا!" نیلوفر بولی۔ "مجھے تو یہاں آئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا لیکن تم کو تو اتنے دنوں میں منصور کو سمجھ لینا چاہئے تھا کہ وہ کس قدر حساس طبیعت کے مالک ہیں۔"

"میں نے کیا کیا؟" حنا نے سہمے سہمے لہجے میں سوال کیا۔

"فرزانہ کی موجودگی میں تمہیں منصور کے ساتھ بے رخی کا اظہار کرنے کی کیا ضرورت تھی، کیا تمہارا خیال ہے منصور نے ان باتوں کا اثر نہ لیا ہو گا؟"

"لل.......... لیکن.......... انہیں میری باتوں کا اثر لینے کی کیا ضرورت تھی؟" حنا نے منصور کے چہرے پر پھیلی ہوئی بے کیفی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ سوال تم مجھ سے کر رہی ہو۔"

"پھر کس سے کروں۔"

"اپنے دل سے۔"

حنا نے بھیگی بھیگی دراز پلکیں اٹھا کر نیلوفر کو دیکھا۔ کچھ جواب دینا چاہا لیکن زبان نے

ساتھ نہ دیا۔ پلکوں سے دو آنسو ابل کر نیچے ڈھلک گئے۔

"تم نے منصور کے کردار پر شبہ کر کے غلطی کی ہے۔" نیلوفر نے کہا۔ "اب یہ فرض بھی تمہارے اوپر عائد ہوتا ہے کہ اس غلطی کا ازالہ بھی کرو۔"

حنا نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر آنکھیں بند کر لیں۔ دل کے اندر ایک طوفان پھٹ پڑنے کو بے چین تھا۔

"میں خالہ جان کے پاس جا رہی ہوں، تم منصور کا دھیان رکھنا۔"

نیلوفر چلی گئی تو حنا نے کچھ سوچ کر جلدی جلدی آنکھیں خشک کیں۔ پھر آہستہ سے آگے بڑھ کر منصور کے بستر کے سرہانے پڑی کرسی پر بیٹھ گئی۔

منصور ابھی تک آنکھیں بند کئے لیٹے تھے چہرے پر بڑی سوگوار سی پژمردگی چھائی ہوئی تھی۔

ڈرتے ڈرتے حنا نے ہاتھ بڑھا کر منصور کی پیشانی پر اپنا ہاتھ رکھا تو تڑپ کر رہ گئی۔ منصور بخار کی تپش سے دہک رہے تھے۔

"منصور۔" حنا نے کانپتی ہوئی آواز سے پکارا۔

جواب نہ پا کر وہ تڑپ اٹھی۔

"منصور! مجھے معاف کر دو۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ پھر کسی خیال کے تحت آنچل سے آنسو پونچھے اور منصور کے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرنے لگی۔

بڑی دیر تک وہ اس کا سر سہلاتی رہی۔ منصور بے سدھ پڑے تھے۔ حنا بڑی محویت کے عالم میں انہیں تکے جا رہی تھی۔

کافی دیر بعد منصور نے کراہ کر کروٹ بدلی۔

"پانی۔" انہوں نے بڑی نقاہت سے کہا۔

حنا تیزی سے اٹھ کر بڑی میز کی طرف لپکی جس پر جگ اور گلاس کے علاوہ دواؤں کی شیشیاں بھی رکھی تھیں۔ گلاس میں پانی لے کر وہ منصور کے قریب آ گئی لیکن اتنی ہمت نہ کر سکی کہ اسے پانی کے لئے کہہ سکتی۔ اپنی بزدلی پر اسے غصہ آ گیا۔

"پانی۔" منصور نے دوبارہ کہا تو وہ چپ نہ رہ سکی۔

"لیجئے .... یہ رہا پانی۔"

منصور نے حنا کی آواز سنی تو آنکھیں کھول دیں۔

کتنی حسرت اور کتنی شکایتیں تھیں ان آنکھوں میں۔ حنا نے دیکھا تو جلدی سے

نظریں جھکا لیں۔

منصور اسے یوں دیکھ رہے تھے جیسے عالم خواب میں ہوں۔ اداس اداس اور ویران ویران نظریں حنا کے سراپا پر جمی ہوئی تھیں۔

حنا چور سی بنی کھڑی تھی۔ ہاتھوں میں دبا گلاس اس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ساتھ لرز رہا تھا۔

منصور کافی دیر تک نہ بولے تو حنا نے دوبارہ نظریں اٹھائیں اور کانپ کر رہ گئی۔ منصور کی آنکھوں میں جیسے دنیا جہان کا درد اتر آیا تھا۔ وہ حنا کو مسلسل گھورے جا رہے تھے۔

"آپ نے پانی مانگا تھا۔" حنا نے دبی آواز میں کہا۔

"حنا!" منصور کے خشک ہونٹ یوں کانپ اٹھے جیسے درخت سے گرا ہوا کوئی سوکھا پتہ ہوا سے ہل گیا ہو۔

"جی!"

"میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔" منصور کی آواز میں درد تھا۔

"پانی پی لیجئے۔" حنا بولی۔

منصور کے ہونٹ کچھ کہنے کے لئے ہلے پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"منصور!" حنا نے آہستہ سے پکارا تو منصور نے دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ ٹکٹکی باندھے حنا کو دیکھتے رہے۔

"آپ نے پانی مانگا تھا۔"

"تم نے کیوں تکلیف کی؟" منصور کی آواز ابھری۔ "آپا سے یا کسی اور سے کہہ دیا ہوتا۔"

حنا تڑپ اٹھی۔ دل میں مچلنے والا طوفان پھٹ پڑنے کو بے چین تھا لیکن وہ ضبط کر گئی۔

"اٹھئے، میں آپ کو پانی پلائے دیتی ہوں۔"

"زحمت ہو گی تمہیں۔"

"منصور!" حنا کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ "کیا آپ مجھ سے بہت ناراض ہیں؟"

"نہیں۔"

"پھر یہ اکھڑی اکھڑی باتیں کیوں؟"

"بُرا آدمی جو ہوں۔"

"منصور!" حنا ضبط نہ کر سکی۔ "خدا کے لئے مجھے معاف کر دیجئے۔"

حنا کی پلکوں سے آنسو ڈھلکے تو منصور بھی بے چین ہو گئے۔

"حنا!"

"جی!"

"تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے؟"

"جی نہیں۔"

"پھر......... پھر تم مجھے پوچھنے کیوں نہیں آئیں؟"

"آئی تھی۔" حنا نے مصلحتاً جھوٹ بولا۔ "آپ سو رہے تھے۔"

"غلط کہہ رہی ہو' میرا دل نہیں مانتا۔" منصور نے بڑے وثوق کے ساتھ کہا۔

"اگر یقین نہیں آتا تو نیلوفر سے پوچھ لیجئے۔"

"نیلوفر' وہ تو کچھ اور کہہ رہی تھی۔"

"کیا؟"

"تم مجھ سے ناراض ہو۔"

"ہاں۔" حنا نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ "میں آپ سے ناراض ہوں۔"

"کیوں؟" منصور بے چین ہو گئے۔

"آپ نے دوا جو نہیں پی۔"

"تم نے پلائی کب تھی۔"

"چلئے اب پلائے دیتی ہوں۔"

"نہیں۔" منصور نے بڑی نقاہت سے کہا۔ "مجھے دوا کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پھر کس چیز کی ضرورت ہے؟"

"حنا کی۔" منصور کی ویران نظروں میں پیار چھلک پڑا۔ حنا نے شرما کر نگاہیں جھکا لیں۔

"حنا!"

"جی!"

"میری طرف دیکھو۔"

حنا نے شرمائی شرمائی نظریں اٹھا کر منصور کو دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں کتنی حسرت

تھی' درد تھا' التجا تھی۔

"تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر تم اس روز دفتر سے جلدی کیوں چلی آئی تھیں؟"

"سر میں درد ہو رہا تھا۔"

"میں ایسے نہیں یقین کروں گا۔"

"پھر کیسے کریں گے؟"

"میرے سر کی قسم کھا کر کہو کہ تم مجھ سے ناراض نہیں ہو۔" منصور نے بچوں کی طرح ضد کی۔

"کرنل احسان نے آپ کو زیادہ باتیں کرنے سے منع کیا ہے۔" حنا نے ٹالنا چاہا تو منصور کے ہونٹوں پر ارتعاش سا پیدا ہو گیا۔ اداس لہجے میں بولے۔

"مجھے بہلانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"دوا لاؤں' پئیں گے؟"

"نہیں۔" منصور نے خشک آواز میں کہا۔ پھر نگاہوں کا زاویہ حنا کی طرف سے بدل کر چھت کو گھورنے لگا۔

"کب تک بیمار رہنے کا ارادہ ہے؟"

"جب تک موت نہیں آ جاتی۔"

"منصور!" حنا تڑپ اٹھی پانی کا گلاس نیچے رکھ کر وہ منصور کے اور قریب آ گئی۔ "خدا کے لئے منصور! ایسی باتیں مت کیجئے۔"

"زندہ رہ کر بھی کیا کروں گا؟"

"مجھے معاف کر دیجئے منصور!" حنا نے منصور کا ہاتھ تھام لیا۔

"ایسے نہیں۔" منصور نے حنا کو پیار بھری نظروں سے دیکھا پھر مدھم آواز میں بولے۔ "تمہیں ایک وعدہ کرنا ہو گا۔"

"کیسا وعدہ؟"

"آئندہ تم مجھ سے کبھی روٹھو گی نہیں۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔" حنا جلدی سے بولی۔

"مجھے کبھی غلط نہیں سمجھو گی۔"

"نہیں سمجھوں گی۔"

"میری محبت پر کبھی شبہ نہیں کرو گی۔"

حنا نے کوئی جواب نہ دیا' شرما کر گردن جھکا لی۔

"تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"پہلے دوا پی لیجئے' پھر بتاؤں گی۔" حنا بولی پھر اٹھ کر دوا لے آئی۔

منصور کو سہارا دے کر اٹھایا۔ دوا پلائی پھر تکیہ ٹھیک کر کے اسے دوبارہ لٹا دیا اور خود قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی۔

"اب بتاؤ' کیا جواب ہے تمہارا؟"

"آپ نے پوچھا کیا تھا؟" حنا نے بڑی معصومیت سے منصور کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ تم دوبارہ کبھی منصور کی محبت پر شبہ نہیں کرو گی۔"

"یہ منصور صاحب کون ہیں؟" حنا نے شوخی سے پوچھا۔

"بتا دوں۔" منصور نے والہانہ لہجے میں پوچھا۔

"اتنی جلدی کیا پڑی ہے۔ ٹھیک ہو جایئے پھر بتاتے رہیئے گا۔"

"ٹال رہی ہو مجھے' کیوں؟"

"آنکھیں بند کر کے سو جایئے اچھے بچوں کی طرح۔ زیادہ باتیں کرنے سے تکان ہو گی۔" حنا اپنے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ بکھیر کر بولی۔

"میں سو گیا تو تم چلی جاؤ گی میرے پاس سے۔"

"نہیں جاؤں گی یہ وعدہ رہا۔"

"اور میرے سوال کا کیا جواب ہے؟"

"کیا اب بھی کسی جواب کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟" حنا نظریں جھکا کر دوپٹے کا آنچل مروڑتی ہوئی بولی۔

"میں جواب سننا چاہتا ہوں۔"

"بہت ضدی ہو گئے ہیں آپ۔"

"ضد ہی سمجھ لو لیکن جواب تو تمہیں دینا ہو گا۔"

"میں آپ کو اتنا کند ذہن نہیں سمجھتی تھی۔" حنا پیار سے مسکرائی۔

منصور نے جواب میں کچھ کہنے کے لئے ہونٹ وا کئے لیکن نیلوفر کے آ جانے سے

خاموش ہو گئے۔

حنا بھی اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"میں مخل تو نہیں ہوئی۔" نیلوفر نے قریب آ کر حنا سے پوچھا۔

"مخل تو ہوئی ہو لیکن مجبوراً برداشت کر لوں گی۔" حنا نے ڈھٹائی سے جواب دیا تو منصور کے پھیکے ہونٹوں پر بھی تبسم ابھر آیا۔

"کیا باتیں ہو رہی تھیں؟" نیلوفر نے پوچھا۔

"بری بات ہے نیلوفر!" حنا بولی۔ "بچوں کو بزرگوں کی باتوں کے درمیان نہیں بولنا چاہئے۔"

"اچھا جی .... ہماری بلی ہمیں سے میاؤں۔" نیلوفر نے حنا کو گھورتے ہوئے کہا۔ پھر بولی۔

"چلو اب اٹھو سیدھی طرح سے۔ منصور بھائی کو آرام کی ضرورت ہے۔"

رہنے دو نیلوفر!" منصور بڑی ہمت کر کے بولے۔

"بالکل نہیں۔ آپ مریض ہیں اس لئے کوئی رعایت نہیں ملے گی۔ ویسے بھی اس وقت آپ کو حنا سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے۔" نیلوفر نے فیصلہ کن آواز میں جواب دیا۔ پھر حنا کو اٹھا کر باہر لے گئی۔

منصور حنا کو دروازے تک دیکھتے رہے پھر انہوں نے مسکرا کر آہستہ سے آنکھیں بند کر لیں۔

☆======☆======☆

شام کو حنا منصور کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ خاصے ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے۔ تکئے کے سہارے نیم دراز کسی رسالے کی ورق گردانی میں محو تھے۔

دروازے پر حنا کے قدموں کی آہٹ سنی تو رسالہ میز پر رکھ دیا اور حنا کو دیکھنے لگے جو سراپا ناز بنی کھڑی تھی۔

"دوپہر کو کہاں غائب ہو گئی تھیں۔" منصور نے شکایت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نیند آ گئی تھی۔"

"میں کچھ اور سمجھ رہا تھا۔"

"کیا سمجھ رہے تھے؟" حنا زیر لب مسکراتی منصور کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"یہی کہ تم شاید پھر مجھ سے ناراض ہو گئیں۔"

"زیادہ نہ سوچا کریں۔ ورنہ پھر طبیعت خراب ہو جائے گی۔"

"یہ تمہارے آئندہ رویے پر منحصر ہے۔"

منصور نے حنا کی آنکھوں میں جھانکا تو وہ لجا کر رہ گئی۔

"دوائی پی آپ نے۔" حنا نے بات بنائی۔

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"تم جو نہیں آئی تھیں' پھر کون پلاتا؟"

"نیلوفر تو کہہ رہی تھی کہ اس نے آپ کو دوا پلا دی۔"

"اس نے کوشش کی تھی لیکن میں بہانہ کر کے ٹال گیا۔"

"ٹال جانے کی عادت بہت بری ہوتی ہے۔" حنا نے دبی زبان میں کہا۔

"کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔" منصور بولے۔ "یہ عادت بھی میں نے تم سے سیکھی ہے۔"

حنا نے شوخ نظروں سے منصور کو دیکھا پھر اٹھ کر بڑی میز پر آئی۔ دیکھا سچ مچ منصور نے دوپہر کی خوراک نہیں پی تھی۔ اس نے پیالی دھو کر دوا کی ایک خوراک انڈیلی پھر پلٹ کر منصور کے قریب آ گئی۔

منصور اسے مسلسل گھورے جا رہے تھے۔

"لیجئے' اب تو ایک خوراک پی لیجئے۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"دوا پی کر اچھا ہو گیا تو پھر تم میرا اتنا خیال نہ رکھو گی۔"

"کیا تمام عمر بیمار رہنے کا ارادہ ہے؟"

"تمہاری خاطر یہ بھی گوارا ہے مجھے۔" منصور نے پیار بھری نظروں سے حنا کو گھورتے ہوئے کہا تو وہ شرما کر رہ گئی۔

"دوا کی مجھے چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ کی نوازشیں یونہی برقرار رہیں تو خود بخود اچھا ہو جاؤں گا۔"

"یہ اچانک اتنی باتیں بنانا کہاں سے سیکھ لیں آپ نے؟ پہلے تو ایسے نہیں تھے۔" حنا نے کہا۔

"پہلے مجھے یقین تھا کہ بغیر باتیں بنائے بھی کام چل جائے گا۔"

"اور اب کیا خیال ہے؟"

"حالات پر منحصر ہے۔"

"اچھا لیجئے' ایک خوراک پی لیجئے۔" حنا نے پھر دوا پلانی چاہی تو منصور نے برا سا منہ بنا کر انکار میں گردن ہلا دی۔

"اگر آپ دوا نہیں پئیں گے تو میں چلی جاؤں گی۔" حنا نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کیا تو منصور رضامند ہو گئے۔

دوا پلا کر حنا نے پیالی میز پر رکھی پھر منصور کی طرف دیکھ کر باہر جانے کے ارادے سے آگے بڑھی تو منصور نے پکارا۔

"یہ کون سی ادا ہے؟"

"کچھ مجھ سے فرمایا آپ نے۔" حنا منصور کو ستانے کی غرض سے سنجیدہ ہو گئی۔

"کیا صرف دوا پلانے کی غرض سے آئی تھیں؟"

"جی ہاں' امی جان کا حکم صرف اتنا ہی تھا۔"

"کھاؤ میرے سر کی قسم۔" منصور نے کہا۔

"مجھے جھوٹی قسم کھانے کی عادت نہیں ہے۔" حنا سنجیدگی برقرار نہ رکھ سکی۔

"کرنل احسان نے مجھے جوس کے لئے تاکید کی تھی۔"

"بہتر ہے۔" حنا بولی پھر اس نے میز کے قریب جا کر تازہ موسمی کا جوس نکالا اور گلاس تھامے دوبارہ منصور کے قریب آ گئی۔

"بیٹھ جاؤ۔ کھڑی کیوں ہو؟"

حنا گلاس تھامے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئی تو منصور نے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھام لی۔

حنا کسمسانے لگی۔

"میں تم سے بہت ناراض تھا حنا!" منصور بولے۔ "آج تمہارے آ جانے سے کتنی خوشی ہوئی ہے۔ یہ بیان نہیں کر سکتا۔"

"ہاتھ تو چھوڑیئے میرا۔"

"یوں نہیں' میں نے تم سے صبح کوئی سوال کیا تھا۔"

"کیا کہا تھا آپ نے مجھے یاد نہیں آ رہا؟"

”جان بوجھ کر انجان بن رہی ہو۔“

”دوبارہ بتا دینے میں کیا حرج ہے؟“ حنا نے دھڑکتے دل سے کہا۔

”پہلے وعدہ کرو کہ تم ٹالو گی نہیں۔“

”وعدہ۔“

”میں نے پوچھا تھا کہ کہ تم میری محبت پر شبہ تو نہیں کرو گی۔“

حنا نے منصور کی آنکھوں میں پیار کی گرمی محسوس کی تو شرما کر گردن جھکا لی۔ ہاتھ چھڑانا چاہا تو منصور کی گرفت اور مضبوط ہو گئی۔

”جب تک میرے سوال کا جواب نہیں ملے گا میں کلائی نہیں چھوڑوں گا۔“

”کوئی آ جائے گا۔“ حنا نے لجاتے ہوئے کہا۔

”آ جانے دو۔“

”آپ اس قدر ضدی کب سے بن گئے ہیں؟“

”جب سے تم نے میری محبت پر شبہ کرنا سیکھ لیا ہے۔“ منصور بے باکی سے بولے۔

”میں صبح بھی آپ کے سوال کا جواب دے چکی ہوں۔“ حنا نے دراز دراز پلکوں کو آنکھوں پر چلمن کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

”ابھی میں نے اشاروں کا مطلب سمجھنا نہیں سیکھا۔“

”خدا کے لئے میرا ہاتھ چھوڑ دیجئے۔“ حنا دوبارہ کسمسائی۔ ”کوئی آ جائے گا تو نہ جانے کیا سوچے گا۔“

”پہلے میرے سوال کا جواب دو۔“

”اچھا۔“ حنا بمشکل کہہ سکی۔

منصور نے اس کی کلائی چھوڑ دی۔ جوس کا گلاس لے کر پیا تکیے کا سہارا لے کر لیٹے رہے۔ نگاہیں بدستور شرمائی شرمائی اور لجائی لجائی حنا کے دمکتے ہوئے چہرے پر مرکوز تھیں۔

”حنا!“

”جی!“

”آئندہ تو کبھی تم مجھ سے ناراض نہیں ہو گی۔“

”نہیں۔“

”یونہی ہمیشہ میرا خیال رکھو گی۔“

”اگر حالات نے اجازت دی تو۔“

”حالات سے تمہاری کیا مراد ہے؟“

”میں وضاحت نہ کر سکوں گی۔ آپ خود سمجھدار ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ منصور کہا۔ ”لیکن جذبے اگر سچے ہوں تو حالات کبھی نہیں بدل سکتے۔“

”قسمت میں کیا لکھا ہے‘ یہ کون جانتا ہے۔“ حنا نے دبی زبان میں کہا۔

”مجھے اپنی پرستش پر اعتماد ہے۔“ منصور بولے۔ ”یاد ہے تمہیں‘ میں نے بچپن میں سے کوئی وعدہ کیا تھا۔“

”وہ بچپن کی باتیں تھیں۔“

”اب کیا فرق پڑ گیا۔“

حنا نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش بیٹھی رہی۔

”حنا!“

”جی!“

”میری طرف دیکھو۔“

حنا نے کانپتی ہوئی پلکوں کو اٹھا کر منصور کی طرف دیکھا۔

”ایک بات بتاؤ گی۔“

”پوچھئے۔“

”اگر کبھی حالات نے میرا ساتھ نہ دیا تو کیا تم بھی میرا ساتھ چھوڑ دو گی؟“

”منصور! آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ میں عورت ہوں۔“

”میں سمجھا نہیں۔“

”عورت مجبور ہوتی ہے منصور!“ حنا نے لرزتی آواز میں جواب دیا۔ ”اس میں اتنی طاقت کبھی نہیں ہوتی کہ طوفان کا مقابلہ کر سکے۔“

”میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔“

”میں جانتی ہوں لیکن عورت بے زبان ہوتی ہے۔“

”تمہیں کس بات کا خطرہ ہے؟“

”کسی بات کا نہیں۔“ حنا بولی۔ ”آپ کے جواب میں ایک امکانی بات کا اظہار کر رہی تھی۔“

منصور حنا کو پیار بھری نظروں سے گھورتے رہے۔ پھر بولے۔

"نیلوفر نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے میرے خلاف تمہارے کان بھر دیئے تھے۔"

"ہاں، کبھی میرا وقت آیا تو میں بھی اسے نہیں بخشوں گی۔"

"لیکن مجھے اس سے کوئی شکوہ نہیں ہے۔" منصور زیر لب مسکرائے۔ "اگر وہ تمہیں نہ اکساتی تو شاید ہمارے درمیان یہ فاصلے اتنے نہ گھٹتے۔"

"گویا یہ آپ کی اور نیلوفر کی ملی بھگت تھی۔" حنا نے شکایتی نظروں سے منصور کو دیکھا۔

"نہیں۔ نیلوفر نے مجھ سے کچھ کہے بغیر ہی سب کچھ بھانپ لیا تھا۔"

"اگر وہ درمیان میں نہ ہوتی تو کیا ہوتا۔"

"کیا ہوتا۔" منصور نے سرد آہ بھری۔ "میں یونہی تمہاری یاد میں پڑا سلگتا رہتا بلکتا رہتا اور .... اور پھر شاید کبھی قدرت کو میری بے کسی پر رحم آ جاتا۔"

"یہ آپ اتنی جلدی مایوسی کی باتیں کیوں کرنے لگتے ہیں؟" حنا جلدی سے بولی۔ اس کے لہجے میں بڑی اپنائیت تھی۔

خلوص تھا۔

پیار تھا۔

"میں زندگی میں مایوسی کو سب سے بڑا گناہ سمجھتا ہوں لیکن قسمت نے میرے ساتھ کبھی اچھا سلوک نہیں کیا۔ حالات نے مجھے بے سہارا کر دیا اور اب .... اب اگر تمہارا سہارا بھی نہ ملا تو میں زندہ نہ رہ سکوں گا۔" منصور کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے جھلملائے تو حنا تڑپ اٹھی۔

"خدا کے لئے منصور! ان آنسوؤں کو پونچھ ڈالئے۔"

"اتنی تکلیف تم بھی کر سکتی ہو حنا!" منصور نے بڑی حسرت بھری آواز میں کہا "مجھے احساس تو ہو گا کہ ابھی کچھ سہارے زندہ ہیں۔"

حنا نے جلدی سے دوپٹہ کا آنچل آگے بڑھا کر منصور کے آنسو پونچھ ڈالے لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے جلدی سے شرما کر گردن جھکا لی۔

منصور کی آنکھوں میں مچلتے ہوئے پیار کی جھلکیاں دیکھ کر وہ کسی چھوئی موئی کے اور معصوم پودے کی طرح سمٹ گئی۔

پھر دروازے کے باہر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تو حنا نے جلدی سے کرسی پلنگ سے دور ہٹا لی۔ منصور بھی سنبھل گئے۔

نیلوفر کرنل احسان کو لئے کمرے میں داخل ہوئی تو حنا کرسی چھوڑ کر اٹھ گئی۔ نیلوفر نے حنا کو دیکھا تو اس کی آنکھیں شرارت سے مسکرا اٹھیں۔

"سناؤ منصور! اب کیسی ہے تمہاری طبیعت؟" کرنل احسان نے کرسی پر بیٹھ کر منصور کی نبض دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے سے بہت بہتر ہوں کرنل!"

"نیلوفر بتا رہی تھی کہ تم دوا پینے میں کنجوسی سے کام لے رہے ہو۔"

"پرانی عادت جو ٹھہری۔" منصور بڑے دلآویز انداز میں مسکرائے۔

"خیر .... خدا کا شکر ہے کہ اب تم بہتر ہو لیکن کمزوری ابھی باقی ہے۔ دو چار دنوں میں وہ بھی جاتی رہے گی۔"

"آپ کی عنایتوں کا نتیجہ ہے کرنل!"

"میرا خیال ہے کہ حنا کی مسیحائی تم کو زیادہ راس آئی ہے۔" کرنل احسان نے مسکرا کر کہا تو حنا شرم سے کٹ کر رہ گئی۔

"آپ میری حق تلفی کر رہے ہیں کرنل!" نیلوفر جھٹ سے بول پڑی۔ "حنا نے تو پلٹ کر منصور بھائی کی خبر تک نہ لی تھی۔ یہ تو میں تھی جو منت سماجت کر کے انہیں زبردستی دوائیں پلاتی رہی۔"

"چلو یونہی سہی، مقصد تو منصور کے ٹھیک ہونے سے تھا۔"

"لیکن مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ دوبارہ بیمار نہ پڑ جائیں۔"

"کیوں .... کیوں؟" کرنل احسان نے چونک کر پوچھا۔

"آپ نے زیادہ باتیں کرنے سے منع کیا تھا لیکن یہ آپ کی ہدایت پر عمل نہیں کرتے۔" نیلوفر نے منصور کو گھورتے ہوئے کہا تو منصور مسکرا دیئے۔

"یہ بات غلط ہے منصور! تمہیں آرام کی سخت ضرورت ہے۔"

"آرام ہی تو کر رہا ہوں کرنل!"

"کیا خاک آرام کر رہے ہو؟" نیلوفر بولی پھر کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی لیکن حنا نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ مسکرا کر چپ ہو گئی۔

کرنل احسان تھوڑی دیر تک بیٹھ کر چلے گئے تو حنا نیلوفر سے الجھ پڑی۔

"تمہاری زبان کبھی تالو سے بھی لگتی ہے۔"

"کیوں .... میں نے کیا کہا؟"

"کچھ بھی نہیں، تمہیں تو بولنا ہی نہیں آتا۔"

"بولنا تو بہت آتا ہے لیکن تمہارا خیال کر کے چپ ہو جاتی ہوں۔"

"اختر بھائی کا ہی دل گردہ ہے جو تمہاری جیسی لڑکی سے نبھاہ کر رہے ہیں ورنہ تم جو ہو یہ میں اچھی طرح سمجھتی ہوں۔"

"سمجھا کرو، میری بلا سے۔" نیلوفر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے اتنا تو تم کو ماننا پڑے گا کہ میرے بولنے سے تم کو ضرور فائدہ پہنچا ہے۔"

"خدا سمجھے گا تم سے۔" حنا نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ نیلوفر کا موڈ بھانپ لینے کے بعد اس نے زیادہ کچھ کہنا مناسب خیال نہیں کیا۔

"خدا تو جو سمجھے گا وہ سمجھے گا لیکن مجھے خوشی ہے کہ اب تم منصور بھائی کو سمجھ گئیں۔ ورنہ ان کا تو اللہ ہی حافظ تھا۔"

"اس بات کی تصدیق میں بھی کروں گا۔" منصور بولے۔ "اگر نیلوفر نہ ہوتی تو شاید میں تمام زندگی اچھا نہ ہوتا۔"

"آپ بھی اس چڑیل کی طرفداری کر رہے ہیں۔" حنا نے مصنوعی غصے سے منصور کو دیکھا۔

"طرفداری نہیں بلکہ میں تو نیلوفر کا شکریہ ادا کر رہا ہوں۔" منصور معنی خیز لہجے میں بولے۔

"اب تو یہ بھی پوچھ لو کہ شکریہ کس بات کا ادا کیا جا رہا ہے۔" نیلوفر نے شوخ انداز میں مسکراتے ہوئے حنا کو مخاطب کیا تو وہ غصے سے تلملا کر رہ گئی۔

منصور کو روٹھی روٹھی حنا بڑی پیاری لگ رہی تھی لیکن وہ زیادہ دیر تک اس نظارے سے محظوظ نہ ہو سکے۔

آمنہ خاتون اور شیخ ریاض الدین کے آ جانے سے کمرے کے ماحول پر یکلخت سنجیدگی طاری ہو گئی۔

☆======☆======☆

حنا کی تیمارداری رنگ لا کر رہی۔ منصور دو چار روز میں روبصحت ہو گئے۔

آج پہلی بار وہ آفس جانے کے لئے تیار ہوئے تھے۔ حنا بھی ان کے ساتھ تھی۔ بیرونی برآمدے میں نیلوفر اور اختر ساتھ بیٹھے کچھ نجی باتوں میں مصروف تھے۔ اختر نے اور منصور کو آتے دیکھا تو صرف مسکرا کر رہ گئے لیکن نیلوفر چپ نہ رہ سکی۔

تیزی سے اٹھ کر اس نے منصور کی بلائیں لیں۔ پھر بڑے والہانہ انداز میں کہا۔

"خدا میرے بیرن کو ہمیشہ سلامت رکھے۔"

منصور نے مسکرا کر سر کو تھوڑا سا خم کر دیا۔

"میرے لئے کوئی دعا نہیں دی تم نے۔" حنا نے شکایت کی۔

"جگ جگ جیو، دودھوں نہاؤ اور پوتوں پھلو۔" نیلوفر نے بڑی بوڑھیوں جیسے انداز میں کہا تو حنا پر جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اس نے گھور کر نیلوفر کو دیکھا پھر شرما کر رہ گئی۔

منصور نے کنکھیوں سے حنا کو دیکھا۔ شرمائی شرمائی سی حنا سچ مچ مہندی کی طرح گلنار ہو رہی تھی۔

اختر نے نیلوفر کی دعا سن کر بے تحاشہ قہقہہ لگایا۔

"کیوں۔ اب کیوں شرما رہی ہو؟" نیلوفر نے بڑی سادگی سے حنا سے پوچھا۔ "تم نے خود ہی تو دعا کے لئے کہا تھا۔"

"سخت بیہودہ ہوتی جا رہی ہو تم۔" حنا بولی۔

"گھبراؤ مت، کچھ دنوں بعد تمہاری بھی یہی کیفیت ہو گی۔"

"اللہ نہ کرے جو تمہاری جیسی منہ پھٹ بنوں۔"

"وقت آنے دو، میں بھی دیکھوں گی کہ تم کب تک پردے کی بوبو بنی منہ میں دہی جمائے رہتی ہو۔"

"خدا سمجھے گا تم سے۔" حنا نے بات کرنی چاہی۔

منصور خاموش کھڑے دونوں کی گفتگو سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آج انہوں نے ہلکے آسمانی رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا جس پر بے داغ اجلی قمیض تھی اور اس پر کشمشی رنگ کی ٹائی بے حد کھپ رہی تھی، گھونگھریالے بالوں کی ایک لٹ کشادہ پیشانی پر گری ہوئی ان کی وجاہت کو چار چاند لگا رہی تھی۔

حنا حسبِ دستور آج بھی سفید شلوار سوٹ میں ملبوس، آسمانی حور لگ رہی تھی۔ کانوں میں سفید موتیوں کے ہلکے آویزے جھول رہے تھے۔ چہرے کی ملاحت نیلوفر کی دعا سن کر گلابی گلابی ہو رہی تھی۔

"کیا کرنل صاحب نے تم کو آفس جانے کی اجازت دے دی؟" اختر نے حنا کے بچاؤ کے لئے منصور سے پوچھا۔

"ہاں میں نے کل شام ان سے پوچھ لیا تھا۔" منصور بولے۔

"میرا خیال تھا۔ دو ایک روز اور آرام کر لیتے تو زیادہ مناسب تھا۔"

"کاروبار کا خیال بھی لاحق ہے۔" منصور نے کہا تو نیلوفر پھر بول پڑی۔

"کس کاروبار کا خیال آ رہا ہے آپ کو؟"

"عندلیب کا۔" منصور نیلوفر کا مفہوم بھانپ کر مسکرا دیئے۔

"پھر تو ضرور جایئے لیکن کہیں مل کر آہ و زاریاں نہ شروع کر دیجئے گا۔" نیلوفر نے برجستہ کہا تو حنا کچھ اور کٹ کر رہ گئی۔

"نیلوفر!" منصور بولے۔ "میری مانو تو تم اپنی نظر کبھی کبھی اتروا لیا کرو۔"

"ایک بار میں نے بھی انہیں یہی تجویز پیش کی تھی مگر یہ برا مان گئی تھیں۔" اختر نے کہا تو نیلوفر بھڑک گئی۔

"بس آپ تو چپ بیٹھے رہیے۔"

"میں تو شروع سے چپ ہوں لیکن اب منصور کی بات کا کیا جواب دو گی؟"

"منصور صاحب نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔" حنا جلدی سے بولی۔ "تمہیں سچ مچ اپنی نظر اتار لینی چاہیئے۔"

"میری طرف سے مطمئن رہو۔ میں فرزانہ کی طرح بدنظر نہیں ہوں اور پھر ویسے بھی میں منصور صاحب کو اپنا بھائی کہہ چکی ہوں۔" نیلوفر نے کہا۔ "ہاں تمہاری نظر ضرور اترنی چاہیئے ورنہ خدشہ ہے کہ کہیں منصور بھائی کو پھر نہ لگ جائے۔"

"جھینپ مٹانے کی کوشش کیوں کر رہی ہو۔" حنا نیلوفر کے جملے کو نظرانداز کرتے ہوئے بولی۔

"اس کو کہتے ہیں جوتیوں سمیت آنکھوں میں گھسنا۔" نیلوفر نے جواب دیا۔

"منصور بھائی کے ساتھ مل کر کھچڑی تم پکا رہی ہو اور جھینپنے کا طنز مجھے سننا پڑ رہا ہے۔"

"اختر بھائی کی لاپرواہی ہے جو انہوں نے تمہاری لگام ڈھیلی چھوڑ رکھی ہے۔ کوئی اور ہوتا تو سارا چھکنا بھول جاتیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں منصور بھائی کو ابھی سے تاکید کئے دیتی ہوں کہ وہ لگام کس کر رکھیں تاکہ تمہیں شکایت کا موقع نہ ملے۔"

حنا کی ساری شوخی سمٹ کر اس کی آنکھوں میں آ گئی۔ اس نے نیلوفر کو قہرآلود نظروں سے گھورا لیکن عافیت اسی میں سمجھی کہ خاموش رہے۔

"چل رہے ہو آفس۔" منصور نے حنا کو شرماتے دیکھا تو گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر اختر سے مخاطب ہو گئے۔

"نہیں بھائی تم لوگ جاؤ مجھے اپنا سامان وغیرہ بندھوانا ہے۔"

"کیا مطلب؟" منصور نے پوچھا۔ "کیا واپس جانے کا ارادہ ہے۔"

"ہاں' کچھ ایسا ہی خیال ہے۔"

"اتنی جلدی؟" حنا نے پوچھا۔

"میں تو رکنے کے لئے تیار ہوں لیکن یہ نیلوفر واپسی کے لئے بضد ہیں۔"

"کیوں نیلوفر!" حنا نے نیلوفر سے سوال کیا۔

"ڈیڈی کا خط آیا ہے انکل کے نام۔ انہوں نے ہم لوگوں کو واپس بلایا ہے۔"

"میں چچا جان کو جواب دے دوں گی کہ ابھی تم لوگوں کو واپس جانے کی اجازت نہیں مل سکتی۔"

"دل تو میرا بھی نہیں چاہ رہا ہے لیکن عشرت کا معاملہ درمیان میں آن پڑا ہے۔"

"خیریت' عشرت کا کیا معاملہ ہے؟"

"اس کے دو تین رشتے آئے ہوئے ہیں۔" نیلوفر بولی۔ "امی جان نے لکھا ہے کہ اختر آ جائیں تو بات پکی کر دی جائے۔"

"تم لوگ بھی ہمارے ساتھ چلو۔" اختر نے کہا۔ "اچھا ہے اسی بہانے کچھ دنوں کے لئے آب و ہوا بھی تبدیل ہو جائے گی۔"

"ہرگز نہیں۔" نیلوفر نے جلدی سے کہا۔ "اگر آب و ہوا کا خیال ہے تو میں منصور بھائی کو ساتھ لے چلنے کے مشورے کے خلاف ہوں۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ منصور بھائی کو اب یہاں کی آب و ہوا زیادہ راس آ گئی ہے۔" نیلوفر نے حنا کو کنکھیوں سے دیکھ کر کہا تو حنا دوبارہ لجا کر رہ گئی۔

منصور اور اختر بھی مسکرا دیئے۔

"کب تک جانے کا ارادہ ہے؟" منصور نے اختر سے پوچھا۔

"میرا خیال تھا کہ آج ہی روانہ ہو جاتا لیکن چچی جان نے کل تک کے لئے اور روک لیا ہے۔" اختر کا اشارہ آمنہ خاتون کی طرف تھا۔ نیلوفر کی دیکھا دیکھی وہ بھی انہیں چچی جان کہتا تھا۔

"میں امی جان سے کہوں گی کہ وہ آپ لوگوں کو دو چار روز کے لئے اور روک لیں۔" حنا بولی۔ "آپ لوگ چلے گئے تو گھر سُونا سُونا لگے گا۔"

"کیوں جھوٹ بول رہی ہو حنا!" نیلوفر نے کہا۔ "بھلا منصور بھائی کے ہوتے تمہیں سُونے پن کا احساس کیسے ہو سکتا ہے اور پھر کباب میں ہڈی بن کر رہنا مجھے پسند نہیں ہے۔"

"میں تمہیں کب روکنا چاہتی ہوں۔" حنا شرمیلے انداز میں مسکرا کر بولی۔ "تم چاہو تو آج ہی دفعان ہو جاؤ۔"

"نا بابا!" نیلوفر نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔ "میں اختر کو ایک منٹ کے لئے بھی تنہا نہیں چھوڑ سکتی اگر منصور بھائی کی طرح کہیں انہیں بھی فرزانہ کی صورت میں یہاں کی آب و ہوا راس آ گئی تو میرا کیا بنے گا۔"

"ایسی صورت نہیں پیدا ہو سکے گی۔" حنا مسکرائی۔ "اور خدانخواستہ کوئی ایسی بات میں نے محسوس بھی کی تو اس کے لئے اور بھی علاج ہے میرے پاس۔"

"سن لیا منصور بھائی آپ نے یہ حنا کیا کہنا چاہ رہی ہے۔" نیلوفر نے منصور کو مخاطب کیا تو منصور بھی چپ نہ رہ سکے۔

مسکرا کر بولے۔

"اپنی چیز پر سب کو اختیار ہوتا ہے۔ چاہے جیسے استعمال کرے۔"

"زندہ باد منصور بھائی! اس کو کہتے ہیں سیر پر سوا سیر۔ کس قدر خوبصورتی سے آپ نے اپنے آپ کو حنا سے منسوب کر لیا۔"

"تمہارا تو دماغ چل گیا ہے۔" حنا نے جلدی سے بات بنانی چاہی۔ "میرا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا۔"

"ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر کہو تو جانوں۔"

"جہنم میں جاؤ' مجھے کیا پڑی ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے دل پر ہاتھ رکھتی پھروں۔"

"چلو منصور بھائی کی قسم کھا کر کہہ دو۔ مجھے یقین آ جائے گا۔"

"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کسی کی قسم کھانے کی۔"

"یہ کسی کون ہیں۔ میں نہیں سمجھی۔" نیلوفر نے یہ جملہ کچھ اتنے بھول پن اور سادگی سے ادا کیا کہ خود حنا بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکی۔

پھر جب منصور اور حنا دفتر جانے کے لئے کار میں بیٹھے تو نیلوفر نے دروازہ بند کرتے وقت بڑے شوخ انداز میں کہا تھا۔

"اللہ جوڑی سلامت رکھے۔"

حنا نے یوں انجان بن کر اپنا منہ دوسری طرف کر لیا جیسے اس نے نیلوفر کی کہی ہوئی بات کو سنا ہی نہ ہو۔

کار کھلی سڑک پر آئی تو منصور نے اسے مخاطب کیا۔

"نیلوفر تمہیں بہت زیادہ پریشان کرنے لگی ہے۔"

"سب آپ کی مہربانی ہے۔"

"کیوں؟ میرا کیا قصور ہے؟" منصور نے حیرت سے پوچھا۔

"کیوں نہیں ہے قصور؟" حنا بولی۔ "نہ آپ بیمار پڑتے نہ اسے باتیں بنانے کا موقع ملتا۔"

"میری بیماری میں تمہارا ہاتھ بھی شامل ہے۔" منصور نے دبی زبان میں کہا۔

"مجھے کیا معلوم تھا کہ آپ اس قدر حساس واقع ہوئے ہیں۔"

"اگر حساس نہ ہوتا تو تمہارا قرب کیسے میسر آتا۔"

حنا نے کوئی جواب نہ دیا' چہرہ پیچھے کر کے پیچھے بھاگتی ہوئی عمارتوں کو دیکھنے لگی۔

منصور کچھ دیر خاموش رہے پھر بولے۔

"ایک بات کہوں۔"

"کہئے۔"

"میں نیلوفر کا احسان کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔"

"کس سلسلے میں؟" حنا نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"اگر وہ نہ ہوتی تو تم میرے اتنے قریب کیسے آتیں۔"

"پہلے بھی میں آپ سے کچھ زیادہ دور تو نہ تھی۔" حنا نے مسکرا کر آہستگی سے جواب دیا۔

"پہلے کی بات اور تھی۔"

"اب کیا نئی بات ہو گئی ہے؟"

"بتا دوں۔"

"بتا دیجئے۔ دل میں کوئی بات رکھنا بری بات ہے۔"

"بُرا تو نہیں مانو گی۔"

"اس کا فیصلہ تو بات سننے کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔" حنا نے کہا۔

"ڈر ہے کہ تم ناراض نہ ہو جاؤ۔"

"اگر کوئی ایسی ویسی بات ہے تو جانے دیجئے۔"

"بات تو سادہ سی ہے۔"

"پھر کہہ ڈالئے' ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"دراصل میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ اب میں کسی کو اپنا سمجھنے لگا ہوں۔"

"کسے؟" حنا نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ہے ایک لڑکی۔"

"نام کیا ہے۔" حنا نے سوال کیا۔

"اس کا نام بھی اسی کی طرح بے حد حسین ہے۔" منصور نے حنا کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں اسے ایک زمانے سے جانتا ہوں۔"

"کیا وہ بھی آپ کو اپنا سمجھتی ہے؟"

"ہاں۔"

"کب سے؟"

"میری بیماری کے بعد سے۔"

حنا کا دل دھڑک اٹھا۔ منصور کیا کہنا چاہتے تھے وہ بخوبی سمجھ رہی تھی پھر بھی اس نے انجان بن کر پوچھ لیا۔

"آپ نے اس کا نام نہیں بتایا۔"

"اس کا نام .... حنا ہے۔" منصور نے رک رک کر جواب دیا۔

"آپ کو غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے۔" حنا سنجیدگی سے بولی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"آپ نے کیسے اندازہ لگایا کہ جو کچھ آپ سوچ رہے ہیں وہ درست ہے۔"

"اس کی مسیحائی سے جس نے مجھے ایک نئی زندگی بخشی ہے۔"

"مریض سے محبت سے پیش آنا تیماردار کا اخلاقی فرض ہوتا ہے اور اخلاقی فرض کی ادائیگی کو محبت نہیں کہا جا سکتا۔"

"حنا!" منصور یکلخت سنجیدہ ہو گئے۔ "کیا تم جو کچھ کہہ رہی ہو وہ تمہارے دل کی

آواز ہے؟"

"دل کی آواز سنی نہیں جاتی صرف محسوس کی جا سکتی ہے۔"

"پھر میں تمہاری بات کا کیا مطلب سمجھوں۔" منصور نے بے چینی سے پوچھا۔

"یہ آپ کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔"

"نہیں۔ میں تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔"

"میری زبان آپ کے احساسات کی ترجمان بھلا کیسے بن سکتی ہے؟"

"حنا!" منصور تڑپ اٹھے۔

"کہئے' میں سن رہی ہوں۔"

"کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم نے میری تیمارداری کر کے محض اپنے اخلاقی فرض کی ادائیگی کی تھی۔"

"فرض کی ادائیگی ہر حال میں لازم ہے۔" حنا سنجیدگی سے بولی۔

"معموں میں باتیں کر کے مجھے پریشان مت کرو حنا!" منصور مجسم سوال بن گئے۔

"ابھی تک آپ نے اپنی پریشانی کا سبب نہیں بتایا۔"

"تم نے میری مسیحائی کیوں کی تھی؟"

"اس کا جواب میں دے چکی ہوں۔"

"کیا' وہ محض ہمدردی تھی۔ یا اس کا تعلق محبت سے بھی تھا؟" منصور جذباتی بن گئے۔

"محبت ایک ایسے پاک جذبے کا نام ہے جس کو کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔" حنا نے کہا۔ "دنیا میں ایسے بھی ہیں جو پھول کے بجائے کانٹوں سے بھی پیار کرتے ہیں۔ اسے آپ کیا کہیں گے۔"

"گویا تم کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔" منصور نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

"میں محبت کو ایسی سطحی چیز نہیں سمجھتی جس کا اظہار زبان سے کیا جائے۔"

"خدا کے لئے حنا! مجھے بتا دو کہ تم کیا ہو۔" منصور کی آواز ان کی اضطرابی کیفیت کا مظہر تھی۔

"سنبھلئے منصور! سامنے سے گاڑی آ رہی ہے۔" حنا نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا پھر اس نے جلدی سے اسٹیئرنگ سنبھال کر کار کا رخ نہ بدل دیا ہوتا تو سامنے سے آنے والی گاڑی سے اس کا ٹکراؤ ضرور ہو جاتا۔

منصور نے کار روک دی پھر جیب سے رومال نکال کر پیشانی پونچھنے لگے۔ حنا ان کی کیفیت کا بغور مطالعہ کرتی رہی پھر آہستگی سے بولی۔

"آپ کی طبیعت شاید ٹھیک نہیں ہے۔"

"نہ سہی .... تمہیں کیا۔"

"میں آپ کو اس قدر جذباتی نہیں سمجھتی تھی۔" حنا کے گلابی گلابی ہونٹ یوں مسکرا اٹھے جیسے کوئی کلی ہوا کے جھونکوں سے ٹکرا کر کھل اٹھتی ہے۔

منصور ابھی تک سامنے کی طرف متوجہ تھے اس لئے حنا کی شوخ مسکراہٹ کا لطف نہ اٹھا سکے۔ درد بھرے لہجے میں بولے۔

"اگر وہ تمہیں میری باتوں سے کوئی دکھ پہنچا ہے تو مجھے معاف کر دو۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ مجھے آپ کی باتوں سے کوئی دکھ نہیں پہنچا تو۔"

منصور نے پلٹ کر حنا کو دیکھا تو اس کے ہونٹوں پر شرارت بھری مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"آپ سچ مچ بہت جذباتی ہیں منصور!"

"حنا!" منصور ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔ "تم نے اس وقت میرے ساتھ بڑا سنجیدہ مذاق کیا۔ خدا کے لئے آئندہ ایسا مت کرنا ورنہ ...."

"ورنہ آپ پھر بیمار ہو جائیں گے۔ کیوں؟" حنا نے شوخی سے پوچھا۔

"زندگی نے میرے ساتھ ہمیشہ بڑے سنجیدہ مذاق کئے ہیں اس لئے اب میں سہم گیا ہوں۔" منصور کی آنکھوں میں نمی سی آ گئی۔

حنا بے چین ہو کر بولی۔

"مجھے اس بار معاف کر دیجئے منصور! مجھے معلوم نہ تھا کہ میرا مذاق آپ کے ذہن پر اتنا گہرا اثر چھوڑے گا۔"

"حنا!"

"جی!"

"جانتی ہو میں تمہیں کیا سمجھتا ہوں؟"

"کیا؟"

"اپنی زندگی .... اور جب زندگی وفا نہ کرے تو جینے کی تمنا بھی مر جاتی ہے۔"

حنا نے منصور کے جملے کی گہرائی پر غور کیا تو دل ہی دل میں مسکرا دی پھر اس نے

سوچ کر کہا۔

"کیا یہیں سڑک پر کھڑے رہ کر گفتگو کرنے کا ارادہ ہے؟"

منصور نے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھا پھر انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھا دی۔

دفتر پہنچے تو "عندلیب" کے سلسلے میں آنے والے خطوط کا ایک انبار جمع تھا۔ منصور نے خطوط حنا کے حوالے کئے اور خود دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

حنا آنے والی ڈاک کا مطالعہ کرنے بیٹھ گئی۔ کچھ خطوط کاروباری نوعیت کے تھے' کچھ میں قلمکاروں کی تخلیقات موجود تھیں۔ بعض ایسے تھے جن میں "عندلیب" کی تعریف اور آئندہ کے لئے مشورے بھی تھے۔

ایک خط ایسا بھی تھا جسے دیکھتے ہی حنا کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ لفافہ چاک کر کے اس نے خط کے آخر میں محسن جمالی کا نام دیکھا تو اس کا دل آپ ہی آپ دھڑک اٹھا۔

محترمہ حنا صاحبہ' سلام مسنون!

آپ کا تعریفوں سے بھرپور خط ملا۔ جن خوبصورت الفاظ سے آپ نے اس خاکسار کو نوازا ہے خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا پھر بھی اظہارِ تشکر ضرور سمجھتا ہوں۔

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ کو میرے افسانوں کا انتظار رہتا ہے۔ اس کرم نوازی کے لئے بھی ممنون احسان ہوں۔ حقیقت یہی ہے کہ اگر پرستار نہ ہوں تو ادیب گھٹ گھٹ کر اندر ہی اندر مر جاتا ہے۔ بہرحال آپ نے میرے مشاغل کے بارے میں دریافت کیا ہے جس کے جواب میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے زندگی کو ہمیشہ قریب رہ کر دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ اتنا قریب کہ اب خود بھی زندگی کی گتھیوں میں الجھ کر رہ گیا ہوں۔

آپ کو میرے افسانوں کی ایک ایک سطر میں نور کی کرنیں پھوٹتی نظر آتی ہیں لیکن میں .... میں زندگی کے اندھیروں کا شکار ہوں۔

زندگی کے اندھیرے۔

مہیب اور تاریک اندھیرے

جہاں ویرانیاں ہی ویرانیاں ہیں

سکوت ہے۔

خموشی ہے۔

اور............

میں ان تاریکیوں میں پھنس کر اپنی منزل کا نشان بھول گیا ہوں۔ بھٹک گیا ہوں۔

لوگ کہتے ہیں کہ زندگی سب سے عزیز ترین شے کا نام ہے لیکن میں صرف زندہ رہنے کی خاطر زندہ ہوں۔ مجھے زندگی سے کوئی پیار کوئی لگاؤ نہیں۔

میرا شغل صرف اتنا ہے کہ اندھیروں میں گم ہو کر اپنی کم نصیبی پر خون کے آنسو روتا رہوں اور جب خون کی گرمی سرد پڑنے لگتی ہے۔ جب آنسوؤں کی روانی طوفانی شکل اختیار کر لیتی ہے تو میں قلم کا سہارا لیتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ زندگی کے ان مہیب اندھیروں سے نور کی کرن پھوٹے اور میری زندگی میں اجالا ہو جائے۔

لیکن............

امید کی کرن عارضی بن کر رہ جاتی ہے۔

اور............

میرا خیال ہے کہ میری اصل تحریر کو پڑھ کر شاید آپ کو مجھ سے نفرت ہو جائے۔ آپ مجھے پڑھنا یکسر ترک کر دیں۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ میرے پڑھنے والے مجھ سے محبت کرنے کے بجائے مجھ سے شدید نفرت کرنی شروع کر دیں۔

اتنی شدید نفرت کہ میں اس احساس کے بوجھ تلے دب کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاؤں کہ دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔

حرمان نصیب

محسن جمالی

محسن جمالی کے خط کو پڑھ کر حنا کا دل تڑپ اٹھا۔ اس نے کئی بار اس تحریر کو پڑھا جس کی ایک ایک سطر پر محسن جمالی کی پامال زندگی کا عکس نظر آ رہا تھا۔

افسانوں کی طرح اس کا خط بھی اپنے اندر جذباتی اتار چڑھاؤ لئے ہوئے تھا۔ شروع میں اس نے بڑا اخلاقی انداز اختیار کیا تھا لیکن پھر جذبات کے بہاؤ میں چلا گیا۔

آخر کیوں؟

"کیا غم لاحق ہے اسے؟

آخر وہ کون سا درد ہے جس کا درماں مشکل ہے۔

کون سا زخم ہے جو مندمل نہیں ہو سکتا۔

حنا بڑی دیر تک اداس بیٹھی محسن جمالی کے بارے میں سوچتی رہی پھر اس نے قلم سنبھالا اور اسے جواب لکھنے بیٹھ گئی۔

☆======☆======☆

آمنہ خاتون عصر کی نماز پڑھ کر اپنے کمرے سے باہر آئیں تو سب لوگ اسٹیشن جانے کے لئے تیار تھے۔

اختر اور منصور دالان میں پڑی کرسیوں پر بیٹھے باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ نیلوفر حنا کے ساتھ بیٹھی تھی اور آیا ٹفن کیریئر میں کھانے کو رکھنے میں اپنی سلیقہ شعاری دکھا رہی تھی۔

آمنہ خاتون کو دیکھ کر سب ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ نیلوفر صبح ہی سے اداس اداس تھی۔ اسے حنا سے بے پناہ محبت تھی اس لئے شاید واپسی کا خیال وقتی طور پر اسے ستا رہا تھا۔

خود حنا بھی صبح سے کئی بار اس بات کو محسوس کر چکی تھی لیکن نیلوفر کے خیال سے اس نے خود کو سنبھالے رکھا تھا۔

"گاڑی کی روانگی کا کیا وقت ہے؟" آمنہ خاتون نے دریافت کیا۔

"چھ بج کر بائیس منٹ۔" حنا بولی۔

آمنہ خاتون نے نیلوفر کی طرف دیکھا تو نیلوفر اپنے آنسو ضبط نہ کر سکی۔ دوڑ کر آمنہ خاتون سے لپٹ گئی۔

"رو کیوں رہی ہو بیٹی!" آمنہ خاتون بڑی شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔ "اگر عشرت کی بات پکی کرنے کا معاملہ نہ ہوتا تو میں بھائی صاحب کو خط لکھ کر تم لوگوں کو کچھ دنوں کے لئے اور روک لیتی۔"

نیلوفر کسی معصوم بچے کی طرح آمنہ خاتون کے کشادہ سینے پر سر رکھے روتی رہی۔

حنا کی آنکھیں بھی نمناک ہو گئی تھیں۔

"بری بات ہے بیٹی!" آمنہ خاتون نے بڑی آہستگی سے کہا۔ "گھر سے نکلتے وقت

آنسو بہانہ برا شگون ہے۔"

"خالہ جان!" نیلوفر نے بڑی آہستگی سے اپنے جذبات کی ترجمانی کر دی۔

"پگلی!" آمنہ خاتون پیار سے بولیں۔ "خدا حسن آراء کو سلامت رکھے۔ اسے بھی تم دونوں کا انتظار ہو گا اور پھر رسول پور کچھ اتنا دور بھی نہیں ہے۔ عشرت کی بات پکی ہو جائے تو اختر میاں کو ساتھ لے کر دوبارہ آ جانا۔"

نیلوفر نے آمنہ خاتون کے سینے سے سر اٹھا کر اپنی بھیگی آنکھوں کو دوپٹہ کے آنچل سے خشک کیا۔ پھر بولی۔

"خالہ جان! کچھ دنوں کے لئے آپ رسول پور کیوں نہیں آ جاتیں۔"

"بیماری پیچھا چھوڑے تو کہیں نکلوں۔"

"اب تو اللہ کا شکر ہے کہ آپ بالکل ٹھیک ہیں۔"

"ہاں بیٹی! لیکن اس مرض کا کیا بھروسہ پلٹتے دیر بھی نہیں لگتی۔"

"کچھ دنوں کے لئے حنا اور منصور بھائی کو بھیج دیجئے۔" نیلوفر نے کہا۔ "شادی کے موقع پر بھی بڑی روا روی میں آئی تھی۔"

"حنا تمہاری بہن ہے جب چاہے لے جاؤ۔ رہا منصور میاں کا مسئلہ تو نیا نیا کاروبار ہے۔ اگر یہ مناسب سمجھیں تو بڑی خوشی سے چلے جائیں۔"

"کیوں منصور بھائی! کب تک آ رہے ہیں آپ لوگ؟" نیلوفر نے منصور سے پوچھ تو منصور مسکرا کر بولے۔

"میں نہ آ سکوں گا۔"

"کیوں؟"

"پہلی بار ہی تم نے کون سی آؤ بھگت کی تھی جو اب آنے کا پروگرام بناؤں۔"

"اس وقت کی بات اور تھی۔" نیلوفر نے دبی زبان میں کہا۔

"اب کیا فرق ہو گیا ہے۔"

"رسول پور آیئے پھر بتاؤں گی۔"

شیخ ریاض الدین نے اپنے کمرے سے برآمد ہو کر سب کو گفتگو کرتے دیکھا تو اختر سے بولے۔

"کیوں بھائی اختر میاں! کیا جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔"

"جی نہیں، ہم لوگ بس جانے کے لئے ہی تیار ہیں۔ آپ کا انتظار تھا۔"

"میں بھی بالکل تیار ہوں۔"

"اچھا خالہ جان!" نیلوفر نے آمنہ خاتون سے کہا۔ "اب اجازت دیجئے۔"

"جاؤ بیٹی! خدا تم کو سلامت رکھے۔ بھائی صاحب کو میرا بہت بہت سلام کہہ دینا اور حسن آراء سے نہ آنے کی شکایت۔"

"جی اچھا۔"

پھر اختر نے بھی آمنہ خاتون سے جانے کی اجازت مانگی اور باہر آ گئے۔ سامان پہلے ہی ملازموں کے ذریعہ اسٹیشن بھیجا جا چکا تھا۔

دروازے پر دو گاڑیاں موجود تھیں۔

اختر اور منصور بہ مصلحت شیخ صاحب کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ دوسری کار میں حنا اور نیلو بیٹھیں اور اسٹیشن کے لئے روانہ ہو گئیں۔

"گھر جاتے ہی مجھے عشرت کے بارے میں ضرور آگاہ کرنا کہ اس کے رشتے کی بات کہاں طے ہو رہی ہے؟"

"ضرور لکھوں گی۔" نیلوفر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

وہ کچھ چپ چپ سی نظر آ رہی تھی۔ حنا نے اس کی سنجیدگی محسوس کر کے پوچھا۔

"کیا بات ہے، تم خاموش خاموش کیوں ہو؟"

"کچھ نہیں، یونہی سوچنے لگی تھی کہ منصور کے سلسلے میں تم نے میرے مذاق کا نہ جانے کیا اثر لیا ہو۔"

"تمہارا کیا اندازہ ہے؟" حنا نے مسکرا کر سوال کیا۔

"پہلے وہ محض مذاق تھا حنا لیکن اب میں سنجیدگی سے کچھ سوچ رہی ہوں۔"

"کیا مطلب؟ کیا منصور کو دوبارہ بیمار کر ڈالنے کے لئے کوئی نئی شرارت ذہن میں کلبلا رہی ہے۔"

"نہیں لیکن میں چاہتی ہوں کہ منصور کا اور تمہارا معاملہ جتنی جلدی طے ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔"

"تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے؟"

"مجھے منصور سے ہمدردی ہے۔" نیلوفر بولی۔ "امی جان نے مجھے ان کے خاندانی حالات کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس کے پیشِ نظر منصور کو کسی سہارے کی اشد ضرورت ہے۔"

"ٹھیک، مگر یہ کیا ضروری ہے کہ وہ سہارا میں ہی ثابت ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"تم فرزانہ کو کیوں بھول رہی ہو؟"

"تمہارا خیال غلط ہے حنا! منصور ان آدمیوں میں شمار نہیں کئے جا سکتے جو ہر خوبصورت تتلی کو دیکھ کر اس کے پیچھے بھاگ پڑیں۔" نیلوفر بولی۔ "اختر نے مجھے بتایا ہے کہ وہ تمہارا کس قدر خیال رکھتے ہیں۔"

"صرف خیال۔" حنا نے دبی زبان میں پوچھا۔

"خیالوں میں بس جانے یا بسا لینے کا نام ہی محبت ہے۔"

"اختر بھائی نے اس بات کا اندازہ کس طرح لگا لیا۔"

"اس روز جس روز تم نے فرزانہ کی موجودگی میں منصور کے زخموں پر نشتر لگائے تھے۔" نیلوفر نے کہا۔ "اختر کے اصرار کے باوجود منصور اس روز دیر تک آفس میں بیٹھے مصروف کار تھے۔ اختر نے ان کی افسردگی کا مطلب بھانپ لیا تھا۔"

"کیا ضروری ہے کہ ان کی افسردگی کی وجہ میں ہی رہی ہوں۔" حنا سنجیدگی سے بولی۔ "ہو سکتا ہے کہ انہیں میرے ہاتھوں فرزانہ کی تضحیک ناگوار گزری ہو۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ابھی تک منصور کو نہیں سمجھ سکی ہو یا پھر یہ کہ جان بوجھ کر مجھے بنانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"میں نے ایک امکانی بات کہی تھی۔" حنا جلدی سے بولی۔ "جہاں تک منصور کا تعلق ہے میں بذات خود بھی ان کے کردار اور ان کے اخلاق کی قدر کرتی ہوں۔"

"اور ان کے جذبۂ محبت کی؟"

"مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔" حنا دھڑکتے ہوئے دل سے بولی۔

"کیا تمہیں میری باتوں پر بھی اعتماد نہیں ہے؟"

"یہ میں نے کب کہا۔"

"تو پھر یقین کر لو کہ منصور تم سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔"

"کر لیا یقین۔" حنا بڑے معصوم انداز میں مسکرائی۔

"میرا مشورہ ہے کہ تم منصور کا پورا پورا خیال رکھا کرو۔"

"مناسب بات ہے۔"

"آئندہ کے لئے ایک نصیحت بھی کرنا چاہتی ہوں۔"

"کہو، میں ہمہ تن گوش ہوں۔" حنا نے نخوتِ حسن سے کہا تو نیلوفر جھلا گئی۔

"میری طرف سے جہنم میں جاؤ۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہارے معاملات میں اپنا دماغ خراب کرتی رہوں۔"

"بس، اتنی جلدی ناراض ہو گئیں۔"

"ناراضگی کی بات جو ہے، میں سنجیدگی سے تمہیں کچھ کہنا چاہ رہی ہوں اور تم ہو کہ ہواؤں میں اڑتی پھر رہی ہو۔"

"اچھا بابا.......... چلو آ گئی زمین پر۔ اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"منصور کے بارے میں تمہارا کیا فیصلہ ہے؟"

"والدین کی موجودگی میں بھلا میں کوئی فیصلہ کیسے کر سکتی ہوں۔"

"میرا مقصد یہ نہیں کہ تم کوئی فیصلہ کر ڈالو۔ میں تمہارا صرف عندیہ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔"

"اگر تمہارا اصرار یہی ہے تو میں مجبوراً ہاں کئے لیتی ہوں۔" حنا نے بڑی خوبصورتی سے اپنی مرضی کا اظہار کیا تھا۔

"خالہ جان اور خالو جان بھی غالباً منصور کو پسند کرتے ہیں۔"

"ظاہر ہے۔ اگر ناپسند کرتے تو گھر پر کیوں رکھتے۔"

"عشرت کا معاملہ اچانک درمیان میں آ گیا ورنہ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہی تھی کہ کسی وقت خالہ جان سے اس مسئلے پر گفتگو کروں۔"

حنا نے کوئی جواب نہ دیا اور اندر ہی اندر جھومتی رہی۔

"منصور بہت حساس طبیعت کے مالک ہیں۔"

"اس کا تجربہ میں کر چکی ہوں۔"

"میرا مشورہ ہے کہ آئندہ منصور کے بارے میں کوئی فیصلہ جلد بازی میں کبھی نہ کرنا۔"

"کوشش کروں گی کہ تمہارے مشورے پر عمل کر سکوں۔"

"بیماری کے بعد کبھی تمہارے اور منصور کے درمیان کوئی ایسی ویسی بات ہوئی یا نہیں۔"

"ایسی ویسی بات سے تمہاری کیا مراد ہے؟" حنا بے اختیار ہنس کر بولی۔

"یہی کہ تم نے ان کی کسی بات سے اس بات کا اندازہ لگا لیا ہو کہ وہ تم کو کس قدر

چاہتے ہیں۔"

"نہیں۔ ابھی تک اس کی نوبت نہیں آئی۔" حنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ کیوں نہیں کہتیں کہ تم مجھ سے چھپا رہی ہو۔"

"اس کا اندازہ کیسے لگایا تم نے۔"

"تمہاری مسکراہٹ سے۔" نیلوفر نے ہاتھ پکڑ کر اس زور سے چٹکی بھری کہ وہ تلملا کر رہ گئی۔

"یہ کس جرم کی پاداش میں سزا مل رہی ہے؟" حنا نے برا سا منہ بنا کر پوچھا۔

"اسٹیشن پہنچ کر منصور بھائی کی موجودگی میں بتاؤں گی۔"

"خدا کے لئے اپنی زبان کو بس قابو میں رکھنا۔" حنا یکلخت سنجیدگی سے بولی۔ "ابا جان کی موجودگی میں کوئی ایسی ویسی بات مت کہہ دینا۔"

"اب تو میں ضرور کہوں گی ورنہ شرافت سے اعتراف کرلو۔"

"کس بات کا۔"

"منصور سے اپنی محبت کا۔"

"کوئی زبردستی ہے۔"

"زبردستی ہی سمجھ لو۔"

"اور اگر ایسی کوئی بات ہی سرے سے نہ ہو تو۔"

"اس کی تصدیق میں خالو جان کی موجودگی میں منصور سے کرلوں گی۔"

"اچھا۔" حنا نے بڑے حسین انداز میں جواب دیا۔ "اگر تم کہتی ہو تو کئے لیتی ہوں اعتراف۔"

"منصور واقعی بہت عظیم ہیں حنا!" نیلوفر نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔ "خدا کرے تم دونوں جلد ہی ایک ہو جاؤ۔"

"تمہیں کتنی رکعت کا ثواب ملے گا۔"

"میں مذاق نہیں کر رہی حنا! اگر منصور تمہیں مل گئے تو یہ تمہاری خوش قسمتی ہو گی۔"

"بہت طرفداری کر رہی ہو ان کی۔ کیا رشوت مل گئی ہے۔" حنا نے مسکرا کر نیلوفر کی طرف دیکھا تو وہ بھی ہنس دی۔

اسٹیشن پہنچے تو گاڑی پلیٹ فارم پر موجود تھی۔ ملازم نے ان کی رہنمائی فرسٹ

کلاس کے اس ڈبے تک کر دی جو پہلے ہی ریزرو کرایا جا چکا تھا۔

اختر نے کوشش کی تھی کہ شیخ ریاض الدین اسے اور نیلوفر کو بذریعہ کار جانے کی اجازت دے دیں لیکن شیخ صاحب کار کے سفر کے مخالف تھے۔ اس لئے اختر کو ان کے فیصلے کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔

سب فرسٹ کلاس میں آ کر بیٹھ گئے تو شیخ صاحب نے اختر کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

"بھائی صاحب کے خط سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم باہر جانے کا ارداہ رکھتے ہو۔"

"جی ہاں!"

"پھر کب تک جانے کا خیال ہے؟"

"ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکا ہوں۔ ویسے ایک ماہ تک ممکن ہے کہ چلا جاؤں۔"

"مجھے دراصل تم سے کچھ مشورہ کرنا تھا۔" شیخ صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"لیکن ابھی نہیں' عشرت کا معاملہ خیر خوبی سے نپٹ جائے تو ایک آدھ روز کے لئے احمد نگر آ جانا۔"

"بہتر۔"

اچانک فرزانہ ڈبے میں مسکراتی ہوئی داخل ہوئی۔

"تسلیم انکل!" اس نے ریاض الدین کو سلام کیا۔

"جیتی رہو بیٹی! میں سوچ ہی رہا تھا کہ تم نہیں آئیں۔"

"اختر نے بتایا ہی کب تھا کہ یہ جا رہے ہیں۔" فرزانہ بولی۔ "یہ تو ایسے چپکے سے جا رہے ہیں جیسے پولیس کو کسی معاملے میں ان کی تلاش ہو۔"

اختر نے مسکرا کر منصور کی طرف دیکھا تو منصور نے گردن جھکا لی۔

حنا دزدیدہ نظروں سے فرزانہ کو دیکھ رہی تھی۔ جس نے ہمیشہ کی طرح آج بھی چست لباس پہن رکھا تھا۔ چہرے پر حسب دستور میک اپ کی تہیں جمی ہوئی تھیں اور نگاہوں سے بیباکی جھانک رہی تھی۔

"اور تم .... بے مروت زمانے بھر کی۔" فرزانہ نیلوفر سے بولی۔ "خبر بھی نہ کی اپنے جانے کی۔"

"یہ بات نہیں ہے فرزانہ!" نیلوفر نے کہا۔ "مجھے خود بھی نہیں معلوم تھا کہ واپسی کا پروگرام اتنی جلدی بن جائے گا۔"

"کوئی خاص بات ہے۔"

"ہاں' ابا جان کا خط آیا تھا۔"

"اتنی جلدی بلانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔"

"یہ تو وہاں جا کر ہی معلوم ہو گا۔" نیلوفر نے دیدہ دانستہ جھوٹ بولا۔

شیخ ریاض الدین نے پہلے نیلوفر کی طرف دیکھا پھر فرزانہ پر نظر ڈالی اور مصلحتاً خاموش ہی رہے۔

"دوبارہ احمد نگر کب تک آنے کا ارادہ ہے؟"

"جب تم دعوت دے کر بلا لو آ جاؤں گی۔"

"منظور .... تم رسول پور پہنچو' میں کل ہی دعوت نامہ روانہ کر دوں گی۔"

"تم خود ہی کیوں نہیں آ جاتیں' کچھ دنوں کے لئے۔"

"مشکل ہے۔" فرزانہ نے شانے اچکا کر کہا۔ "احمد نگر جیسی حسین جگہ سے باہر جانے کو دل نہیں چاہتا۔"

"ہمارے جانے کی اطلاع تمہیں کیسے مل گئی۔" اختر نے پوچھا تو نیلوفر نے پلٹ کر تیزی سے کہا۔

"آپ تو بس خاموش بیٹھے رہئے۔ انکل کا خیال کر رہی ہوں ورنہ آپ سے تو دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ کر کے آئی تھی۔"

"خیریت' میں نے کیا قصور کیا ہے؟"

"یہ قصور کیا کم ہے کہ چوروں کی طرح بھاگ رہے ہو۔"

فرزانہ نے یہ جملہ اس قدر بے باکی سے کہا تھا کہ شیخ ریاض الدین بھی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر رہ گئے۔ حنا چپ چاپ بیٹھی اندر ہی اندر کھولتی رہی۔

منصور جو گردن جھکائے بیٹھے تھے نظر اٹھا کر حنا کی طرف دیکھا۔ پھر جلدی سے اپنی توجہ دوسری طرف کر لی۔

اختر فرزانہ کے جواب میں صرف مسکرا کر رہ گئے۔

"دوبارہ کبھی احمد نگر تشریف لائے تو دل کھول کر سمجھ لوں گی آپ سے۔"

"اگر یہ بات ہے تو میری توبہ۔" اختر نے کہا۔

"ارے بھائی اس میں توبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" ریاض الدین بول پڑے۔ "فرزانہ تو مذاقاً کہہ رہی ہے۔"

شیخ ریاض الدین کی دخل اندازی پر فرزانہ سنبھل گئی پھر جب تک گاڑی روانہ

نہیں ہو گئی وہ سب سنجیدگی سے باتیں کرتے رہے۔

حنا بڑی شدت سے اس بات کو محسوس کر رہی تھی کہ فرزانہ کے آ جانے کے بعد سے منصور کو مستقل چپ سی لگ گئی تھی۔ اختر اور نیلوفر سے بھی انہوں نے زیادہ گفتگو نہیں کی بس ہوں' ہاں کر کے رہ گئے۔

اسٹیشن سے واپسی پر بھی چونکہ منصور شیخ ریاض الدین کی گاڑی میں تھے اس لئے حنا ان سے کوئی بات نہ کر سکی۔

☆======☆======☆

نیلوفر اور اختر کے چلے جانے سے گھر کی رونق میں کمی آ گئی تھی۔

آمنہ خاتون دن بھر گھر میں تنہا رہتیں۔ منصور اور حنا صبح ہوتے ہی "عندلیب" کے آفس چلے جاتے۔ شیخ ریاض الدین کاروباری آدمی تھے اس لئے ان کا زیادہ تر وقت گھر سے باہر گزرتا۔ ایک آمنہ خاتون ہی تھیں جو ہر وقت گھر کے کام کاج میں مصروف نظر آتیں۔

منصور اور حنا کے بارے میں وہ کئی بار سنجیدگی سے سوچ چکی تھیں۔ منصور کی بیماری کے دوران فرزانہ بھی ایک دو بار آئی تھی۔ جس انداز سے وہ منصور سے ملتی تھی وہ آمنہ خاتون کو گراں گزرتا تھا۔ انہیں اس بات کا خدشہ لاحق رہنے لگا تھا کہ کہیں منصور کے سلسلے میں ان کی خاموشی فرزانہ اور منصور کے حق میں نیک شگون نہ بن جائے۔

ایک عرصے سے وہ حنا کے لئے کسی اچھے لڑکے کی تلاش میں تھیں یہ بات نہیں تھی کہ حنا کے لئے رشتوں کی کمی تھی لیکن انہیں تو کسی ایسے لڑکے کی تلاش تھی جو حنا کے لئے ہر معیار اور ہر اعتبار سے اچھا ہو۔

منصور میں انہیں وہ تمام خوبیاں نظر آ رہی تھیں جو وہ اپنے ہونے والے داماد میں دیکھنا چاہتی تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ منصور بالکل تنہا تھا پھر یہ کہ دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ عادات و اطوار میں بھی ہر لحاظ سے مناسب تھا۔

بیماری کے بعد سے تو آمنہ خاتون اس بات کو بھی دیکھ رہی تھیں کہ منصور اور حنا ایک دوسرے کا بے حد خیال رکھنے لگے تھے۔ اگر کبھی منصور کو کسی چیز کے ملنے میں دیر ہو جاتی تو حنا ملازموں پر بھڑک اٹھتی۔ ہر ہر طرح اس کے آرام و آسائش کا خیال رکھتی۔ خود اپنے ہاتھوں سے اس کا کمرہ درست کرتی اور ایک ایک چیز قرینے سے سجاتی۔

منصور کی بھی یہی حالت تھی کہ وہ حنا کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات پر سرِ تسلیم خم کر دیتے انہیں اس کی دلجوئی کا بے حد خیال رہتا تھا۔

ابھی کل ہی کی بات تھی کہ کھانے کی میز پر حنا ملازم پر بگڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی او

منصور نے اس وقت تک کوئی نوالہ حلق کے نیچے نہیں اتارا جب تک حنا کو منا کر دوبارہ کھانے پر آمادہ نہ کر لیا۔

آمنہ خاتون ہر نماز کے بعد خدا سے گڑگڑا کر یہی دعائیں مانگتی تھیں کہ کسی طرح منصور اور حنا کی جوڑی کی بات بن جائے۔ ایک دو بار انہوں نے سوچا بھی تھا کہ ریاض الدین سے اس مسئلے پر کھل کر گفتگو کر لیں لیکن ابھی تک انہیں اس کا موقع نہیں مل سکا تھا۔

آج بھی وہ اسی فکر میں تھیں اور حسن اتفاق سے آج ریاض الدین جلد ہی گھر واپس آ گئے۔ آمنہ خاتون شوہر کے موڈ کا اندازہ لگاتی رہیں۔ پھر جب وہ کھانے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں گئے تو وہ بھی ان کے پاس چلی گئیں۔

تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہیں پھر دبی زبان میں اصل مسئلہ کو چھیڑ دیا۔

"حنا کے بارے میں آپ نے اب کچھ سوچا ہے۔"

"وہی جو پہلے سوچ رکھا تھا۔" ریاض الدین بولے۔ "اور اب تو لڑکا بھی گھر میں موجود ہے۔ تمہاری پسند کا بھی ہے۔"

"خدا اسے تندرست رکھے بڑا نیک اور سعید لڑکا ہے۔"

"اپنی حنا بھی خدا کے فضل و کرم سے کچھ کم نہیں ہے۔ ہر اعتبار سے منصور کے لئے بہت مناسب ہے۔"

"صرف سوچتے رہنے سے کیا بنے گا۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "میں چاہتی ہوں اب یہ بات جتنی جلد طے ہو جائے اتنا ہی بہتر ہے۔"

"اتنی جلدی کی بھی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے چنانچہ جب وہ نیک گھڑی آئے گی تو ہر کام خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔"

"پھر بھی اگر کوئی رسم کر دی جائے تو کیا حرج ہے۔"

"کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر منصور سے آخر بات کس طرح کی جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ منصور کے بجائے کرنل احسان سے اس مسئلے پر بات کریں۔ وہ ان کا بے حد احترام کرتا ہے۔ وہ خود ہی منصور کا عندیہ لے لیں گے۔"

"عندیہ لینے کی بھی ایک ہی رہی۔" ریاض الدین نے کہا۔ "میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ منصور بھی اپنی جگہ اسی الجھن میں مبتلا ہے جس سے میں دوچار ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں آپ کا مطلب۔"

"یہی کہ وہ والدین کے نہ ہونے کی وجہ سے اسی ادھیڑ بن میں ہے کہ آخر اپنی شادی کی بات چھیڑے تو کس طرح۔"

"آپ نے کیسے محسوس کر لیا کہ........."

"تم بھی کمال کرتی ہو بیگم! اتنی عمر ہونے کو آئی اب کیا یہ بھی تجربہ نہیں کر سکتا کہ کس کے دل میں کیا بات ہے۔"

"محسوس تو میں بھی یہی کر رہی ہوں لیکن اب سوچنا یہ ہے کہ آخر بات طے پائے تو کس طرح۔"

"کرنل احسان والا مشورہ معقول ہے۔ میں کسی وقت ان سے ذکر چھیڑ کر دیکھتا ہوں۔ ممکن ہے کوئی سبیل نکل آئے۔"

"کیا کوئی اور طریقہ ممکن نہیں ہے۔" آمنہ خاتون کچھ سوچتے ہوئے بولیں۔

"اور طریقے سے تمہاری کیا مراد ہے۔ ابھی تم نے ہی تو کرنل احسان کا نام تجویز کیا تھا۔"

"اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نظر نہیں آتا لیکن ڈر لگتا ہے کہ کہیں کرنل احسان اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔"

"رکاوٹ ڈالنے کی........." ریاض الدین نے پہلو بدلتے ہوئے آمنہ خاتون کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "میں سمجھا نہیں کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"بات اگر منصور کے علاوہ کسی اور لڑکے کی ہوتی تو کوئی حرج نہیں تھا لیکن آج کل منصور جیسے ہونہار اور سعادتمند لڑکے چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔"

"تم نے کرنل احسان کے لئے کچھ کہا تھا۔"

"ہاں......... مجھے اس بات کا کھٹکا ہے کہ کہیں وہ اپنی لڑکی کے لئے منصور کو پسند نہ کر چکے ہوں اور اگر ایسی کوئی بات ہے ان کے دل میں تو پھر ظاہر ہے کہ وہ فرزانہ کے مقابلے میں اپنی حنا کو کبھی ترجیح نہ دیں گے۔"

"یہ بات تم نے ٹھیک سوچی ہے۔" ریاض الدین نے داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "پھر......... اب کیا راستہ اختیار کیا جائے۔"

"اگر بھائی صاحب نے اختر اور نیلوفر کو اچانک نہ بلا لیا ہوتا تو کام بن جاتا۔"

"وہ کس طرح؟"

"میرا ارادہ تھا کہ کسی وقت اختر سے حنا اور منصور کا ذکر کرتی۔ منصور اور اختر میں خاصی بے تکلفی ہے کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکل آتی۔"

"یہ طریقہ اب بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ میرا تو خیال ہے کہ اس معاملہ میں ڈاکٹر اخلاق احمد سے زیادہ مدد مل سکتی ہے۔ منصور کے والد اور ان کے درمیان خاصی یاد اللہ رہ چکی ہے۔ وہ اس کام کو اختر سے بھی زیادہ بہتر طور پر کر سکتے ہیں۔"

"یہ مناسب رہے گا۔" آمنہ خاتون خوش ہو کر بولیں۔ "آپ اسی وقت بھائی صاحب کو ایک خط لکھ دیں اور میری طرف سے تاکید کر دیں کہ یہ کام جلد از جلد ہو جانا چاہئے۔"

"وہ تو میں لکھ دوں گا خط لیکن ابھی ایک اہم مسئلہ باقی رہ جاتا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"حنا کا عندیہ بھی کسی طرح معلوم کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ بھی منصور کو پسند کرتی ہے تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"پسند کرنے کی بھی ایک ہی رہی۔ وہ تو منصور کو دل و جان سے چاہتی ہے۔"

"اچھا' تم نے اس بات کا اندازہ کیسے لگایا۔"

"دھوپ میں بال سفید نہیں کئے ہیں میں نے۔" آمنہ خاتون جلدی سے بولیں۔ "آپ تو دیر سے واپس آتے ہیں لیکن میں ہر وقت دیکھتی رہتی ہوں کہ وہ کس طرح ایک دوسرے کی خوشی کے آگے بچھے جاتے ہیں۔"

"کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ۔ ہم بھی سنیں کہ معاملہ کیا ہے۔"

"اے بس رہنے دیجئے۔" آمنہ خاتون نے کہا۔ "آپ کو تو اس عمر میں بھی دل لگی سوجھتی ہے۔"

"کیوں......... کیوں......... اس میں بھلا دل لگی کا کون سا پہلو نکل آیا؟"

"اور نہیں تو کیا۔ بڑے اچھے لگیں گے آپ بیٹی کی باتیں سنتے ہوئے۔"

"منصور تمہارا بھی تو بہت خیال رکھتے ہیں۔" ریاض الدین نے جلدی سے بات بدلتے ہوئے کہا۔

"خیال کی بھی ایک ہی کہی آپ نے۔ وہ تو جیسے میری نظر کی ایک جنبش کا منتظر رہتا ہے کہ کب میں کوئی بات کہوں اور وہ اسے پورا کرے۔"

"پھر دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔" ریاض الدین نے بیوی کو پیار بھری مسکراہٹ

سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کسی دن تم ہی منصور سے بات کر لو۔"

"اے میں کہتی ہوں کہیں سچ مچ سٹھیا تو نہیں گئے ہیں آپ۔" آمنہ خاتون نے تیزی سے جواب دیا۔ "بڑی اچھی لگوں گی میں منصور سے یہ کہتے ہوئے کہ میاں تم میری لڑکی سے شادی کر لو۔"

"حرج بھی کیا ہے۔ آج کل کے زمانے میں تو سب چلتا ہے۔" ریاض الدین نے بیوی کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "میں نے تو کئی مثالیں ایسی بھی دیکھی ہیں کہ لڑکی نے خود لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر والدین کے سامنے کر دیا ہے اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ یہ لڑکا مجھے پسند ہے۔ تم تو بہرحال لڑکی کی ماں ہو۔"

"خدا نہ کرے جو میری حنا ایسی ہو۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "آپ کو تو مذاق سوجھ رہا ہے اور میں ہوں کہ دن رات اسی فکر میں گھلتی رہتی ہوں۔"

"اگر کہو تو تمہارے بجائے میں منصور سے بات کر لوں۔"

"آپ کیا بات کریں گے۔"

"یہی کہ تم مجھے پسند ہو اور یہ کہ تم کو اپنی شفقت پدری میں لینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"بڑے اچھے لگیں گے آپ منصور سے یہ بات کہتے ہوئے۔" آمنہ خاتون چیں بہ جبیں ہو کر بولیں۔ "صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ آپ کو میری تجویز پسند نہیں ہے۔"

"ارے تم تو سچ مچ خفا ہو گئیں۔"

"خفا ہونے کی بات جو کر رہے ہیں آپ۔"

"اچھا بھئی' لو غصہ تھوک دو۔ میں آج ہی ڈاکٹر اخلاق احمد کو تفصیلی خط لکھے دیتا ہوں۔ آگے جو قدرت کو منظور ہو۔"

"یہ بات آپ پہلے بھی کہہ سکتے تھے۔ خواہ مخواہ مجھے پریشان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" آمنہ خاتون نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس عمر میں تمہیں نہیں چھیڑوں گا تو اور کسے چھیڑوں گا۔" ریاض الدین نے کچھ ایسے انداز میں کہا کہ آمنہ خاتون نے شرما کر منہ دوسری طرف کر لیا۔

ریاض الدین بڑی دیر تک انہیں چھیڑتے رہے پھر ان کی فرمائش پر اسی وقت انہوں نے ڈاکٹر اخلاق احمد کو منصور اور حنا کے معاملہ میں ایک تفصیلی خط لکھ دیا اور اسے لفافے

میں بند کر کے آمنہ خاتون کے حوالے کرتے ہوئے بولے۔

"لو' اب تو خوش ہو جاؤ۔"

"کیا آپ خوش نہیں ہیں؟"

"میری خوشی تمہاری خوشی ہے۔ اگر تم خوش ہو تو ظاہر ہے کہ میں بھی خوش ہوں۔"

"ایک مشورہ اور بھی ہے میرا۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "جب تک بھائی صاحب کا جواب نہ آ جائے اس بات کا پتہ حنا یا منصور میں سے کسی کو نہیں چلنا چاہئے ورنہ بری بات ہو گی۔"

"اب میں اتنا بھی نہیں سٹھیا گیا ہوں کہ بیٹی یا داماد سے ان کے رشتے کی خبر کے بارے میں کچھ کہوں۔"

"کچھ بعید بھی نہیں آپ سے۔" آمنہ خاتون نے کہا۔ "کبھی کبھی تو آپ بچوں کو بھی مات کر دیتے ہیں۔ کیا خبر کہ ترنگ میں آ کر آپ کے منہ سے کوئی بات نکل ہی جائے۔"

"یہ سراسر بہتان ہے۔" ریاض الدین بولے۔ "تم کوئی ایسی مثال پیش کر سکتی ہو کہ میں نے کبھی کوئی غلط بات منہ سے نکالی ہو۔"

"اب کی بات جانے دیجئے لیکن ایک زمانے میں تو آپ فخریہ طور پر بھی بہت سی باتیں کہہ جاتے تھے۔"

"وہ جوانی کی بات تھی بیگم!" ریاض الدین نے شرمندہ ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "اب تو میں وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔"

"میں مذاق کر رہی تھی۔" آمنہ خاتون نے شوہر کی نگاہوں میں شرمندگی دیکھی تو جلدی سے بولیں۔ پھر گفتگو کا رخ بدل کر کہا۔ "میں کل صبح ہی اللہ کا نام لے کر بھائی صاحب کا خط روانہ کئے دیتی ہوں۔"

"اس خوشی میں منہ کب میٹھا کرا رہی ہو؟"

"بھائی صاحب کا جواب آنے دیجئے پھر پیٹ بھر کر مٹھائی کھا لیجئے گا۔" آمنہ خاتون نے کہا پھر غرارہ سمیٹتی شوہر کے پاس سے اٹھ کر باہر آ گئیں۔

اس روز انہوں نے عشاء کی نماز کے بعد پھر خدا کے سامنے سربسجود ہو کر یہی دعا مانگی تھی کہ منصور اور حنا کے رشتے کی بات بہ حسن و خوبی طے پا جائے۔

☆======☆======☆

بیماری کے بعد سے منصور اور حنا ایک دوسرے سے بہت قریب ہو گئے۔

نیلو فر وغیرہ کے چلے جانے کے بعد منصور کو اس بات کا اور بھی موقع مل گیا تھا کہ وہ جب اور جس وقت چاہتے حنا کے کمرے میں آ جاتے اور گھنٹوں باتیں کرتے رہتے۔

کبھی سیاست پر گفتگو ہوتی۔

کبھی "عندلیب" کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے صلاح مشورے ہوتے۔

کبھی یونہی کسی بات پر ان کے درمیان بحث شروع ہو جاتی۔

اور............

کبھی منصور کچھ ایسا تذکرہ نکال بیٹھتے کہ حنا شرم سے سرخ ہو جاتی۔

بالکل کسی سرخ گلاب کی طرح۔

اس کا چہرہ دمک کر گلنار ہو جاتا۔

منصور اسے چھیڑتے رہتے۔

وہ گردن جھکائے منصور کو طرح دیتی رہتی مسکراتی رہتی۔

لیکن............

جب منصور اسے زیادہ پریشان کرتے تو وہ کہتی۔

"میں ابھی جا کر امی جان سے آپ کی شکایت کرتی ہوں۔"

"کیا کہو گی؟" منصور پوچھتے۔

"یہی کہ آپ مجھے اب بہت پریشان کرنے لگے ہیں۔"

"بڑے شوق سے جا کر کہہ دو۔" منصور مسکرا کر جواب دیتے۔ "کم از کم اس طرح ہمارے دل کا حال بزرگوں تک تو پہنچ جائے گا۔"

"منہ دھو رکھئے۔" حنا کہتی۔ "میں اتنی بھولی بھی نہیں ہوں کہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پیر پر کلہاڑی مار لوں۔"

"کیا مطلب؟" منصور افسردہ ہو کر پوچھتے تو حنا بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دیتی۔

دن یونہی ہنسی خوشی گزرتے رہے۔ دونوں ایک ساتھ آفس جاتے۔ ایک ساتھ اٹھتے ایک ساتھ بیٹھتے اور زیادہ تر وقت "عندلیب" کی کامیاب بنانے میں صرف کرتے۔

آج بھی منصور اپنے آفس میں بیٹھے تھے۔ جب ڈاکیہ نے ان کے سامنے آ کر خطوط کا انبار لگا دیا۔ منصور نے حسب دستور "عندلیب" کے نام آنے والے خطوط چھانٹ کر حنا

کو بھجوا دیئے اور اپنی ذاتی ڈاک دیکھنے میں مصروف ہو گئے۔

چار پانچ خطوط دیکھنے کے بعد جب انہوں نے ایک لفافہ چاک کر کے اسے پڑھا تو ان کے چہرے پر بڑی بھرپور مسکراہٹ ابھر آئی۔ یہ ڈاکٹر اخلاق احمد کا خط تھا۔ انہوں نے تحریر کیا تھا۔

منصور میاں، خوش رہو!

تمہیں میرا خط اچانک پا کر ضرور تعجب ہو گا لیکن مجھے امید ہے کہ تم اس خط کو سنجیدگی سے پڑھ کر اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر مجھے اپنی پہلی فرصت میں جواب دو گے۔ مجھے تمہاری سعادت مندی اور تمہارے والدین سے اپنے مراسم کے پیشِ نظر اس بات کی قوی امید ہے کہ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس سے تمہیں اتفاق ہو گا لیکن اگر تمہیں کسی وجہ سے میری بات سے اتفاق نہ ہو تو مجھے صاف طور پر لکھ دینا تاکہ میں اس سلسلے میں کوئی اقدام نہ اٹھاؤں۔

اگر تمہارے والد حیات ہوتے تو یہ خط لکھنے کی نوبت نہ آتی لیکن اب اس کے سوا کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے کہ میں براہِ راست تم سے کچھ کہوں۔

شیخ ریاض الدین صاحب سے میرے تعلقات کس قدر پرانے اور برادرانہ ہیں اس کا علم تم کو بھی ہے۔ چنانچہ میں تم سے ایک اہم معاملے میں تمہارا عندیہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تمہارا جواب آنے کے بعد ہی میں کوئی آئندہ پروگرام طے کر سکوں گا۔

بھابی صاحبہ (آمنہ خاتون) کی بیماری کے پیش نظر یہ بات اشد ضروری ہے کہ حنا کا معاملہ جتنی جلدی طے ہو سکے کہیں نہ کہیں طے کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں میری نظرِ انتخاب نے تمہیں ترجیح دی ہے اور اسی ضمن میں مجھے تمہارا عندیہ درکار ہے۔

حنا کے بارے میں میرے جذبات کیا ہیں شاید تم کو اس کا اندازہ نہ ہو لیکن خدا گواہ ہے کہ میں حنا کو بھی اتنا ہی عزیز رکھتا ہوں جتنا نیلو فر کو اور اس طرح حنا کے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں بھی پورا پورا اختیار رکھتا ہوں۔

تم چونکہ بھائی صاحب کے ہاں مقیم ہو اس لئے تم کو حنا کو قریب سے

دیکھنے کا موقع بھی مل چکا ہے اور میرا خیال ہے کہ تمہارے لئے حنا کا انتخاب بے حد موزوں اور مناسب ہو گا۔ پھر بھی اگر تم کو اعتراض ہو تو مجھے صاف طور پر لکھ دینا تاکہ میں اس بات کو ختم کر کے کوئی اور مناسب رشتہ تلاش کروں۔

امید ہے تم غور و خوض کرنے کے بعد مجھے اپنی رائے سے آگاہ کرو گے۔ ایک بات کی تاکید کر رہا ہوں کہ اس خط کو پڑھ کر تلف کر دینا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے انکار کی صورت میں اس کا مضمون بھائی صاحب یا بھابی صاحبہ کے علم میں آئے ورنہ انہیں صدمہ ہو گا۔

مجھے جواب کا بڑی بے چینی سے انتظار رہے گا۔

دعاگو

اخلاق احمد

منصور نے کئی بار اس خط کو پڑھا پھر کچھ سوچ کر اٹھے اور حنا کے کمرے میں آ گئے۔

حنا بڑے انہماک کے عالم میں بیٹھی "عندلیب" کے نام آنے والے خطوط کا جواب لکھنے میں مصروف تھی۔ منصور کچھ دیر تک دروازے پر کھڑے اسے والہانہ نظروں سے دیکھتے رہے پھر مسکراتے ہوئے آگے بڑھے اور حنا کے قریب جا کر چپ چاپ کھڑے ہو گئے۔

حنا نے منصور کو اپنے قریب پایا تو قلم رکھ کر اس کی جانب دیکھا منصور کی آنکھوں میں خوشیاں رقص کر رہی تھیں۔

"کیا بات ہے۔ آپ اس وقت بہت زیادہ خوش نظر آ رہے ہیں۔"

"ہاں' میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ تم نے ٹھیک اندازہ لگایا ہے۔" منصور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بات کیا ہے؟"

"ہے میرا ایک نجی معاملہ۔"

"نجی معاملہ۔" نہ جانے کیوں حنا کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ مجسم سوال بن کر منصور کو دیکھنے لگی۔

"کام میں دل نہیں لگ رہا تھا اس لئے اٹھ کر تمہارے پاس آ گیا۔" منصور نے حنا کی پریشانی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا کیا آپ نے .... آیئے بیٹھیے۔" حنا خود پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"مجھے دراصل تم سے ایک اہم مشورہ کرنا ہے۔"

"فرمایئے۔" حنا منصور کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

"کیا تم اس وقت بہت زیادہ مصروف ہو۔"

"میری مصروفیت آپ سے زیادہ اہم نہیں ہے۔" حنا مسکرا کر بولی۔

"پھر آؤ کہیں باہر چلتے ہیں۔"

"کہاں؟"

"پہلے چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ پھر بتاؤں گا۔"

"کوئی بہت زیادہ اہم بات معلوم ہوتی ہے۔"

"شاید۔" منصور مسکرا دیئے۔

حنا نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا پھر خطوط سمیٹ کر دراز میں رکھے اور اٹھ کر منصور کے ساتھ باہر آ گئی۔

منصور نے لپک کر کار کا دروازہ کھولا تو حنا سوچ میں پڑ گئی۔ منصور آج خلافِ توقع بہت مسرور نظر آ رہے تھے لیکن ابھی تک انہوں نے حنا کو اس کی وجہ نہیں بتائی تھی۔

حنا اگلی نشست پر بیٹھی تو انہوں نے بڑی آہستگی سے دروازہ بند کیا پھر کچھ گنگناتے ہوئے دوسری طرف آ کر بیٹھ گئے۔ چہرے پر بڑی دلآویز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

"اب بتایئے کیا بات ہے۔" کار جب سڑک پر آئی تو حنا نے پوچھا۔

"ڈر لگتا ہے کہیں تم ناراض نہ ہو جاؤ۔" منصور شوخ نظروں سے حنا کو دیکھ کر بولے۔

"کیا کوئی ایسی بات ہے جسے سن کر میں خفا ہو سکتی ہوں۔"

"کیا بھروسہ۔"

"چلئے وعدہ رہا کہ میں ناراض نہیں ہوں گی۔ اب بتایئے۔" حنا نے کہا تو منصور اسے فدا ہو جانے والی نظروں سے دیکھ کر مسکرا دیئے۔

"یہ آج آپ بار بار مجھے دیکھ کر کیوں مسکرا رہے ہیں۔"

"اس لئے کہ آج تم مجھے ہمیشہ سے زیادہ حسین لگ رہی ہو۔"

"کیا صرف اتنی سی بات کہنے کے لئے مجھے ساتھ لائے تھے۔" حنا نے دبی زبان میں پوچھا۔

"نہیں ایک بات اور بھی کہنی ہے۔"

"کیا؟"

"آج میں بہت زیادہ خوش ہوں۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی خوشی کی وجہ معلوم کرنے کے لئے پھر اصرار کروں۔"

"نہیں۔" منصور بولے۔ "بات اگر قبل از وقت بتا دی تو پھر مزہ جاتا رہے گا۔"

"آپ کی مرضی۔" حنا نے کہا۔ پھر گردن گھما کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

کار سبک رفتاری سے دوڑتی رہی پھر کچھ دیر بعد منصور نے اسے ایک جوہری کی دکان کے سامنے روکا اور انجن بند کر کے نیچے اتر آئے۔ دوسری طرف آ کر انہوں نے حنا کی طرف کا دروازہ کھولا۔ پھر بڑے سعادتمندانہ لہجے میں مخاطب ہوئے۔

"نیچے تشریف لے آیئے۔"

حنا مسکراتی ہوئی نیچے آ گئی پھر جب منصور اسے لے کر جوہری کی دکان میں داخل ہونے لگے تو اس نے پوچھا۔

"یہاں کیا لینے آئے ہیں۔"

"مجھے ایک عدد انگوٹھی درکار ہے۔" منصور مسکرا کر بولے۔ "تمہیں ساتھ لانے کا مقصد یہی ہے کہ انتخاب میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔"

"انگوٹھی لے کر کیا کریں گے آپ۔" حنا ابھی تک منصور کا مطلب نہیں سمجھ سکی تھی۔

"یہ بات بعد میں بتاؤں گا۔"

حنا خاموش ہو گئی لیکن اس کا دل نہ جانے کیوں بار بار دھڑک رہا تھا۔ کبھی خوشی کے احساس سے اور کبھی کسی انجانے خوف سے۔

منصور بڑی دیر تک انگوٹھیوں کا انتخاب کرتے رہے۔ پھر حنا کے مشورے سے انہوں نے ہیرے کی ایک بڑی قیمتی انگوٹھی خرید لی۔

"اتنی قیمتی انگوٹھی کس کے لئے خریدی گئی ہے۔" حنا نے کار میں بیٹھنے کے بعد پوچھا۔

"بُری بات ہے .... دوسروں کا راز معلوم کرنے کے لئے ضد نہیں کیا کرتے۔" منصور نے شوخی سے کہا۔ پھر کار اسٹارٹ کر کے اسے کھلی سڑک پر ڈال دیا۔

حنا کے دل میں ایک ہلچل سی مچی تھی۔ وہ یہ جاننے کے لئے بے چین تھی کہ منصور نے وہ قیمتی انگوٹھی کس کے لئے خریدی ہے۔

اس کے لئے .... یا

کسی اور کے لئے؟

وہ بڑی دیر تک منصور کے دل کا بھید پا لینے کی کوشش کرتی رہی۔ پھر اس وقت چونکی جب منصور نے کار کو ایک پارک کے سامنے قدرے کم آباد حصے میں روکا۔

"یہاں کیوں رک گئے آپ؟"

"میں ایک بار پھر تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ آج تم بہت زیادہ اچھی لگ رہی ہو۔" منصور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا نظر لگانے کا ارادہ ہے۔" حنا دھڑکتے دل سے بولی۔

"اپنا ہاتھ ادھر لاؤ۔"

"جی۔" حنا نے وضاحت طلب نظروں سے منصور کو دیکھا۔

"حنا!" منصور پیار سے بولے۔ "کیا تم یہ سوچ سکتی ہو کہ میں نے وہ انگوٹھی کسی اور کے لئے خریدی ہو گی۔"

"مجھے کیا پتہ۔" حنا کا دل مسرت کے احساس سے جھوم اٹھا۔

"ایک بات پوچھوں۔"

"پوچھیے۔"

"اگر میں یہ انگوٹھی تمہیں پہنا دوں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہ ہو گا۔" منصور نے جیب سے انگوٹھی کی سنہری ڈبیا نکالتے ہوئے پوچھا۔

"کس تقریب میں؟"

"اسے میری ایک خواہش سمجھ کر قبول کر لو۔"

"انگوٹھی پہنانے کا مقصد جانتے ہیں آپ۔" حنا نے گھنیری پلکیں جھکاتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں' دو دلوں کے درمیان ایک خوبصورت سا معاہدہ۔ وابستگی کا ایک خاموش اعلان۔"

"اس معاہدے کے لئے میں والدین کی مرضی ضروری سمجھتی ہوں۔" حنا نے قدرے سنجیدگی سے جواب دیا تو منصور شوخی پر اتر آئے۔

ڈبیہ سے انگوٹھی نکال کر انہوں نے حنا کا ہاتھ تھام لیا پھر ہیرے کی چمکتی ہوئی انگوٹھی اس کی کانپتی ہوئی انگلی میں پہنا دی۔

شرم اور پیار کے ملے جلے احساس سے حنا کی خوبصورت پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے یوں چمک اٹھے جیسے پھولوں کی آغوش میں شبنم مسکرا رہی ہو۔

نظریں جھکائے وہ خود اپنے ہی دل کی دھڑکنوں کو سن رہی تھی کہ منصور نے اسے پکارا۔

"حنا!"

"جی!"

"تم میری اس جسارت پر خفا تو نہیں ہو۔"

حنا نے بڑی ہمت کر کے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی تھی۔

"شکریہ!" منصور نے پیار سے کہا تو وہ کچھ اور لجا کر رہ گئی۔

"جانتی ہو میں نے یہ جسارت کیوں کی تھی؟"

"نہیں۔"

"بتا دوں۔"

"آپ کی مرضی۔"

"پہلے وعدہ کرو کہ تم اس بات کو جان کر مجھ سے دور دور نہیں رہو گی۔"

"وعدہ۔" حنا دھڑکتے دل سے بولی۔

منصور نے اخلاق احمد کا خط نکال کر خاموشی سے حنا کی گود میں ڈال دیا۔

حنا نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے خط اٹھا کر پڑھا۔ اس کا دل خط کا مضمون پڑھ کر گنگنا اٹھا۔ روح میں جیسے ہزاروں شہنائیاں بج اٹھی ہوں۔ شرمائی شرمائی نظروں سے اس نے منصور کو دیکھا۔ پھر چھوئی موئی کی طرح خود اپنے وجود میں سمٹ کر رہ گئی۔

اور..........

منصور کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ حنا کے وجود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے دل کی دھڑکنوں میں جذب کر لیں۔

نہ جانے وہ کون سا سحر تھا جس نے دونوں کو بے خود بنا دیا تھا۔

☆======☆======☆

آج آمنہ خاتون کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اس لئے حنا گھر پر رک گئی۔ منصور

تنہا دفتر چلے گئے۔

دن بھر وہ مختلف کاموں میں الجھے رہے پھر جب ذرا فراغت ملی تو انہوں نے ڈاکٹر اخلاق احمد کو مختصر طور پر ایک خط لکھا جس میں انہوں نے بڑی صاف گوئی سے اس بات کا اعتراف کر لیا کہ وہ حنا کے ساتھ رشتے کی بات کے لئے بالکل تیار ہیں۔

خط بند کر کے انہوں نے لفافہ چپڑاسی کے حوالے کیا پھر اٹھنے کی تیاری کر رہے تھے کہ فرزانہ مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور منصور یوں سٹپٹا کر رہ گئے جیسے کوئی مصیبت آن پڑی ہو۔

"مجھے ڈیڈی سے معلوم ہوا تھا کہ مسز ریاض کی طبیعت دوبارہ ناساز ہو گئی ہے۔"

فرزانہ بڑی بے تکلفی سے پرس گھماتی ہوئی منصور کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ کر بولی۔

"جی ہاں۔ صبح جب میں چلا تو انہیں ہلکی ہلکی تبخیر بھی تھی۔" منصور سرسری طور پر بولے۔

"آج آپ کی حنا صاحبہ نظر نہیں آ رہی ہیں۔" فرزانہ نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔ منصور اندر ہی اندر جھلس کر رہ گئے۔

فرزانہ کے لہجے میں چھپا ہوا طنز انہوں نے بھانپ لیا تھا۔ دل پر جبر کر کے بولے۔

"گھر پر ملازموں کے سوا کوئی اور نہیں تھا اس لئے حنا کی موجودگی ضروری تھی۔"

"میں یہ سوچ کر آ گئی تھی کہ آپ اس وقت تنہا ہوں گے۔"

"حنا کے ہونے سے کیا فرق پڑ جاتا۔" منصور نے دبی زبان میں پوچھا۔

"میرے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن آپ ضرور کچھ گم صم ہو کر رہ جاتے ہیں۔" فرزانہ معنی خیز لہجے میں بولی۔

"کرنل احسان بہت دنوں سے نہیں ملے۔ خیریت سے تو ہیں۔" منصور نے گفتگو کا رخ بدلنا چاہا۔

"حنا کے تذکرے پر آپ سہم کیوں جاتے ہیں۔" فرزانہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" منصور سنجیدہ ہو گئے۔

"میرا اس وقت کا آنا آپ کو ناگوار تو نہیں گزرا۔"

"جی نہیں۔"

"آپ نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا کہ میں کس مقصد سے آئی ہوں۔"

"آپ اگر ضروری سمجھیں گی تو خود ہی بتا دیں گی۔" منصور کے لہجے میں بے اعتنائی

تھی۔

"یہ آپ مجھے آپ آپ کہہ کر کیوں مخاطب کرتے ہیں؟" فرزانہ نے قدرے شوخی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ پہلے بھی میں آپ کو اسی انداز میں نوازتا رہا ہوں۔"

"لیکن حنا کے ساتھ تو آپ خاصی بے تکلفی سے پیش آتے ہیں۔"

منصور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف مسکرا کر رہ گئے۔

"اگر آپ کو ناگوارِ خاطر نہ گزرے تو میں ایک بات دریافت کر لوں۔"

"بڑے شوق سے پوچھئے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ شیخ ریاض الدین صاحب آپ پر مستقل قبضہ جمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"جی!" منصور چونک پڑے۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"میں نے ایسی کوئی دشوار بات نہیں کہی تھی جو سمجھ میں نہ آسکے۔" فرزانہ چبھتی ہوئی آواز میں بولی۔

"وضاحت کر دینے میں کیا حرج ہے۔"

"میرا اشارہ حنا کی طرف تھا۔" فرزانہ نے بے باکی سے کہا۔ "ظاہر ہے کہ ریاض الدین صاحب کو اگر آپ پسند نہ ہوتے تو وہ آپ کو اپنے گھر بلا کر رکھنے کے لئے زور کبھی نہ دیتے۔"

"دنیا میں خلوص بھی کوئی شے ہوتی ہے فرزانہ صاحبہ!" منصور نے جلدی سے کہا۔ "صرف خونی رشتوں کو اگر زندگی کی معراج سمجھ لیا جائے تو انسانی قدریں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گی۔ جذباتی لگاؤ نام کی کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔"

"گویا آپ اعتراف کرتے ہیں کہ جو کچھ میں سوچ رہی ہوں وہ غلط نہیں ہے۔"

"میں ابھی تک آپ کے سوال کا مفہوم نہیں سمجھ سکا۔" منصور بولے۔

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ ہم کھل کر گفتگو کریں۔"

"میں صاف گوئی کو پسند کرتا ہوں۔"

"بے جا تکلفات سے مجھے بھی چڑ ہے۔" فرزانہ بولی۔ "زندگی میں الجھاؤ پیدا کرنا بھی میرے اصول کے خلاف ہے لیکن ایک بات بہرحال اپنی جگہ اٹل ہے کہ میں ایک عورت ہوں۔"

منصور خاموشی سے بیٹھے فرزانہ کو دیکھتے رہے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ فرزانہ کا اگلا سوال کیا ہو گا اور اسی لئے وہ خود کو اس کے جواب کے لئے آمادہ کرنے کی سعی کر رہے تھے۔

"میں جو کچھ پوچھنا چاہتی ہوں وہ آپ اچھی طرح سمجھ رہے ہیں پھر بھی اگر آپ تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں تو میں براہ راست یہ سوال کئے لیتی ہوں کہ کیا آپ حنا سے محبت کرتے ہیں۔"

"جواب دینے سے پیشتر میں سوال کرنے کی ضرورت بھی جاننا پسند نہ کروں گا۔" منصور نے سنجیدگی سے کہا۔

"اگر آپ قبل از وقت مجھے اس کے لئے مجبور نہ کریں تو بہتر ہے۔"

"میں غلط بیانی سے بھی کام لے سکتا ہوں۔"

"یہ آپ جانیں' میں صرف جواب چاہتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ اس سلسلے میں کوئی جواب نہ دے سکوں گا۔"

"کیوں۔ کوئی دشواری مانع ہے۔"

"جی نہیں۔ بلکہ یہ میرا قطعی نجی معاملہ ہے۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ یہ سوال میں ڈیڈی کی مرضی حاصل کر لینے کے بعد کر رہی ہوں تب آپ کیا کہیں گے۔"

منصور کا دل بڑی تیزی سے دھڑک اٹھا۔ فرزانہ کے جملے کا ایک ایک لفظ اسے اپنے وجود میں تیر و نشتر کی طرح چبھتا محسوس ہو رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کی نگاہوں کے سامنے تاریکی سی پھیل گئی۔

تاریکی۔

گھپ اور مہیب اندھیرا۔

جس میں اسے خود اپنا وجود متزلزل نظر آ رہا تھا۔

اس نے نظر بھر کر فرزانہ کو دیکھا پھر کسی سوچ میں گم ہو گیا۔

"آپ کس سوچ میں پڑ گئے منصور؟"

"کچھ نہیں۔"

"میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا آپ نے۔"

"میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ حنا اور شیخ ریاض الدین کی شخصیت

میرے لئے قابلِ احترام ہے۔" منصور نے نپے تلے الفاظ میں کہا۔

"صرف قابلِ احترام یا کچھ اور بھی۔"

"کچھ اور سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"میرا اشارہ پھر حنا کی طرف ہے۔" فرزانہ بولی۔ "کیا آپ اس سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

"میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ میرا نجی معاملہ ہے۔" منصور کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ اس وقت بڑی مشکل سے خود پر قابو پا رہے تھے۔

"میں بھی اس وقت اپنے ایک نجی معاملے میں گفتگو کرنے کی غرض سے آئی ہوں۔" فرزانہ اس بار سنجیدگی سے بولی۔

"فرمائیے۔"

"آپ کو شاید اس بات کا علم ہو گا کہ میری پرورش آزاد ماحول میں ہوئی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"ڈیڈی نے آج تک کبھی میری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔"

"مجھے علم ہے۔"

"جھوٹی شرم و حیا اور خواہ مخواہ کے الجھاوے بھی مجھے قطعاً پسند نہیں ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔"

"اس کے علاوہ یہ کہ میں ایک عورت ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔"

"ڈیڈی نے مجھے اس بات کا حق دے رکھا ہے کہ میں جس چیز کو چاہے پسند کروں اور جسے دل نہ چاہے اسے نظر سے گرا دوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" منصور نے سوال کیا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ میں آپ کے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہوں تو آپ کا کیا جواب ہو گا؟"

سوال اس قدر غیر متوقع اور اچانک تھا کہ منصور گڑبڑا کر رہ گئے۔ فرزانہ اتنی بے باک بھی ہو سکتی ہے انہوں نے آج سے پہل اس بات کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔ یہ ضرور جانتے تھے کہ وہ حد درجہ خود سر واقع ہوئی ہے جس بات پر اڑ جائے اسے منوا کر دم لینا اس کے خمیر میں داخل تھا۔

کرنل احسان کے ہاں قیام کے دوران منصور نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ وہ فرزانہ کے باپ ضرور ہیں لیکن اس کی ضد کے آگے ان کی بھی ایک نہ چلتی تھی۔

منصور گنگ ہو کر فرزانہ کو یوں دیکھنے لگے جیسے وہ محض ایک بھیانک خواب دیکھ رہی ہو۔

خواب۔

جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

"میں جذبات کی رو میں بہک کر کوئی فیصلہ کرنے کی عادی نہیں ہوں۔" فرزانہ کی ٹھوس آواز منصور کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ دوبارہ چونک پڑے۔

"ڈیڈی کی خواہش ہے کہ میں شادی کر لوں اور اس سلسلے میں انہوں نے مجھے مکمل آزادی دے رکھی ہے کہ جسے چاہے پسند کر لوں۔"

منصور بدستور خاموش بیٹھے کچھ سوچتے رہے۔ ان کی کیفیت اس جوالامکھی سے مختلف نہیں تھی جو سالہا سال خاموش رہتا ہے لیکن پھٹ پڑتا ہے تو اس کے سامنے کوئی بند باندھنا ممکن نہیں ہوتا۔

"آپ نے ابھی تک میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔" فرزانہ نے دوبارہ پوچھا تو منصور چپ نہ رہ سکے۔

"کرنل احسان نے آپ کو اپنے انتخاب میں آزادی دے رکھی ہے لیکن میرے بھی کچھ اپنے اصول ہیں۔"

"فرسودہ اصولوں پر چلنے والے زندگی کی خوشیوں سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔"

"اپنا اپنا نظریہ ہے۔" منصور طنز بھرے لہجے میں بولے۔

"ممکن ہے آپ میری اس بیباکی کو بے شرمی اور بے حیائی پر محمول کریں لیکن میں اس اصول کے خلاف ہوں کہ کسی جیتی جاگتی زندگی کو جو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بھی رکھتی ہو بھیڑ بکریوں کی طرح نیلام کر دیا جائے۔" فرزانہ سنجیدگی سے بولی۔ "انسان اور جانوروں میں کوئی فرق ہونا ضروری ہے۔"

"لیکن انسان اگر اپنی تہذیب اور اپنے معاشرے سے بغاوت پر اتر آئے تو پھر اس میں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں رہتا۔"

"بغاوت ہمیشہ اسی وقت کی جاتی ہے جب انسان کی حق تلفی ہوتی ہے۔"

"ممکن ہے۔" منصور نے بحث سے بچنے کی خاطر کہا۔

"کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ جب انسان جان بوجھ کر کسی بات سے کترانا چاہے تو تہذیب اور معاشرے کی آڑ میں پناہ لیتا ہے۔" فرزانہ نے کہا۔ "خود اپنی مثال لے لیجئے۔ آپ اگر چاہیں تو براہ راست بھی میرے سوال کا جواب دے سکتے ہیں لیکن آپ کترانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ شاید اس لئے کہ آپ حنا سے اپنی محبت کے اعتراف کو گناہ سمجھتے ہیں۔"

"فرزانہ........" منصور کا چہرہ خون کی حدت سے تپ اٹھا۔ "میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ حنا کی ہستی میرے لئے قابلِ احترام ہے۔"

"یہی جملہ آپ نے میرے لئے بھی کہا تھا لیکن اس وقت جب آپ میرے یہاں مقیم تھے۔"

"میں آج بھی آپ کا احترام کرتا ہوں۔"

"پھر میرے سوال کے جواب میں آپ کو کیا دشواری پیش آ رہی ہے۔" فرزانہ تیز ہو گئی۔ "کیا آپ مجھے پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتے؟"

"پسندیدگی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ میں آپ سے شادی پر بھی تیار ہو جاؤں۔" منصور نے کہا۔ "ویسے بھی میں جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ حنا کا وجود درمیان میں حائل ہو رہا ہے۔"

"فرزانہ........" منصور تڑپ کر رہ گئے۔

"حقیقت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے۔" فرزانہ زہرخند سے بولی۔ "میں نے تو سنا تھا کہ مرد کبھی بزدلی کا ثبوت نہیں دیا کرتے۔"

"تم مجھے بزدلی کا طعنہ کیسے دے سکتی ہو۔" منصور نے تلخ لہجے میں پوچھا۔

"بزدلی کا طعنہ میں آپ کو نہیں بلکہ حنا کی اس محبت کو دے رہی ہوں جس نے آپ کو حقیقت سے فرار کی راہ دکھائی ہے۔"

"تمہیں حنا کے بارے میں اس قسم کی باتیں کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔" منصور جھلا گئے۔

"کیوں، حنا سے طرفداری کی وجہ کیا محبت نہیں ہے؟"

"چلو یونہی سہی۔" منصور نے تلملا کر کہا۔

"گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔" فرزانہ ہونٹ چبا کر بولی۔

"ہاں، میں اب اس سے بھی انکار نہیں کروں گا۔"

"کیا حنا بھی آپ سے محبت کرتی ہے؟"

"یہ میرا اور حنا کا نجی معاملہ ہے۔" منصور کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"اگر آپ میرے یہاں رہتے تو شاید حنا درمیان میں نہ آ سکتی۔" فرزانہ نے جذباتی لہجے میں کہا۔

"محبت میں دوری اور فاصلوں کی پابندی نہیں ہوتی۔"

"غلط ہے۔" فرزانہ تلملا کر بولی۔ "آج کی دنیا میں ہر چیز دولت اور احسان کے بوجھ تلے دب کر رہ جاتی ہے۔"

"فرزانہ! تم میری شخصیت کی توہین کر رہی ہو۔" منصور غصے سے کانپ اٹھے۔

"عورت کے سامنے مرد کی شخصیت اس تنکے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی جو موجوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ حنا اگر آج آپ کو اپنی نظروں سے گرا دے تو شخصیت کا بھرم خاک میں مل جائے گا۔"

منصور نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

"انسان سے جب کوئی جواب بن نہیں پڑے تو وہ ہمیشہ یونہی تلملا کر رہ جاتا ہے۔"

"فرزانہ........" منصور آپے سے باہر ہو گیا۔ "میں تمہیں اپنی زندگی کے معاملات میں دخل انداز ہونے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

"عورت کسی اجازت کی محتاج نہیں ہوتی مسٹر منصور۔" فرزانہ تنک کر بولی۔ "تم شاید یہ بھی بھول رہے ہو کہ ڈیڈی تمہارے محسن ہیں۔"

"اوہ........ تو یوں کہو کہ تم ان احسانوں کے بدلے مجھے خریدنا چاہتی ہو۔ کیوں؟"

"ہاں........ میں یہی سوچ کر آئی تھی۔" فرزانہ نے بیباکی سے کہا۔

"اور اس کے باوجود تم خود کو عورت کہنے پر بضد ہو۔"

"منصور!" فرزانہ چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح تڑپ اٹھی۔ "تم شاید یہ بھی بھول رہے ہو کہ میں حنا نہیں بلکہ فرزانہ ہوں۔"

"اس فرق کا احساس تو مجھے اسی وقت ہو گیا تھا جب تم نے خود اپنے منہ سے شادی کی بات کی تھی۔" منصور زہریلے لہجے میں بولے۔ "عورت جب اپنی سطح سے گر جائے تو وہ پھر عورت کہلانے کی مستحق نہیں رہتی۔"

"یہ بات اس عورت کے لئے زیادہ مناسب ہے جس نے تم کو اپنے دامِ فریب میں جکڑ رکھا ہے۔" فرزانہ بولی۔ "جو ایک طرف چوری چھپے تمہارے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھا رہی ہے اور دوسری طرف خود کو عورت کہلانے کی مستحق بھی سمجھ رہی ہے۔"

"فرزانہ! تم حد سے آگے بڑھ رہی ہو۔" منصور اس بھرپور حملے کو برداشت نہ کر سکے۔ "میں حنا کی شان میں کوئی گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"یہ تم نہیں بلکہ ریاض الدین کی دولت بول رہی ہے۔"

"فرزانہ.........." منصور کانپتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ "دور ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔"

"اچھا۔" فرزانہ بل کھا کر کھڑی ہو گئی پھر منصور کو شعلہ بار نظروں سے گھور کر کہا۔ "میں جا رہی ہوں لیکن ایک بات یاد رکھنا' فرزانہ کو ٹھکرا کر تم حنا کو بھی نہیں اپنا سکو گے۔ میں تمہیں اب دکھاؤں گی کہ عورت جب اپنی سطح سے گر جاتی ہے تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتی۔"

پھر منصور کے جواب دینے سے پیشتر ہی وہ ہونٹ چباتی ہوئی تیزی سے پلٹی اور آفس سے باہر چلی گئی۔

فرزانہ کے چلے جانے کے بعد منصور تھکے ہوئے انداز میں کرسی پر بیٹھ گئے۔ حالات کے اس نئے موڑ نے ان کے سوچنے کی صلاحیتوں کو جیسے زنگ آلود کر دیا تھا۔

بڑی دیر تک دفتر میں تنہا بیٹھے وہ اپنے دل کو سمجھاتے رہے لیکن دل تھا کہ کسی انجانے خوف سے دھڑک رہا تھا۔ ان کی کیفیت اس مسافر سے مختلف نہیں تھی جو منزل کے قریب پہنچ کر ایک لمحے کے لئے اپنی تمام تھکن بھول گیا ہو لیکن پھر بادِ مخالف کے ایک ہی جھونکے نے منزل کے نشانات دھندلا دیئے ہوں۔

وقت تیزی سے گزرتا رہا لیکن منصور کو اس کا احساس بھی نہ ہو سکا کہ کب روشنی کے سائے سمٹ کر تاریکی میں مدغم ہو گئے۔ وہ اسی وقت چونکے تھے جب چپڑاسی نے ڈرتے ڈرتے اندر قدم رکھ کر انہیں مخاطب کیا تھا۔

"صاحب! لائٹ جلا دوں۔"

"آں.......... نہیں۔" منصور کے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔

انہوں نے نظر اٹھا کر ماحول پر پھیلی ہوئی سیاہ لکیر کو دیکھا پھر بوجھل بوجھل انداز سے اٹھے اور تھکے تھکے قدم اٹھاتے آفس سے باہر آ گئے۔

یوں جیسے کوئی جواری ایک ہی داؤ میں اپنی تمام پونجی لٹا چکا ہو۔

☆======☆======☆

حنا ماں کے پاس سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

منصور ابھی دفتر سے نہیں لوٹے تھے۔ اس لئے وقت گزاری کے لئے اس نے ایک رسالہ اٹھایا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگی۔

نظریں رسالے پر جمی ہوئی تھیں لیکن دل منصور میں الجھا ہوا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ منصور وعدہ کرنے کے باوجود ابھی تک باہر تھے۔ حالانکہ انہوں نے صبح چلتے وقت حنا سے کہا تھا کہ وہ جلدی لوٹ آئیں گے۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا حنا کی بے چینی بڑھتی گئی۔ اکتا کر اس نے رسالے کو میز پر رکھا پھر اٹھ کر کھڑکی کے قریب آ گئی جو پائیں باغ کی سمت کھلتی تھی۔

باہر تاریکی پھیل چکی تھی۔

حنا بیرونی پھاٹک پر نظر جمائے کھڑی سوچتی رہی۔

منصور کی دیری کا سبب کیا ہو سکتا ہے۔

کام کی مصروفیات' یا کوئی اور بات۔

آمنہ خاتون کی بیماری کا سبب جب حنا نے دفتر جانے سے انکار کیا تھا تو منصور کا ارادہ بھی بدل رہا تھا لیکن آمنہ خاتون کے علاوہ خود حنا نے بھی اس کے دفتر جانے کے لئے اصرار کیا تھا۔

منصور مجبور ہو گئے۔

اور پھر انہوں نے چلتے وقت حنا کو باہر بلا کر کہا تھا۔

"دفتر میں تمہارے بغیر دل نہ لگے گا۔"

جواب میں حنا کا چہرہ نسوانی حیا اور مسرت کے احساس کے ملے جلے جذبے سے دمک اٹھا تھا۔

"اچھا' میں جا رہا ہوں لیکن جلدی واپس آ جاؤں گا۔" منصور نے حنا کو شرماتے دیکھ کر خود ہی کہا تھا۔

"جلدی کی کیا ضرورت ہے۔" حنا بولی۔ "آپ اطمینان سے جا کر کام کریں۔ اگر کوئی ضرورت ہوئی تو میں فون کر کے آپ کو مطلع کر دوں گی۔"

اور منصور حنا کو مسکراتی نظروں سے دیکھتا چلا گیا تھا۔

چار بجے تک حنا ماں کے پاس بیٹھی انہیں اپنی معصوم باتوں سے بہلاتی رہی اس کی نظریں ہر ہر آہٹ پر دروازے کی سمت اٹھ جاتی تھیں۔

اس نے چار بجے ہی سے منصور کا انتظار شروع کر دیا تھا لیکن اب چھ بج رہے تھے اور منصور ابھی تک واپس نہیں لوٹے تھے۔

کیوں؟

کیا انہیں کوئی ایسا ہی اہم کام پیش آ گیا تھا کہ وہ اپنا وعدہ بھول گئے۔

ممکن ہے "عندلیب" کے سلسلے میں باہر کا ایجنٹ آ گیا ہو اور منصور اس کے ساتھ مصروف ہوں۔

بڑی دیر تک وہ یونہی کھڑکی میں کھڑی اپنے آپ کو بہلاتی رہی۔ ایک بار دل اس کا چاہا تھا کہ فون کر کے پوچھ لے کہ دیر کا سبب کیا ہے لیکن پھر نہ جانے کیوں اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

پھاٹک پر نظریں جمائے منصور کا انتظار کرتی رہی۔ اسے یقین تھا کہ منصور بس اب کوئی پل آیا ہی چاہتے ہیں۔

لیکن پھر اچانک ہی اس کے ذہن میں فرزانہ کا خیال ابھر آیا۔ وہ بے چین ہو کر سوچنے لگی۔

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ فرزانہ دفتر میں موجود ہو .... اور منصور اس سے گفتگو میں محو ہو کر مجھے بھول گئے ہوں۔

فرزانہ۔

جو ضرورت سے زیادہ بے باک واقع ہوئی تھی۔

فرزانہ۔

جو ماڈرن ہونے کے ساتھ ساتھ آزاد خیال بھی تھی۔

فرزانہ۔

جو زندگی کو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی قریب سے دیکھنے کی عادی تھی۔

اور..........

یہ فرزانہ ہی تو تھی جس نے ایک بار نیلوفر' اختر اور خود حنا کی موجودگی میں کہا تھا کہ منصور سب کے سامنے جھکنے کے عادی نہیں ہیں۔

حنا کا دل دھڑکنے لگا۔

تو کیا فرزانہ اور منصور..........!

منصور اور فرزانہ..........

"نہیں .... نہیں۔" حنا جیسے سوتے سے اچانک جاگ اٹھی۔ اس کے دل نے کہا۔

منصور ایسے نہیں ہو سکتے۔

وہ موسم کی طرح بدل نہیں سکتے۔

ان کی محبت لازوال ہے۔

ان کا جذبہ پاک ہے۔

کسی پہاڑی جھرنے کی طرح پاک .... صاف و شفاف

جس میں گندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اور..........

اور ہیرے کی اس انگوٹھی کو تُو کیوں بھول رہی ہے جو انہوں نے بڑے پیار سے تجھے پہنائی ہے۔

حنا دل کی آواز پر خود ہی محجوب سی ہو گئی۔ اس نے شرمائی نظروں سے ہاتھ اٹھا کر ہیرے کی اس انگوٹھی کو دیکھا جو اس کی انگلی میں پھنسی مسکرا رہی تھی۔

چمک رہی تھی۔

دمک رہی تھی۔

انگوٹھی اور نگینہ۔

دونوں ایک دوسرے میں جذب ہو کر کس قدر خوبصورت لگ رہے تھے۔

جیسے ایک دوسرے کے بغیر ان کا حسن نامکمل رہ جاتا۔

اور..........

حنا خود اپنے ہی خیالات پر کسی نو عروس کی طرح شرما گئی۔ تب اچانک روشنی کا ایک ہیولا اس کے شرمگیں چہرے کا طواف کرتا ہوا دوسری سمت چلا گیا۔

حنا نے پلکیں اٹھا کر دیکھا۔ منصور کی گاڑی پورٹیکو میں جا کر رک گئی تھی۔ اس کا معصوم دل خوشی کے کسی انجانے جذبے سے سرشار ہو گیا تھا۔ اس نے انگوٹھی کے درمیان مسکراتے نگینے کو چوما پھر بھاگ کر اپنے بستر پر آ گئی۔

اس کا دل دھڑک رہا تھا وہ سوچ رہی تھی۔

منصور اب اس کے کمرے میں آئیں گے۔

دیر سے آنے کے لئے معذرت چاہیں گے تو وہ ناراض ہو جائے گی۔

اس وقت تک وہ منصور سے کوئی بات نہیں کرے گی جب تک منصور اسے منانے کی سعی نہ کریں گے۔

اور............

جب منصور اسے منائیں گے تو وہ جلدی سے من جائے گی۔

وہ منصور کو بتائے گی کہ ان کی وجہ سے ابھی تک اس نے شام کی چائے بھی نہیں پی۔

منصور اظہارِ افسوس کریں گے تو اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھے گا۔

حنا کے کان کمرے کے باہر کسی آہٹ پر جمے ہوئے تھے پھر جب قدموں کی آواز سنائی دی تو اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ اس نے جلدی سے دوسری کروٹ بدل لی۔

قدموں کی آہٹ قریب آ رہی تھی۔ قریب.......... قریب اور پھر وہ آہٹ اس کے بستر کے قریب آ کر تھم گئی۔

حنا منصور کی آواز سننے کے لئے بے چین تھی۔

"بی بی جی! منصور میاں آ گئے ہیں۔"

آپا کی آواز سنائی دی تو حنا جھلا گئی۔ اس کے خواب جیسے بکھر کر رہ گئے۔

اس نے تیزی سے پلٹ کر آپا کو دیکھا۔

"منصور آ گئے۔"

"جی ہاں، بیگم صاحبہ کے پاس ہیں۔"

"ٹھیک ہے، وہ ہاتھ منہ دھو لیں تو تم چائے لگا دینا۔" حنا نے کہا پھر اٹھ کر باہر آ گئی۔

ماں کے کمرے کی طرف جا رہی تھی کہ منصور اسے راہداری میں نظر آ گئے۔ چہرہ کچھ اترا اترا سا لگ رہا تھا۔ حنا کو دیکھ کر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی لیکن حنا کو اس مسکراہٹ میں بھی پھیکے پن کا احساس ہوا تھا۔

"اب تشریف لا رہے ہیں آپ؟" حنا نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

"معافی کا خواستگار ہوں۔" منصور بولے۔

"یوں نہیں، پہلے دیر کا سبب بتائیے۔"

"ایک ضروری کام میں پھنس گیا تھا۔"

"کام کی نوعیت کیا تھی۔" حنا نے جرح کی تو منصور سٹپٹا کر بولے۔

"کیا اتنی مہلت بھی نہ ملے گی کہ منہ ہاتھ دھو کر چائے پی لوں۔"

"چائے تو میں نے بھی ابھی تک نہیں پی۔" حنا مسکرا کر بولی۔

"کیوں؟"

"یونہی .... دل نہیں چاہ رہا تھا۔"

"میرے ساتھ پی لینا۔" منصور نے پیار سے کہا۔

"اگر آپ اصرار کریں گے تو مجبوراً ساتھ دے دوں گی۔" حنا شوخی سے بولی۔

"کرنل احسان تو نہیں آئے تھے۔"

"جی نہیں.......... کیوں؟"

"میرا مطلب تھا کہ چچی جان بیمار ہیں۔" منصور نے جلدی سے اپنے دل میں اٹھنے والے وسوسوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی تشویش کی بات نہیں تھی کہ کرنل احسان کو زحمت دی جاتی۔" حنا بولی۔

"امی جان تو آپ کے جاتے ہی ٹھیک ہو گئی تھیں۔"

"مجھے کیا معلوم تھا ورنہ میں کچھ دیر پہلے ہی چلا جاتا۔"

حنا مسکرا دی پھر اس نے منصور کو منہ دھونے کے لئے کہا اور خود باورچی خانے کی طرف آ گئی۔

تھوڑی دیر بعد منصور کپڑے بدل کر اور تر و تازہ ہو کر چائے کی میز پر آ گئے۔ حنا پہلے سے ان کی منتظر تھی۔ منصور کو دیکھ کر ایک بار پھر اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کچھ تھکے تھکے سے ہیں۔

چہرے پر شگفتگی اور تازگی نہیں تھی جو روزانہ ہوا کرتی تھی لیکن حنا نے کوئی استفسار نہیں کیا یہ سوچ کر ٹال گئی کہ کام کی زیادتی اور تنہائی کے احساس نے تھکا دیا ہو گا۔

چائے کا کپ بنا کر اس نے منصور کی طرف بڑھایا تو وہ بڑے والہانہ انداز میں اسی کی طرف متوجہ تھے۔

حنا نے جلدی سے نظریں جھکا لیں۔ پھر اپنے کپ میں شکر ملانے لگی۔

"تم نے مجھے فون کیوں نہیں کیا۔" منصور نے پوچھا۔

"اس کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ امی جان کا بخار آپ کے جانے کے کچھ دیر بعد خود ہی اتر گیا تھا۔"

"اسی بات کی اطلاع دے دی ہوتی۔"

"کیوں دیتی اطلاع۔" حنا مسکرا کر بولی۔ "آپ نے وعدہ جو کیا تھا جلدی آنے کا۔"

"تم نے انتظار کیا تھا میرا۔" منصور نے آہستہ سے پوچھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ تم بڑی شدت سے میری راہ دیکھ رہی ہو گی۔"

"اس کے باوجود آپ نے دیدہ دانستہ دیر کر دی۔" حنا شکایتی انداز میں بولی۔

"یہ کیسے سمجھ لیا تم نے۔" منصور جلدی سے بولے۔ "اگر اچانک وہ کام نہ آ گیا ہوتا تو میں حسب وعدہ جلدی آ جاتا۔"

"کیا وہ کام مجھ سے زیادہ اہم تھا۔" حنا نے دبی آواز میں پوچھا تو منصور ایک بار پھر پہلو بدل کر رہ گئے۔

حنا نظریں نیچی کئے بیٹھی تھی ورنہ منصور کی کیفیت کو ضرور محسوس کر لیتی۔

"تم سے زیادہ میرے لئے کوئی اور چیز اہم نہیں ہو سکتی۔" منصور نے جلدی سے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن وہ کام کچھ ایسا ہی تھا جسے نپٹائے بغیر میں اٹھ نہ سکا۔"

حنا نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش بیٹھی چائے پیتی رہی۔ ایک دو بار اس نے نظر اٹھا کر منصور کی طرف دیکھا لیکن اسے اپنی طرف متوجہ پا کر دوبارہ نظریں جھکا لیں۔

"اب تک چائے کیوں نہیں پی تھی تم نے۔" منصور تھوڑے توقف کے بعد بولے۔

"سوچ رہی تھی کہ آپ آ جائیں گے تو ایک ساتھ پی لوں گی۔" حنا نے دھڑکتے دل سے کہا پھر جلدی سے بولی۔ "ملازموں کو بار بار تکلیف دینا کچھ اچھا نہیں لگتا۔"

"اوہ.......... گویا ملازموں کی وجہ سے چائے نہیں پی گئی۔"

"یہ بات بھی نہیں ہے۔" حنا بے اختیار ہنس دی۔

"صاف صاف کیوں اعتراف نہیں کر لیتیں کہ تمہیں میرا انتظار تھا۔"

"اگر میرے اس اعتراف سے آپ کو خوشی ہو سکتی ہے تو چلئے اعتراف کئے لیتی ہوں۔" حنا بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔

"اور جو مجھے زیادہ دیر ہو جاتی تو؟"

"تو چائے کے بجائے کھانے پر ساتھ ہو جاتا۔" حنا شوخی سے بولی۔

"اور اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آ جاتا۔"

"منصور!" حنا یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔

"فرمایئے۔"

"آپ کو اس قسم کی بری فال منہ سے نہیں نکالنی چاہئے۔ واہ' یہ بھی کوئی مذاق ہے۔" حنا کے چہرے پر ناراضگی کا تاثر دیکھ کر منصور ہنس دیئے۔

"اتنی جلدی خفا ہو گئیں۔"

"آپ خفا ہونے کی بات جو کر دیتے ہیں۔"

"میں نے ایک امکانی بات کہی تھی۔"

"انسان اچھی باتوں کے لئے بھی سوچ سکتا ہے۔"

"اچھی باتوں کا سلسلہ بھی عنقریب شروع ہونے والا ہے۔" منصور چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے بولے۔

"کیا مطلب؟"

"اخلاق احمد صاحب کا خط چچا جان کے پاس آ لینے دو پھر بتاؤں گا۔"

"اس کے بعد آپ کو کچھ بتانے کا موقع ہی کہاں ملے گا۔" حنا آہستگی سے بولی۔

"کیوں' کیوں نہیں ملے گا موقع؟"

"ابا حضور کے علم میں جب یہ بات آ جائے گی تو پھر میں آپ سے اس طرح آزادی کے ساتھ نہیں مل سکوں گی۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں چچا جان سے منع کر دوں گا کہ وہ تم سے سرے سے کوئی تذکرہ ہی نہ کریں۔"

"ہمت پڑے گی اس بات کے لئے۔" حنا نے سنجیدگی سے منصور کو دیکھا۔

"گھبرانے کی بھی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" منصور نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دوبدو بات تو نہ کر سکوں گا لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ کچھ لکھ کر ان کے حوالے کر دوں۔"

"لکھیں گے کیا جناب۔" حنا نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"یہی کہ محترمہ حنا صاحبہ پر چونکہ میرا پورا پورا اختیار ہے اس لئے انہیں کوئی ایسا حکم نہ دیا جائے جس سے مابدولت کے احساسات کو کوئی تکلیف پہنچے۔"

منصور نے یہ جملہ کچھ اتنی سنجیدگی اور متانت سے ادا کیا کہ حنا بے اختیار ہنس دی۔

چائے کی میز پر منصور اور حنا کے درمیان اسی قسم کی چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی پھر شیخ ریاض الدین کے آجانے سے دونوں سنجیدہ ہو گئے۔

منصور شیخ ریاض الدین سے گفتگو میں مصروف ہو گئے تو حنا اٹھ کر ماں کی طرف چلی گئی۔

☆======☆======☆

آمنہ خاتون کے چہرے پر نور کی ہزاروں کرنیں چمک رہی تھیں۔

آج وہ بے حد خوش تھیں اور خوشی کی وجہ ڈاکٹر اخلاق احمد کا وہ خط تھا جو انہیں ابھی ابھی ملا تھا۔

انہوں نے دھڑکتے دل سے لفافہ چاک کیا۔ لرزتے ہوئے ہاتھوں سے تہہ کئے ہوئے کاغذ کو سیدھا کیا۔ پھر سوچ میں ڈوبی ہوئی آنکھیں خط پڑھنے لگیں۔

انہیں خدشہ تھا کہ کہیں خط کا مضمون ان کی امیدوں پر پانی نہ پھیر دے اور اسی خوف کے پیش نظر وہ آہستہ آہستہ ایک ایک سطر پڑھ رہی تھیں۔

لیکن............

جب پورا خط پڑھ ڈالا تو ان کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

اور خوشی کی اس شدت سے ان کی آنکھیں بھر آئیں۔

آنسو چھلک اٹھے۔

عقیدت کے آنسو۔

خوشی کے آنسو جو موتیوں کی طرح ان کی پلکوں پر تھم کر رہ گئے۔

اور وہ جلدی سے اٹھیں۔ غسل خانے میں جا کر انہوں نے وضو کیا اور اپنے خدا کے سامنے سر بسجود ہو گئیں۔

لرزتے ہوئے ہونٹ شکرانہ ادا کرنے لگے۔

بڑی دیر تک وہ سجدے میں پڑی خدا سے اس کی نوازشوں کا شکریہ ادا کرتی رہیں۔

پھر اٹھ کر دوبارہ خط کو پڑھنے لگیں۔

اخلاق احمد نے شیخ ریاض الدین اور آمنہ خاتون کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے لکھا تھا۔ وہ خدا کا نام لے کر شادی کی تیاریاں شروع کر دیں اور جتنی جلدی ممکن ہو سکے اس اہم فریضہ سے سبکدوش ہونے کی کوشش کریں۔

منصور کے بارے میں اخلاق احمد نے تحریر کیا تھا کہ وہ اس شادی پر نہ صرف یہ کہ رضامند ہے بلکہ حنا کو حاصل کرنے کے بعد وہ خود پر فخر بھی کرے گا۔

آمنہ خاتون کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ انہیں بڑی شدت سے شیخ ریاض الدین کی واپسی کا انتظار تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ جتنی جلد سے جلد ممکن ہو سکے وہ شوہر کو یہ خوشخبری سنا دیں اور پھر باقاعدہ طور پر حنا اور منصور کی شادی کا اعلان کر دیں۔

آیا کو بار بار بلا کر وقت دریافت کر رہی تھیں۔ بار بار دروازے تک جا کر خود اس بات کا اندازہ لگاتیں کہ ابھی شوہر کے آنے میں کتنی دیر باقی ہے۔ پھر جب اور کوئی بس نہ چلتا تو دوبارہ خط پڑھنے لگتیں۔

ایک بار جب انہوں نے آیا کو بلا کر وقت دریافت کیا تو آیا نے بھی ان کی بے چینی محسوس کر لی۔ دبی زبان میں پوچھا۔

"کیا بات ہے بیگم صاحبہ! آج آپ کو صاحب کا بہت زیادہ انتظار ہے۔"

آمنہ خاتون نے وقت گزاری کے لئے آیا کو بلا کر قریب بٹھا لیا پھر اس سے بولیں۔

"آج میں بہت خوش ہوں۔ تمہارے صاحب آ جائیں تو وہ بھی اس اطلاع کو سن کر بہت خوش ہوں گے۔"

آیا کچھ نہ سمجھ سکی۔ اس نے آمنہ خاتون کو غور سے دیکھا پھر بولی۔

"بیگم صاحبہ! خوشی کی بات ہے تو مجھے بھی سننے کا حق ہے۔"

"ہاں .... ہاں .... کیوں نہیں۔" آمنہ خاتون نے جلدی سے کہا۔ "تمہی لوگوں کی دعاؤں کا نتیجہ تو ہے جو میرے خدا نے میری سن لی۔ ذرا بات طے ہو جائے تو پھر سب کو پیٹ بھر کر مٹھائی کھلاؤں گی اور انعام و اکرام سے بھی نوازوں گی۔"

"کیا اپنی حنا بٹیا کا کچھ معاملہ ہے؟" آیا نے ڈرتے ڈرتے پوچھ ہی لیا۔

"ہاں، تم بھی دعا کرو کہ خدا ساتھ خیر کے سب کچھ ٹھیک کرا دے۔"

"میں تو ہمیشہ دعا کرتی رہتی ہوں بیگم صاحبہ کہ بٹیا کی قسمت اچھی ہو۔ دولہا کے گھر کا چین نصیب ہو۔"

"اب کیا وقت ہوا ہو گا۔" آمنہ خاتون نے دوبارہ وقت پوچھا تو بوڑھی آیا بھی مسکرا دی۔

"ابھی تو پانچ بج رہے ہیں۔ صاحب کے آنے میں دو گھنٹے اور باقی ہیں۔"

آمنہ خاتون نے نظر اٹھا کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ روشنی کے سائے مولسری کے

درخت کی پھنگیوں کو آخری بوسہ دے رہے تھے۔

"آج ابھی تک حنا اور منصور بھی نہیں آئے۔"

"آتے ہی ہوں گے۔" آیا بولی' پھر اس نے کہا۔ "ایک بات پوچھوں بیگم صاحبہ!"

"ضرور پوچھو۔"

"چھوٹی بی بی کی بات کہاں طے ہو رہی ہے۔"

"ہے ایک لڑکا۔" آمنہ خاتون مسکرا کر بولیں۔ "تم اس کا نام سنو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔"

"عزیزداروں میں سے ہے کوئی۔"

"کیوں' تمہیں کیوں فکر لاحق ہو رہی ہے۔"

"بیگم صاحبہ!" آیا نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک کہوں۔"

"ضرور کہو' میں کیا پہلے کسی بات پر تم سے خفا ہوئی ہوں جو اب اس خوشی کے موقع پر ناراض ہوں گی۔"

"اللہ آپ کی عمر دراز کرے لیکن پھر بھی ڈر لگتا رہتا ہے کہ کہیں چھوٹا منہ بڑی بات نہ ہو جائے۔"

"کہو تو سہی کہ آخر بات کیا ہے۔"

آیا نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر سوچتی رہی پھر بولی۔ "اپنے منصور میاں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟"

آمنہ خاتون نے آیا کی زبان سے بھی منصور کا نام سنا تو دل ہی دل میں مسکرا اٹھیں لیکن چہرے سے خوشی کا اظہار نہ ہونے دیا آیا کو گھور کر بولیں۔

"ہاں' بڑا نیک اور سعید لڑکا ہے مگر اس وقت تم کو منصور میاں کا نام کیسے یاد آ گیا۔"

"بڑے رحم دل اور اچھی طبیعت کے مالک ہیں۔" آیا نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ "ایک دن مجھے کہہ رہے تھے کہ اگر ان کی مراد پوری ہو گئی تو پوت کا غرارہ بنوا کر دیں گے۔ پان کھانے کے لئے بھی اکثر پیسے دیتے رہتے ہیں۔"

"کیا مراد ہے ان کی۔"

"انہوں نے یہ نہیں بتایا تھا۔"

"اس میں تو ایسی برا ماننے کی کوئی بات نہیں تھی۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "تم شاید

کچھ اور کہنا چاہتی تھیں۔"

"میرا خیال تھا کہ شاید حنا بٹیا کی شادی........." آیا جملہ مکمل نہ کر سکی تو آمنہ خاتون نے کہا۔

"کہو کہو' گھبرانے کی کیا بات ہے۔"

"منصور میاں اور حنا بٹی کی جوڑی بڑی اچھی رہے گی۔" آیا نے جلدی سے اپنا مدعا کہہ ڈالا۔

"کیوں؟" آمنہ خاتون نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں اس بات کا خیال کیسے آ گیا۔"

"اگر آپ کو میری بات بری لگی ہو تو معاف کر دیجئے گا بیگم صاحبہ! لیکن میں تو یہی دیکھ رہی ہوں کہ دونوں ایک دوسرے کا بہت خیال رکھتے ہیں۔"

"اچھا........" آمنہ خاتون نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

"ویسے بھی منصور میاں ہر اعتبار سے مناسب ہیں۔" آیا بولی۔ "دیکھے بھالے بھی ہیں اور پھر یہ کہ بن ماں باپ کے ہیں' ساس سسر کا جھگڑا بھی نہیں ہو گا۔"

"یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں نے سنا ہے کہ منصور میاں کا خیال کہیں اور ہے۔" آمنہ خاتون نے اپنی خوشی چھپاتے ہوئے کہا۔

آیا جلدی سے بولی۔

"کسی دشمن نے مشہور کر دیا ہو گا ورنہ منصور میاں تو جیسے اپنی چھوٹی بی بی کو دیکھ دیکھ کر جیتے ہیں' کیا مجال جو حنا بٹیا کچھ کہیں اور وہ انکار کر دیں۔"

"تم نے پہلے تو یہ بات مجھ سے کبھی نہیں کہی۔"

"ڈر لگتا تھا کہ کہیں آپ برا نہ مان جائیں۔"

"کیا حنا بھی منصور کا خیال رکھتی ہے؟"

"خیال' رکھتی ہے کی بھی ایک ہی کہی آپ نے۔" آیا نے بے تکلفی سے کہا۔ "وہ تو منصور میاں کی ایک ایک چیز کا خیال رکھتی ہیں۔ گھر میں نوکر ماما بھی موجود ہیں لیکن کیا مجال جو کوئی ملازم منصور میاں کے کمرے کی کسی چیز کو ہاتھ لگا لے۔ خود اپنے سامنے جھاڑ پونچھ کراتی ہیں۔"

"اچھا......... اگر تم کہتی ہو تو میں بڑے صاحب سے تذکرہ کروں گی۔"

"سچ بیگم صاحبہ! اگر ایسا ہو جائے تو میں شکرانے کی نماز پڑھوں گی۔" آیا نے خوش

ہو کر کہا۔ ”چاند سورج جیسی جوڑی رہے گی۔“

آمنہ خاتون آپا کی بات سن کر مسکرا دیں پھر انہوں نے آپا کو بھی بتا دیا کہ حنا کی بات منصور کے ساتھ طے ہو رہی ہے۔

”بیگم صاحبہ! میں آپ سے ریشمی جوڑا اور چاندی کا پاندان لوں گی۔“ آپا نے آمنہ خاتون کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

”دعا کرو یہ رشتہ طے ہو جائے تو میں ایک کے بجائے تم کو چار جوڑے بنوا کر دوں گی اور چاندی کا پاندان بھی۔“

”خدا آپ کو سلامت رکھے۔“ آپا نے جھولی پھیلا کر دعا دی۔ ”میرا تو ارمان یہی ہے کہ منصور میاں اور حنا بٹیا کی جوڑی بنی رہے۔“

”خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔“ آمنہ خاتون بولیں۔ ”لیکن ابھی یہ بات منہ سے نہ نکالنا۔“

”اتنی دیوانی بھی نہیں ہوں بیگم صاحبہ کہ اس قسم کی باتوں کو الم نشرح کرتی پھروں۔“

پھر باہر سے قدموں کی آواز کے ساتھ ساتھ جب منصور کی آواز سنائی دی تو آمنہ خاتون نے اشارے سے آپا کو چپ کرا دیا۔

منصور اور حنا ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے تو آپا جلدی سے اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

حنا تیزی سے آکر ماں کے قریب بیٹھ گئی۔ منصور سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئے۔

”آپ کی طبیعت اب کیسی ہے امی جان!“ حنا نے پوچھا۔

”خدا کا شکر ہے اب بالکل ٹھیک ہے۔“ آمنہ خاتون بولیں۔ پھر منصور کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

”تم کچھ چپ چپ سے نظر آ رہے ہو منصور کیا بات ہے؟ خدانخواستہ دشمنوں کی طبیعت ناساز تو نہیں ہے۔“

”جی نہیں چچی جان!“ منصور جلدی سے بولے۔ ”آج کام زیادہ تھا اس لئے کچھ تکان سی محسوس کر رہا ہوں۔“

”کیا یہ حنا کام میں تمہارا ہاتھ نہیں بٹاتی؟“ آمنہ خاتون نے پوچھا تو منصور کنکھیوں سے حنا کی طرف دیکھ کر شوخی سے بولے۔

”اگر یہ کام میں ہاتھ بٹاتیں تو اتنی تھکن مجھے کیوں ہوتی۔“

”پھر یہ تمام دن دفتر میں کیا کرتی رہتی ہیں۔“

”میرے لئے کام بڑھایا کرتی ہیں۔“ منصور نے سنجیدگی سے کہا۔

حنا ماں کے شانوں سے لگی بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ آمنہ خاتون نے اسے گھور کر دیکھا پھر بولیں۔

”کیوں حنا! یہ منصور میاں کیا کہہ رہے ہیں؟“

”کیا کہہ رہے تھے آپ۔“ حنا نے منصور کو مخاطب کر کے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”میں نہیں بلکہ چچی جان دریافت کر رہی ہیں کہ آپ سارا دن دفتر میں کیا کرتی رہتی ہیں۔“

”کام۔“ حنا نے ماں کی طرف دیکھ کر سادگی سے کہا۔

”لیکن منصور میاں تو کہہ رہے ہیں کہ تم ان کے لئے کام بڑھاتی رہتی ہو۔“

”بالکل غلط بلکہ سراسر جھوٹ۔“ حنا شوخی سے بولی۔ ”امی جان اگر میں سارا دن ان کے ساتھ نہ لگی رہوں تو دو دن میں ان کی چیں بول جائے۔“

”کیا بدتمیزی ہے حنا!“ آمنہ خاتون نے خفگی کا اظہار کیا۔ ”منصور تم سے چھوٹے نہیں ہیں جو تم اس طرح بات کرتی ہو۔“

”پھر یہ میری جھوٹی موٹی شکایتیں کیوں کرتے ہیں آپ سے۔“ حنا تنک کر بولی۔

”چچی جان!“ منصور جلدی سے بول پڑے۔ ”کیا آپ سوچ سکتی ہیں کہ میں آپ سے غلط بیانی کروں گا۔“

”نہیں، میں جانتی ہوں کہ یہ سدا کی کام چور ہے۔“ آمنہ خاتون حنا کی طرف دیکھ کر بولیں۔

”امی جان!“ حنا نے بچوں کی طرح روٹھتے ہوئے کہا۔ ”آپ نے پھر میرے سامنے ان کی طرفداری کی۔“

”طرفداری کی کیا بات ہے۔ تم ایسی حرکتیں ہی کیوں کرتی ہو کہ کوئی بات کہی جائے۔“

”کیا آپ کا خیال ہے کہ میں سارا دن آفس میں بیٹھی کرسیاں توڑتی رہتی ہوں۔“

”مجھے کیا معلوم لیکن یہ بات ضرور درست ہو گی کہ تم منصور کو پریشان کرتی ہو۔“

"جی ہاں۔" حنا نے خفگی سے منصور کو گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ اتنے بچے ہی تو ہیں کہ میرے پریشان کرنے سے رو دیں گے۔"

"حنا!" آمنہ خاتون نے اسے ڈانٹا۔ "تمہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ منصور عمر میں تم سے بڑے ہیں۔"

منصور اپنی جگہ بیٹھے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"اگر یہ بڑے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔" حنا شوخی سے بولی۔ "اس بات کی شکایت تو آپ کو اللہ میاں سے کرنی چاہئے جنہوں نے مجھے چھوٹا بنا دیا۔"

"بُری بات ہے۔ تمہیں منصور میاں کا ہاتھ بٹانا چاہئے نہ کہ کام بڑھاتی رہو۔"

"امی جان! آپ بھی باتوں میں آ رہی ہیں۔" حنا نے کہا۔ "کام تو میں جان بوجھ کر بڑھاتی ہوں۔"

"کیا مطلب۔" آمنہ خاتون نے پوچھا۔

"آپ سچ مچ بڑی سیدھی ہیں۔" حنا بولی۔ "ابھی نیا نیا کام ہے اس لئے چھوٹے پیمانے پر چل رہا ہے۔ اب اگر اسے میں نہ بڑھاؤں گی تو کون بڑھائے گا۔"

"میں نہیں مانتی تمہاری باتیں۔" آمنہ خاتون نے منصور کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ "منصور میاں کو بھلا کیا پڑی ہے کہ وہ تمہاری جھوٹی شکایت کریں۔"

"کچھ لوگوں کو دوسرے کے بارے میں جھوٹی سچی لگانے کی عادت ہوتی ہے۔" حنا منصور کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ "ویسے اگر آپ کا یہی خیال ہے کہ میری وجہ سے ان کو دفتر میں پریشان ہونا پڑتا ہے تو کل سے میں نہیں جایا کروں گی۔"

"میں بھی تم سے یہی کہنے والی تھی۔" آمنہ خاتون نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو منصور کرسی پر پہلو بدل کر رہ گئے۔

انہوں نے تو محض حنا کو آمنہ خاتون سے ڈانٹ پڑوانے کے لئے ایک بات مذاق میں کہہ دی تھی۔ اب جو پانسہ الٹا پڑتے دیکھا تو جلدی سے بولے۔

"چچی جان! اگر آپ نے حنا کو دفتر جانے سے روک دیا تو پھر وہ کام کون سمیٹے گا جو انہوں نے پھیلا رکھا ہے۔"

"میرا خیال ہے تم کسی معقول آدمی کا بندوبست کر لو۔" آمنہ خاتون دبی زبان میں بولیں۔ "حنا کے بغیر اب گھر میں میرا دل بھی نہیں لگتا۔ تمام دن اکیلے پڑے پڑے طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے۔"

"یہ آپ نے بالکل ٹھیک کہا ہے امی جان!" حنا نے جلدی سے کہا۔ "کل سے میں آپ کے ساتھ گھر پر رہا کروں گی۔ انہیں دو چار روز اکیلے کام کرنا پڑے گا تو خود ہی معلوم ہو جائے گا آٹے دال کا بھاؤ۔"

"پھر وہی بیہودگی۔" آمنہ خاتون نے حنا کو گھورا۔ "آنے دو اپنے ابو کو' میں شکایت کروں گی کہ تم منصور میاں کو بہت پریشان کرنے لگی ہو۔"

"ہونہہ۔" حنا نے مصنوعی غصے سے کہا۔ پھر بُرا سا منہ بنا کر اٹھی اور منصور کو منہ چڑاتی ہوئی باہر چلی گئی۔

منصور آمنہ خاتون سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔

☆======☆======☆

شیخ ریاض الدین آٹھ بجے کے قریب گھر لوٹے تو چہرہ کچھ بجھا بجھا سا تھا۔

آمنہ خاتون دوپہر ہی سے اس بات کے لئے بے چین تھیں کہ کب وہ آئیں اور کب وہ انہیں اخلاق احمد کی طرف سے موصول ہونے والے خط کی خوشخبری سنائیں لیکن جب انہوں نے شوہر کو خاموش پایا تو کوئی بات نہ کی۔

ایک لمحے کے لئے ان کے ذہن میں یہی خیال آیا تھا کہ ممکن ہے شوہر کی خاموشی کا سبب بزنس کی پریشانی ہو چنانچہ انہوں نے فوری طور پر کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔

کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر جب وہ اپنے کمرے میں گئے تو آمنہ خاتون بھی اخلاق احمد کا خط لئے پہنچ گئیں۔

ریاض الدین نے بیوی کو دیکھا تو ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"کیا بات ہے۔ آپ آج کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔" آمنہ خاتون نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"ایسی کوئی اہم بات نہیں ہے۔"

"کیا کوئی کاروباری معاملہ ہے۔"

"نہیں .... یونہی ذرا ایک مسئلے پر ذہن الجھ کر رہ گیا ہے۔"

"کوئی ایسی ہی خاص بات ہے جو میرے سننے کی نہیں ہے۔" آمنہ خاتون نے دبی زبان میں کہا تو ریاض الدین کے چہرے پر چھائی ہوئی سنجیدگی کچھ اور گہری ہو گئی۔

جواب نہ پا کر آمنہ خاتون کا تجسّس اور بڑھ گیا۔

"اگر آپ نہیں بتانا چاہتے تو جانے دیجئے۔"

"یہ بات بھی نہیں ہے بیگم!"

"پھر پریشانی کی آخر کیا وجہ ہے؟"

"نہ پوچھو تو بہتر ہے ورنہ تمہیں بھی صدمہ ہو گا۔" ریاض الدین پہلو بدل کر بولے۔

"صدمہ ہو گا.........!" آمنہ خاتون چونکی۔ "میں سمجھی نہیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"نہ سمجھو تو زیادہ مناسب ہے۔"

"خدا جانے آپ کیا معمہ حل کرانا چاہتے ہیں۔" آمنہ خاتون نے بے چینی سے کہا۔ "میں تو آج بڑے بے چینی سے آپ کی منتظر تھی اور آپ آئے تو کوئی نئی بات لے کر بیٹھ گئے۔"

"تمہیں میرا انتظار کس لئے تھا۔" ریاض الدین نے گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر پوچھا۔

"ڈاکٹر اخلاق احمد کا خط آیا ہے۔"

"اچھا.........کیا لکھا ہے؟"

"یہی کہ منصور حنا کو دل و جان سے اپنانے کے لئے رضامند ہیں۔"

"ہونہہ۔" ریاض الدین کی سنجیدگی اور گہری ہو گئی۔

"کیوں' کیا آپ کو کوئی خوشی نہیں ہوئی۔" آمنہ خاتون نے حیرت سے شوہر کے چہرے کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔

"خط کہاں ہے' لاؤ ذرا میں بھی تو دیکھوں۔"

آمنہ خاتون نے ہاتھ میں دبا ہوا لفافہ آگے بڑھا دیا۔

ریاض الدین بغور اس کا مطالعہ کرتے رہے پھر خط پڑھ لینے کے بعد کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے۔

آمنہ خاتون کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ انہوں نے تو سوچا تھا کہ جب وہ شوہر کو خط دکھائیں گی تو وہ خوشی سے باغ باغ ہو جائیں گے لیکن اس وقت معاملہ بالکل ہی مختلف تھا۔

ریاض الدین اس طرح خاموش تھے جیسے اس خط کو پڑھ کر کوئی خوشی نہ ہوئی ہو۔ آمنہ خاتون کچھ دیر تک شوہر کو حیرت سے تکتی رہیں پھر پہلو بدل کر بولیں۔

"آخر بات کیا ہے' آپ نے بھائی صاحب کا خط پڑھ کر کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا۔"

"یہ بات نہیں ہے بیگم!" ریاض الدین ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔ "اگر یہ خط مجھے کل ملتا تو شاید میں بھی تمہارے ساتھ خوشی میں برابر کا شریک ہو جاتا۔"

"آج کیا انوکھی بات ہو گئی ہے کچھ پتہ تو چلے۔"

"یہی سوچ رہا ہوں کہ وہ بات تم کو بتاؤں یا نہ بتاؤں۔"

"خدا کے لئے اب بتا بھی چکیے۔" آمنہ خاتون نے کہا۔ "مجھے تو آپ کی باتوں سے اختلاج سا ہونے لگا ہے۔"

"کرنل احسان کی لڑکی آج میرے پاس آئی تھی۔"

"کون......... فرزانہ؟"

"ہاں۔"

شیخ ریاض الدین صرف ہاں کہہ کر چپ ہو گئے تو آمنہ خاتون کی پریشانی اور بڑھ گئی۔

"فرزانہ کیوں آئی تھی آپ کے پاس؟"

"وہ منصور کے سلسلے میں۔" آمنہ خاتون کا ماتھا ٹھنکا۔

"ہاں۔" ریاض الدین نے پیشانی پر انگلیاں پھیرتے ہوئے جواب دیا۔ "فرزانہ دراصل یہ چاہتی ہے کہ منصور اسے اپنا لیں۔"

"کیا اس نے خود اپنے منہ سے یہ بات کہی ہے؟"

"ہاں۔ اس کا خیال ہے کہ منصور پر حنا سے زیادہ اس کا حق ہے۔"

"لیکن حنا کے بارے میں اسے اس بات کا علم کس طرح ہو گیا کہ ہم اسے منصور سے منسوب کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"فرزانہ منصور سے بھی مل چکی ہے اس سلسلے میں۔"

"کیا منصور بھی فرزانہ سے شادی کرنے کے خواہشمند ہیں۔" آمنہ خاتون نے بجھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

شوہر کی باتوں سے انہیں سینے میں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"نہیں' منصور نے اس سے انکار کر دیا ہے۔ اسی لئے وہ میرے پاس آئی تھی کہ میں منصور کو سمجھانے کی کوشش کروں۔"

"آپ کو کیا پڑی ہے منصور کو سمجھانے کی۔" آمنہ خاتون جلدی سے بولیں۔ "اول تو یہ کہ کرنل احسان ہی منصور سے بات کیوں نہیں کر لیتے اور پھر جب منصور انکار کر چکے ہیں تو انہیں کیسے سمجھایا جا سکتا ہے۔"

"یہی تو مشکل آن پڑی ہے بیگم کہ کرنل احسان حالات سے واقف نہیں ہیں۔"

"کیا مطلب؟" آمنہ خاتون نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا فرزانہ باپ کی مرضی کے خلاف منصور پر قبضہ جمانا چاہتی ہے۔"

"نہیں .... کچھ اور ہی معاملہ ہے۔" ریاض الدین نے اداس لہجے میں جواب دیا پھر جیب سے ایک نیلے رنگ کا لفافہ نکال کر آمنہ خاتون کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔

"لو .... تم خود ہی پڑھ لو کہ اس میں فرزانہ نے کیا لکھا ہے۔"

آمنہ خاتون نے دھڑکتے ہوئے دل سے لفافہ سے خط نکالا اور اسے پڑھنے لگیں۔

فرزانہ نے لکھا تھا۔

ڈیئر ریاض انکل، تسلیمات!

سب سے پہلے میں آپ سے اس جسارت کی معافی طلب کروں گی کہ مجھے براہِ راست آپ کو مخاطب کرنا پڑ رہا ہے لیکن اس کے علاوہ کوئی چارہ کار بھی نہیں ہے کہ میں آپ سے کھل کر سب کچھ کہہ دوں۔

آپ کو معلوم ہے کہ منصور اور ہمارے خاندان کے درمیان تعلقات ایک عرصہ سے چلے آ رہے ہیں۔ بیرونی ملک سے واپسی کے بعد بھی منصور کا قیام ہمارے ہاں تھا اور اگر آپ کی شخصیت درمیان میں نہ آ جاتی تو شاید مجھے اس خط کو لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

بہرحال میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جس زمانے میں منصور میرے یہاں مقیم تھے اسی زمانے میں انہوں نے مجھ سے شادی کا وعدہ کر لیا تھا اور اسی وعدے کے سہارے میں اور منصور بہت آگے بڑھ گئے لیکن پھر اچانک آپ نے اپنے یہاں بلوا لیا۔

مجھے منصور کے کہیں اور رہنے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اس لئے کہ میں سمجھتی تھی کہ وہ مجھ سے کیا ہوا وعدہ ضرور نبھائیں گے لیکن میرا یہ اندازہ کچھ روز پیشتر غلط ثابت ہو گیا۔

میں نے منصور کو جب ان کا وعدہ یاد دلایا تو وہ یہ کہہ کر مجھے ٹال گئے

کہ اب وہ حنا سے شادی کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔

میں جن حالات کے تحت منصور کے ساتھ خوشگوار دن گزار چکی ہوں اس کے تحت یہ ضروری ہے کہ یا تو میں منصور کو کسی طرح شادی پر آمادہ کر لوں یا پھر زہر کھا کر مر جاؤں، دوسرا طریقہ میرے پاس نہیں ہے۔ چنانچہ میں اس امید پر یہ پرچہ آپ کو لکھ رہی ہوں کہ آپ میری مجبوریوں اور میری ان حماقتوں کا خیال کرتے ہوئے جو مجھ سے نادانستگی میں سرزد ہو گئی ہیں منصور کو اس بات پر رضامند کرنے کی کوشش کریں کہ وہ مجھے اپنا لیں۔ اس کا ایک سیدھا سادا طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ حنا کے ساتھ اس کی شادی کرنے کا ارادہ ترک کر دیں۔ مجھے یقین ہے کہ منصور حنا کو نہ پا کر ایک بار پھر میری طرف راغب ہو جائیں گے۔

آخر میں یہ بھی باور کرا دینا اپنا فرض سمجھتی ہوں کہ ہر چمکنے والی چیز سونا نہیں ہوتی۔ منصور جو کچھ اوپر سے نظر آتے ہیں اندر سے وہ نہیں ہیں۔ اس کا اندازہ فی الحال آپ کو ممکن ہے نہ ہو لیکن بعد میں ہو سکتا ہے آپ کو پچھتانا بھی پڑے۔

حنا کو میں اپنی بہن کی طرح سمجھتی ہوں، اس لئے نہیں چاہتی کہ جس طرح میری زندگی برباد ہوئی ہے اسی طرح اس کی زندگی بھی خدانخواستہ برباد ہو۔ آگے آپ خود سمجھدار ہیں جو چاہیں قدم اٹھائیں۔ ایک درخواست اور ہے کہ اس خط کو پڑھ کر تلف کر دیں۔ ڈیڈی کو ابھی تک ان حالات کا علم نہیں ہے۔ اگر ان کے علم میں یہ باتیں آ گئیں تو میرے لئے صرف ایک ہی راستہ باقی رہ جائے گا۔

خودکشی۔

محرومی کی موت۔

آپ کی حرماں نصیب

فرزانہ

آمنہ خاتون نے خط پڑھا تو ہاتھ پاؤں کانپ کر رہ گئے۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا چھا گیا۔ وہ محل جو انہوں نے خیالوں کے دوش پر تعمیر کئے تھے ایک ہی جھٹکے میں زمین بوس ہو گئے۔

ریاض الدین بیوی کی کیفیت کا اندازہ لگا رہے تھے۔ اگر اخلاق احمد کا خط درمیان میں نہ آگیا ہوتا ممکن تھا وہ فرزانہ کے خط کو گول کر جاتے۔ دفتر سے وہ یہی سوچ کر چلے تھے کہ فرزانہ کے بارے میں بیوی سے کوئی بات نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ آمنہ خاتون کی بیماری کچھ ایسی ہی نوعیت کی تھی کہ کسی وقت بھی کسی صدمے کا جھٹکا ان کی شمع حیات کو گل کر سکتا تھا۔ مگر اخلاق احمد کا خط پڑھ لینے کے بعد انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ سب کچھ بتا دیں۔

ویسے بھی ایک نہ ایک دن تو یہ راز کھلنا تھا لیکن فرزانہ کا خط دیکھنے کے بعد آمنہ خاتون پر جو کیفیت طاری ہوئی اس نے ریاض الدین کو بھی پریشان کر دیا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کریں۔

آمنہ خاتون تھوڑی دیر تک سکتے کے عالم میں بیٹھی آنکھیں پھاڑے حنا کی اس تصویر کو دیکھتی رہیں جو دیوار پر لگے فریم میں مسکرا رہی تھی پھر انہوں نے ایک لمبی آہ بھر کر شوہر کی طرف دیکھا اور بولیں۔

”کیا آپ کو یقین ہے کہ فرزانہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ ٹھیک ہو گا۔“

ریاض الدین کو موقع مل گیا۔ جلدی سے بولے۔

”ضروری نہیں ہے کہ یہ سب کچھ درست ہو۔ بظاہر منصور میں کوئی ایسی خرابی نظر نہیں آتی جس کی بنا پر اس کے خلاف کوئی رائے قائم کر لی جائے۔“

”پھر......... اب آپ نے کیا سوچا ہے؟“ آمنہ خاتون اداس لہجے میں بولیں۔

”جلد بازی میں کئے ہوئے فیصلے عموماً غلط ثابت ہوتے ہیں۔“ ریاض الدین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ منصور سے ان باتوں کی تصدیق اگر کر لی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔“

”اور اگر منصور نے ان الزامات کو ماننے سے انکار کر دیا تو۔“

”میں فرزانہ کے خط کے تذکرے کو فی الحال درمیان میں نہیں لاؤں گا اس لئے کہ اس میں حنا کا تذکرہ بھی ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ خود منصور نے فرزانہ کو حنا کے بارے میں بتایا ہو۔“

”ہاں، یہ بھی ممکن ہے لیکن میں کسی نہ کسی طرح منصور سے ان باتوں کی تفصیل ضرور معلوم کر لوں گا۔“

آمنہ خاتون کچھ دیر چپ بیٹھی کچھ سوچتی رہیں پھر مایوس لہجے میں بولیں۔

”میں نے تو حنا اور منصور کے لئے نہ جانے کیا کیا سوچ رکھا تھا لیکن اب شاید قسمت ہی میں نہیں ہے کہ میں ان ارمانوں کو پورا کر سکوں۔“

”ایسی باتیں کرنے سے کیا حاصل بیگم! ہمیں خدا کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے انسان کی بہتری کے لئے کرتا ہے۔ انسان کی بہتری .... ممکن ہے اس میں بھی کوئی مصلحت ہو۔“

”بھائی صاحب کو اب کیا جواب دیا جائے گا۔“

”اس کی بھی اتنی کوئی جلدی نہیں ہے۔ دو چار روز میں حالات کی چھان بین کر کے انہیں بھی صورتِ حال سے آگاہ کر دوں گا۔“

”ٹھیک ہے۔“ آمنہ خاتون نے بجھے ہوئے دل سے کہا۔ ”میں حنا کو منع کئے دیتی ہوں کہ منصور کے ساتھ زیادہ گھلنا ملنا بند کر دے۔ نہ جانے قدرت کو کیا منظور ہے۔“

”میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔“ ریاض الدین جلدی سے بولے۔ ”ابھی صرف ایک طرف کی بات ہمارے علم میں آئی ہے جب تک دوسرے فریق سے بھی نہ پوچھ لیا جائے کوئی اقدام مناسب نہ ہو گا۔“

”دل تو میرا بھی نہیں مانتا کہ منصور میاں ایسے ہو سکتے ہیں جیسا فرزانہ نے لکھا ہے۔“

”خدا کرے تمہارا خیال ہی ٹھیک ہو۔“

آمنہ خاتون دل گرفتہ سی بیٹھی اسی بارے میں گفتگو کرتی رہیں پھر جب وہ اٹھ کر جانے لگیں تو ریاض الدین نے کہا تھا کہ منصور کو ان کے پاس بھیج دیں۔

کچھ دیر بعد منصور کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ریاض الدین کو بڑے ادب سے سلام کیا پھر خاموشی سے ان کے سامنے بیٹھ گئے۔

ریاض الدین تھوڑی دیر تک اپنے دل میں اٹھنے والے جذبات پر قابو پاتے رہے پھر منصور کو مخاطب کر کے کہا۔

”میں نے اس وقت تم کو ایک ضروری کام کے لئے بلایا ہے۔“

”فرمائیے۔“ منصور نے سعادتمندی سے جواب دیا۔

”آج کرنل احسان مجھے ملے تھے۔ ان کو شکایت ہے کہ تم نے ان کے یہاں کا آنا جانا بالکل ہی ترک کر دیا ہے۔“

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" منصور نے کہا۔ "کام کی مصروفیت کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں مل سکی کہ ادھر جاؤں۔"

"ٹھیک ہے .... لیکن کبھی کبھی ہو آیا کرو تاکہ ان کو شکایت کا موقع نہ ملے۔"

"بہتر ہے۔ وقت نکال کر کسی وقت ضرور ہو آؤں گا۔"

ریاض الدین نے ایک عرصہ تک جج کی کرسی پر بیٹھ کر ہزاروں فیصلے نپٹائے تھے۔ سینکڑوں مجرموں کو تو انہوں نے محض ان کے چہرے کی کیفیت سے بھانپ لیا تھا۔ وہ کس قماش کے مجرم ہو سکتے ہیں۔ مگر اس وقت وہ ایک عجیب الجھن میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ منصور کے چہرے سے اب تک انہیں کوئی ایسی علامت نہیں مل سکی تھی جس کی بنا پر وہ اسے قصوروار سمجھ سکتے تھے۔

دوسری طرف فرزانہ کے خط کا ایک ایک لفظ ان کے ذہن میں گونج رہا تھا۔ کمرے کے ماحول میں کچھ دیر تک سوگوار سی خاموشی طاری رہی۔ پھر ریاض الدین نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ کھل کر منصور سے گفتگو کر لیں۔ روز روز کی پریشانیوں سے بہتر یہی تھا کہ ایک ہی بار معاملے کو صاف کر لیا جائے مگر اس میں یہ خدشہ لاحق تھا کہ کہیں فرزانہ کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے۔

خاصی دیر تک وہ اسی ادھیڑبن میں مبتلا رہے پھر ایک طریقہ ان کے ذہن میں آ گیا۔ انہوں نے منصور کو دیکھ کر ٹھوس آواز میں کہا۔

"رسول پور سے ڈاکٹر اخلاق احمد کا خط آیا ہے میرے پاس۔ انہوں نے لکھا ہے کہ تم چونکہ میرے یہاں رہتے ہو اس لئے مجھے اب تمہارے مستقبل کے بارے میں بھی کچھ سوچنا چاہئے۔"

منصور نے سنا تو گردن جھکا لی۔ دل اندر ہی اندر خوشی کے جذبے سے جھوم اٹھا۔

"اگر تم بھی یہ حق مجھے دیتے ہو کہ میں تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کر سکوں تو پھر میں بے تکلفی کے ساتھ تم سے کچھ کہوں ورنہ فضول ہے۔"

"آپ میرے بزرگ ہیں۔" منصور نے بدستور نگاہیں زمین پر جمائے جمائے کہا۔ "ظاہر ہے کہ آپ جو فیصلہ میرے حق میں کریں گے وہ میرے فائدہ کا ہو گا۔"

"ایک بار پھر سوچ لو منصور میاں! ہو سکتا ہے تمہیں میری کہی ہوئی بات سے اتفاق نہ ہو۔"

"آپ حکم دیں، میں انکار کرنے کی جرأت نہیں کروں گا۔" منصور کا دل دھڑک

رہا تھا۔ ان کے کان یہ سننے کے لئے بے چین تھے کہ حنا کو انہیں سونپا جا رہا ہے۔

اپنے تئیں انہیں یہی امید تھی کہ ریاض الدین حنا کے مسئلے پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے اس وقت وہ خلاف توقع سعادتمندی سے اور نپے تلے الفاظ میں گفتگو کر رہے تھے۔

"فرزانہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

ریاض الدین کی آواز منصور کے کانوں سے ٹکرائی تو انہیں یوں محسوس ہوا جیسے انہیں پھولوں کی سیج سے اٹھا کر کانٹوں کے بستر میں پھینک دیا گیا ہو۔ تیزی سے نظر اٹھا کر انہوں نے ریاض الدین کو دیکھا پھر دبی زبان میں بولے۔

"میں سمجھ نہیں سکا کہ فرزانہ کے بارے میں آپ کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ اگر تم اس سے شادی کر لو تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟"

منصور کو یوں لگا جیسے انہیں پھانسی کا حکم سنا دیا گیا ہو۔ دل نے کہا کہ انکار کر دو لیکن ریاض الدین کا پاس ادب بھی ملحوظ خاطر تھا اس لئے بہت سوچ سمجھ کر بولے۔

"اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں مجبوراً اپنی رضامندی کا اظہار کر سکتا ہوں۔"

"کیوں؟ کیا فرزانہ تمہیں پسند نہیں ہے۔" شیخ ریاض الدین نے منصور کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"میں اسے اپنے ایک مخلص کرم فرما کی لڑکی سمجھ کر ناپسند بھی نہیں کرتا لیکن اس کی ضرورت سے زیادہ آزادی مجھے ہمیشہ سے ناپسند ہے۔"

"بہرحال، تم یہ کہہ چکے ہو کہ میرے حکم سے انکار نہیں کرو گے۔"

"جی ہاں .... میں اب بھی اپنے فیصلے پر قائم ہوں۔" منصور نے بڑی مشکل سے جواب دیا۔ "لیکن اگر ناگوار خاطر نہ گزرے تو یہ بھی عرض کر دوں کہ میں فرزانہ کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ ہماری طبیعتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جب تک خیالات میں یکسانیت اور ہم آہنگی نہ ہو فریقین کبھی ایک دوسرے کو خوش نہیں رکھ سکتے۔"

"مجھے تمہاری بات سے اتفاق ہے مگر انسان کے لئے غلطیوں کا کفارہ بھی لازم ہے۔"

منصور نے چونک کر ریاض الدین کی طرف دیکھا۔ وہ بات کی تہہ تک پہنچنے سے

قاصر تھے اس لئے حیرت سے پوچھا۔

"میں آپ کے جملے کا مطلب نہیں سمجھا۔"

ریاض الدین اپنے تجربات کی بنا پر اندازہ لگاتے رہے کہ منصور کو ان واقعات کا علم نہیں ہے جن کا تذکرہ فرزانہ نے اپنے خط میں کیا تھا۔ ورنہ چہرے کے تاثرات میں بناوٹ کا شائبہ کہیں نہ کہیں ضرور جھلک اٹھتا۔ پھر بھی وہ جلد بازی سے کام لے کر یکطرفہ فیصلہ بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے پہلو بدل کر بولے۔

"انسان سے کسی بھی عمر میں اور کسی بھی دور میں غلطی سرزد ہو سکتی ہے لیکن انسان وہی ہے جو اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لے۔"

"چچا جان! میں اب بھی مطلق نہیں سمجھ سکا کہ آپ مجھے کن غلطیوں کا احساس دلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جہاں تک میری اپنی یادداشت کا تعلق ہے قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آج تک کسی کی دلآزاری نہیں کی اور نہ ہی دیدہ دانستہ کسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔"

منصور کے لب و لہجے اور ایک ایک لفظ سے صداقت کی بو آ رہی تھی۔ ریاض الدین پھر سوچ میں پڑ گئے۔ کچھ دیر تک سوچتے رہے پھر منصور سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"اگر میں تم کو اپنا سمجھ کر تمہارے اوپر کوئی اعتماد کر لوں تو تم میرے اعتماد کو ٹھیس تو نہیں پہنچاؤ گے۔"

"میں فی الحال اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکوں گا چچا جان کہ آپ جتنا اعتماد حنا پر کرتے ہیں اتنا ہی بھروسہ میری ذات پر بھی کر سکتے ہیں۔"

"مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی منصور میاں لیکن پھر بھی میں تم سے ایک وعدہ لینا ضروری سمجھتا ہوں۔"

"فرمائیے۔" منصور نے بدستور حیرت سے کہا۔

"جو کچھ میں تم کو بتاؤں گا تم سے کہوں گا اس کا تذکرہ تم کسی اور سے نہیں کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ بات صرف میری ذات تک محدود رہے گی خواہ اس سے مجھے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ پہنچے۔"

ریاض الدین نے جواب دینے کی بجائے تکئے کے نیچے سے فرزانہ کا خط نکالا اور اسے منصور کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔

"اسے احتیاط سے اپنے کمرے میں جا کر پڑھ لو پھر سوچ سمجھ کر مجھے جواب دینا کہ ان باتوں کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔"

منصور نے اٹھ کر لفافہ لے لیا لیکن اس وقت بھی ان کی آنکھوں میں الجھن موجود تھی۔ لفافہ لے کر جانے کے لئے مڑے تو ریاض الدین نے انہیں دوبارہ تاکید کی۔

"ایک بار پھر میں تم سے درخواست کروں گا کہ حالات خواہ کچھ ہی ہوں مگر تم اس کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کرو گے۔"

"مطمئن رہئے چچا جان! میں زندگی کے بڑے سے بڑے امتحان میں بھی کبھی آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔"

منصور کے لہجے سے خود اعتمادی جھلک رہی تھی۔

☆------☆------☆

منصور نے اپنے کمرے میں جا کر فرزانہ کا خط پڑھا تو ان کا ذہن چکرا کر رہ گیا۔

فرزانہ اس حد تک اپنی سطح سے گر جائے گی وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

ملازم نے جب انہیں شیخ ریاض الدین کا پیغام دیا تھا' وہ یہی سمجھے تھے کہ ڈاکٹر اخلاق احمد نے اس کے حوالے سے اس کی رضامندی کا اظہار تحریر کر دیا ہو گا۔ انہیں مکمل یقین تھا کہ ریاض الدین اس سے حنا کے مسئلے پر گفتگو کریں گے لیکن ان کے حالات ہی کچھ دوسرے تھے۔

دل میں پیدا ہونے والی لطیف دھڑکنیں اب جھلاہٹ کا روپ اختیار کر چکی تھیں۔

حسین خواب بکھر کر رہ گئے۔

امیدوں کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔

آرزوؤں کے سہارے بنائے ہوئے حسین محلات ٹوٹ چکے تھے۔

آرزوئیں۔

جن کے سہارے وہ اب تک جی رہا تھا۔

خواہشات۔

جنہیں وہ ایک عرصے سے اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھا۔

تمنائیں۔

جو اس کی زندگی کا سہارا بنی ہوئی تھیں۔

اور حنا کا تصور۔

جسے اس نے بے چینی سے اپنے دل کی دھڑکنوں میں بڑی حفاظت سے سمو رکھا تھا۔
سب ہی جیسے ایک جھٹکے میں منہدم ہو کر ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر گئیں۔

تباہ ہو گئیں۔

برباد ہو گئیں۔

یوں اپنا نقش دھندلانے لگیں جیسے معدوم ہو جانا چاہتی ہوں۔

منصور کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے ایک آہ نکلی اور فضاؤں میں گم ہو گئی۔ اس کی پلکوں کی اوٹ سے آنسو کے دو قطرے ابلے اور ڈھلک کر دامن میں جذب ہو گئے۔

اپنے آنسو۔

اپنا دامن۔

وہ تڑپ اٹھا۔ تدبیر کے سہارے اس نے مستقبل کے جو حسین خواب دیکھے تھے اسے تقدیر نے پلٹ کر رکھ دیا۔

ہاتھ میں فرزانہ کا خط لئے وہ اسے یوں گھورے جا رہا تھا جیسے جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہو۔

بھیانک خواب۔

جس کی تعبیر ابھی تک اس کی سمجھ میں نہ آ سکی۔

اس کا ذہن جیسے زنگ آلود ہو کر رہ گیا ہو۔

اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جیسے اچانک فنا ہو گئی ہوں۔

اور..........

جیسے وہ انسان نہیں بلکہ پتھر کا ایک بت رہا ہو جو دوسروں کی سن کر ہمیشہ خاموش رہتا ہے۔

منہ سے کچھ نہیں کہہ پاتا۔

اندر ہی اندر سلگتا رہتا ہے۔

بڑی دیر تک منصور فرزانہ کا خط ہاتھ میں لئے اسے گھورتے رہے پھر انہوں نے اپنا سر کرسی کی پشت سے یوں ٹکا دیا جیسے ضرورت سے زیادہ تھک گئے ہوں۔

آنکھیں کھڑکی سے باہر پھیلے ہوئے اندھیروں میں کچھ پا لینے کے لئے مضطرب نظر آ رہی تھیں۔

اندھیرے۔

گھپ اور مہیب اندھیرے۔

جنہوں نے ہمیشہ چوروں کی طرح دبے قدموں اس کا پیچھا کیا تھا۔

اسے لوٹ لینے کے لئے۔

اسے برباد کر دینے کے لئے۔

اسے اپنی سیاہ چادر میں مدغم کر لینے کے لئے۔

پہلے جب اس کی ماں اس سے روٹھ کر دنیا سے چلی گئی تو وہ بلک بلک کر رویا تھا۔

اور..........

جب باپ کا سایہ سر سے اٹھا تو وہ سسک اٹھا تھا۔

اس کے تمام سہاروں نے ایک ایک کر کے اس سے منہ موڑ لیا تھا۔

وہ دنیا میں تنہا رہ گیا تھا۔

بالکل تنہا اور بے سہارا۔

اور پھر..........

اس کے اندر کا سویا ہوا انسان ایک کروٹ لے کر بیدار ہو گیا۔

منصور نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔ وہ دنیا کے سامنے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی محرومیوں کو شکست دینے کی ٹھان لی۔ ان اندھیروں کا سینہ چاک کر دیا جو اس کی زندگی کے چاروں طرف اپنا دائرہ تنگ کرتے چلے جا رہے تھے' اس کے حوصلے بلند تھے۔

وہ زندگی کی شاہراہوں پر آگے بڑھتا رہا۔

سینہ تانے ہوئے۔

سربلند کئے ہوئے۔

کسی فاتح جرنیل کی طرح۔

لیکن زندگی کی اس جدوجہد میں وہ حنا کے معصوم تصور کو کبھی فراموش نہ کر سکا۔

حنا کا تصور اس کی زندگی پر چھا گیا۔

ساون کے بادلوں کی طرح۔

پھول کی مہک بن کر۔

جب کبھی زندگی کی پُرپیچ راہوں پر کوئی نشیب آتا اور منصور گھبرا جاتے تو حنا کا مسکراتا ہوا تصور ان کے سامنے آ جاتا اور کہتا۔

"سنبھلو منصور! تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ایک روز واپس آ کر میرے ساتھ گڑیا

کا بیاہ رچاؤ گے۔"

اور منصور سنبھل جاتا۔ اس کی بلند ہمتی پھر لوٹ آتی۔ وہ حالات کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا۔

زندگی یونہی گزرتی رہی اور پھر ایک طویل عرصے کے بعد جب منصور نے احمد نگر کی سرزمین پر قدم رکھا تو حنا کا مسکراتا ہوا تصور بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اچانک کسی روز حنا کے سامنے آ کر اسے حیران کر دیں۔ چونکا دیں اور قسمت کو ان کی اس معصوم خواہش پر رحم آ گیا۔

رسول پور جاتے ہوئے حنا سے اچانک ٹکراؤ ان کی خواہش کی تکمیل کا ایک سنہری دن تھا۔ منزل کو راستے میں پا کر وہ پھولا نہ سمایا لیکن جب حنا اسے شناخت نہ کر سکی تو اس نے حنا کو پریشان کرنے کے لئے نہ جانے کتنے منصوبے بنا ڈالے۔ اس کی خواہش تھی کہ حنا اپنے دل کو ٹٹولے اور بچپن کے بچھڑے ہوئے اس ساتھی کو پہچان لے جس نے اس کی یاد کو زندگی کے ہر ہر موڑ پر اپنے وجود کے ساتھ ساتھ رکھا تھا لیکن حالات نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ حنا اس سے روٹھ گئی اور تب مجبوراً اسے حنا کو بھولی بسری باتیں یاد دلانی پڑیں۔

پھر قسمت نے پلٹا کھایا تو وہ اپنی منزل سے بے حد قریب ہو گیا۔ اتنا قریب کہ اسے یقین آ گیا کہ اب وہ دونوں کبھی جدا نہ ہو سکیں گے لیکن..........

آج پھر اسے محرومیوں کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ فرزانہ کے خط نے اس کے وجود کو جیسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا اور وہ کھڑکی سے باہر پھیلے ہوئے اندھیروں میں کسی روشنی کی کرن کا متلاشی تھا۔

روشنی کی کرن۔

جو اس کی زندگی میں ایک بار پھر اجالا کر سکتی۔

فرزانہ کا خط کسی زہریلے ناگ کی طرح اس کے ہاتھوں میں الجھا یوں لرز رہا تھا جیسے اپنی کامیابی پر جھوم رہا ہو۔

منصور کا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا۔ شیخ ریاض الدین کے جملے اسے اپنی روح کی گہرائیوں میں کسی زہریلے کانٹے کی طرح چبھتے محسوس ہو رہے تھے۔

زہریلے کانٹے۔

جن کی جلن کا احساس شدت سے ہو رہا تھا۔

جن کی سوزش نے اسے تڑپا دیا تھا۔

بے چین کر دیا تھا۔

زندگی کے ایک ایسے دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا تھا جہاں ایک طرف خوشیاں اپنا دامن پھیلائے اسے بلا رہی تھیں۔

اور دوسری طرف بربادی اپنا منہ پھاڑے اسے ہڑپ کر جانے کی منتظر تھی۔

ایک راستہ خوشی کا تھا اور..........

دوسری راہ تباہی کی۔

منصور عجیب گومگو کی کیفیت میں بیٹھے سوچ رہے تھے کہ کس راستے کو اپنائیں۔ اگر وہ چاہتے تو بڑی صاف گوئی سے شیخ ریاض الدین کے سامنے جا کر کہہ سکتے تھے کہ فرزانہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے اس کی پشت پر ایک ایسی عورت کا انتقامی جذبہ کارفرما ہے جو اپنی سطح سے گر چکی ہے۔ جس نے زندگی میں ہمیشہ جیتنا سیکھا ہے جو اپنی زندگی کے آگے خود اپنی حمیت اور شرافت کو نیلام پر چڑھا چکی ہے اور جو اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر دوسروں کی تمناؤں اور آرزوؤں کا خون کرنے سے بھی دریغ نہیں کر سکتی۔ جو عورت ہو کر بھی عورت کے نام پر ایک بدنما داغ بن گئی ہے۔

منصور کو یقین تھا کہ شیخ ریاض الدین اس کی بات پر یقین کر لیں گے لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں اس بات کا خطرہ بھی تھا کہ فرزانہ ایک بازی ہار کر دوسری بازی جیتنے کے لئے کہیں کوئی ایسی خطرناک چال نہ چل جائے جس کا تدارک محال ہو اور اسی خیال نے منصور کو الجھا دیا تھا۔

وہ بہت دیر تک کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح سر تھامے بیٹھے سوچتے رہے پھر اچانک چونک اٹھے انہیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے کوئی دبے قدموں ان کے قریب سے دور جا رہا ہو۔

کسی خدشے کے تحت انہوں نے تیزی سے گھوم کر دیکھا تو لرز اٹھے۔ حنا خاموشی سے سر جھکائے واپس جا رہی تھی۔

منصور کے ذہن نے سوچا کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حنا نے فرزانہ کا خط پڑھ لیا ہے۔

اس خیال کے تحت ان کا دل دھڑک اٹھا۔ یقیناً یہی بات ہو گی۔ ورنہ حنا ان کے قریب آ کر یوں چوری چوری واپس کبھی نہ جاتی۔

کچھ سوچ کر منصور نے جلدی سے فرزانہ کا خط جیب میں رکھا۔ تیزی سے اپنی جگہ

سے اٹھے پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتے حنا کے سامنے آ گئے۔

حنا نے نظریں اٹھا کر منصور کو دیکھا پھر جلدی سے نگاہیں جھکا لیں لیکن منصور اس کی بھیگی بھیگی پلکوں اور ڈبڈبائی ہوئی نظروں میں چھپی ہوئی کہانی پڑھ کر تڑپ اٹھے۔ دل نے کہا۔ حنا کے قدموں پر سر رکھ کر قسم کھا لے کہ جو کچھ اس نے دیکھا اور محسوس کیا ہے وہ غلط ہے۔ فریبِ نظر ہے۔ ایک سازش کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ کوئی اہمیت نہیں ہے۔

قریب تھا کہ منصور دل کے فیصلے کے آگے سرنگوں ہو جاتے لیکن پھر یہ سوچ کر کہ کہیں ان کی جلد بازی شیخ ریاض الدین کے سامنے ان کی وعدہ خلافی کا جرم نہ بن جائے سنبھل گئے۔

حنا نظریں نیچی کئے خاموش کھڑی رہی پھر اس نے جب منصور کے سامنے سے کترا کر نکل جانا چاہا تو منصور دوبارہ اس کی راہ میں حائل ہو گئے۔

"حنا!" انہوں نے دھڑکتے ہوئے دل سے آواز دی۔

"جی!" حنا کانپتی ہوئی آواز میں بولی تو منصور کو یوں لگا جیسے وہ آواز ان کے قریب سے نہیں بلکہ کہیں دور سے آ رہی ہو۔

وہ بے چین ہو کر بولے۔

"تم کب آئی تھیں کمرے میں؟"

"کیوں' کیا آپ کو میرے آ جانے پر کوئی اعتراض ہے؟" حنا نے لرزتی آواز میں کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میری موجودگی میں آپ کو تکلیف پہنچی۔"

"حنا!" منصور نے بے بسی سے کہا۔

"میں آپ کی مصروفیت میں مخل ہونے کی معافی چاہتی ہوں۔ حنا بولی تو منصور لہجے کی اجنبیت محسوس کر کے بے چین ہو گئے۔

"اس بے رخی کا سبب پوچھ سکتا ہوں۔" منصور نے سنبھل کر پوچھا۔

"کیا ضرورت ہے۔"

"میری خاطر بتا دو۔" منصور مجسم التجا بن گئے۔

"کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔" حنا نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"پھر بھی مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم اس قدر دبے قدموں کیوں واپس لوٹ جانا چاہتی تھیں۔" منصور نے اصرار کیا۔

"میں آپ کی مصروفیت میں مخل نہیں ہونا چاہتی تھی۔" حنا کے لہجے میں طنز تھا۔

"حنا!"

"رہنے دیجئے منصور!" یکلخت حنا تڑپ کر بولی۔ "جو کچھ میں دیکھ چکی ہوں وہی میرے لئے بہت کافی ہے۔"

"تم نے صرف دیکھا ہے۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" منصور نے درد بھری آواز میں جواب دیا۔

"ان باتوں سے اب کیا حاصل۔" حنا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ پھر اس نے پہلو بچا کر نکل جانا چاہا تو منصور دوبارہ راستے میں حائل ہو گئے۔

"ہٹ جائیے منصور! مجھے جانے دیجئے۔" حنا کی آواز میں الجھن تھی۔

"تم نے غالباً وہ خط پڑھ لیا ہے جو میرے ہاتھ میں تھا' کیوں؟" منصور نے پوچھا تو حنا تلملا گئی۔

"نہیں' میں نے صرف فرزانہ کا نام اور اس کی تحریر ہی دیکھی تھی اور وہی میرے سمجھنے کے لئے بہت کافی ہے۔"

"کبھی کبھی انسان کی آنکھیں دھوکہ بھی کھا جایا کرتی ہیں۔" منصور دبی زبان میں بولے۔

"درست فرمایا آپ نے لیکن انسان بار بار جان بوجھ کر دھوکہ نہیں کھا سکتا۔"

"تم جو کچھ سمجھ رہی ہو وہ غلط ہے۔"

"ہو گا' مگر اب میں مزید کچھ سمجھنے کی ضرورت نہیں محسوس کرتی۔ ہٹ جائیے میرے راستے سے منصور! مجھے جانے دیجئے۔"

"حنا!" منصور نے تڑپ کر کہا۔ "میری طرف دیکھو حنا!"

"فرمائیے۔" حنا نے گھور کر منصور کی طرف دیکھا پھر جلدی سے دوبارہ نظریں نیچی کر لیں۔

"کیا اب بھی تم مجھے اپنا مجرم سمجھ رہی ہو۔" منصور نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"میرے سمجھنے یا نہ سمجھنے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔" حنا غصے سے بولی۔

"حنا!" منصور کا دل بھر آیا۔ "خدا کے لئے حنا مجھے غلط مت سمجھو۔ میں زندگی میں ہمیشہ محرومیوں کا شکار رہا ہوں۔ خوشیوں نے کبھی میرا ساتھ نہیں دیا اور .... اور اب

اگر تم نے بھی مجھ سے منہ موڑ لیا تو جینے کا آخری سہارا بھی مجھ سے چھن جائے گا۔"

"منصور!" حنا بپھر گئی۔ "آپ شاید بھول رہے ہیں کہ میں فرزانہ نہیں بلکہ حنا ہوں۔"

"میرے زخموں کو نشتر کی نہیں مرہم کی ضرورت ہے۔" منصور تڑپ کر بولے۔

"مرہم لگانے کے لئے فرزانہ زیادہ مناسب رہے گی منصور صاحب!" حنا نے ناگن کی طرح بل کھا کر جواب دیا پھر وہ تیزی سے منصور کے برابر سے کترا کر نکل گئی۔

منصور حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھتے رہ گئے۔

☆======☆======☆

حنا اپنے کمرے میں آئی اور بستر پر گر کر پھوٹ پڑی۔

جو کچھ اس نے دیکھا تھا اور محسوس کیا تھا وہی بہت کافی تھا۔ منصور کے کمرے میں وہ یہ سوچ کر آئی تھی کہ باپ اور اس کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں دریافت کرے گی۔

جب سے منصور نے اسے ڈاکٹر اخلاق احمد کا خط دکھایا تھا اس نے اپنے دل میں ایک نئی دنیا آباد کر رکھی تھی۔ اسے یقین تھا کہ یہ سب کچھ والدین کی تحریک پر ہوا ہو گا اور اب اسے امید سی ہو چلی تھی کہ وہ بہت جلد منصور سے منسوب کر دی جائے گی پھر اس کی اپنی ایک الگ دنیا ہو گی جس میں اسے ہر طرح کی آزادی ہو گی' یکسوئی ہو گی' سکون ہو گا۔

اور آج جب ریاض الدین نے منصور کو بلوایا تو اس کا معصوم دل دھڑک اٹھا۔ وہ خود اپنے آپ میں سمٹ کر شرما گئی۔ اس کے دل کی آرزوئیں بر آنے والی تھیں۔

اس کا دل آنے والی خوشگوار گھڑیوں کے تصور سے جھوم جھوم اٹھا۔ پھر جب منصور نے اس کے باپ کے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس سے یہ کہا تھا کہ وہ واپسی میں اسے ایک خوشخبری سنائے گا تو حنا منصور سے نظریں نہ ملا سکی۔ آنکھیں چرا کر جلدی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

منصور کیا کہنا چاہتے تھے وہ جان رہی تھی اور جب منصور کے قدموں کی آہٹ دور ہوتی چلی گئی تو وہ دھڑکتے دل سے اٹھ کر دروازے کے پاس آ گئی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کسی طرح بھی کہیں چھپ کر منصور اور باپ کے درمیان ہونے والی باتیں سن لے لیکن اس کو ہمت نہ ہوئی۔ کئی بار اس نے قدم آگے بڑھانے کی کوشش کی مگر ہر بار نسوانی حیا

آڑے آ گئی۔

دروازے سے لگی کھڑی باپ کے کمرے کی طرف دیکھتی رہی۔ وہ منصور کی واپسی کی منتظر تھی۔ اسے ایک ایک پل گزارنا مشکل ہو رہا تھا کہ کب منصور باہر آتے اور کب اپنی مترنم آواز میں اس سے یہ کہتے۔ "حنا! آج قدرت کی ستم ظریفیوں کو میری قسمت پر رحم آ گیا ہے۔ آج میں بے حد خوش ہوں' جانتی ہو کیوں؟"

حنا شرمائی شرمائی حیا بار پلکیں اٹھا کر منصور کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھتی اور منصور مسکرا کر کہتے۔

"آج قسمت نے تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے منسوب کر دیا ہے۔ تم اب میری ہو صرف میری۔"

حنا کے معصوم تصور میں اس قسم کے بے شمار خیالات مچل رہے تھے۔ اسے منصور کی واپسی کا بڑی شدت سے انتظار تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا اس کے دل کی لطیف دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں اور پھر............

پھر جب منصور اسے باہر آتے دکھائی دیئے تو وہ یکدم اپنے سراپا میں سمٹ کر پیچھے ہو گئی۔ اسے ڈر تھا کہ وہ منصور سے آنکھیں نہ ملا سکے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی کومل جیسی آنکھیں موند لیں۔ دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

جیسے جیسے منصور کے قدموں کی آہٹ قریب آتی گئی اس کا دل دھڑکتا رہا اور پھر جب قدموں کی آہٹ دروازے پر آ کر ساکت ہو گئی تو حنا نے چاہا کہ بھاگ کر کہیں چھپ جائے۔

اپنی شادی کی بات بھلا وہ منصور کی زبان سے کیسے سن سکتی تھی اور یہ سوچ کر اس کی دمکتی ہوئی پیشانی پر شبنمی قطرے جھلملا اٹھے۔ وہ دروازے سے دور ہٹ جانا چاہتی تھی لیکن پاؤں جیسے ہٹنے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ دل کی دھڑکن کہہ رہی تھی۔

دیوانی............ اتنی دیر سے تو تجھے منصور کی آمد کا انتظار تھا اور اب یہ کیا ہو رہا ہے تجھے۔

شرم کی کیا وجہ ہے؟

تُو نے خود ہی تو منصور کو چاہا تھا۔

دل کی گہرائیوں سے۔

روح کے اس مقدس جذبے سے جس کے آگے تمام جذبے ہیچ ہیں۔

اور............

اگر منصور تجھے پسند نہیں تھا تو پھر تُو نے وہ ہیرے کی انگوٹھی کیوں قبول کر لی تھی؟

کیا وہ اظہار محبت نہیں تھا؟

کیا اس میں تیری تمناؤں کو کوئی دخل نہیں تھا؟

کیا وہ تیری طرف سے ایک خاموش وعدہ' ایک خاموش معاہدہ نہیں تھا؟

اور اگر تھا تو پھر یہ شرم کس بات پر آ رہی ہے؟

آنکھیں کھول اور باہر نکل کر دیکھ۔ تیرا محبوب تیرے دروازے پر کھڑا تجھے زندگی کی سب سے حسین خبر سنانے کے لئے بے چین ہے۔

بڑھ کر تپاک سے اس کا خیر مقدم کیوں نہیں کرتی۔

زندگی میں ایسی حسین ساعتیں بار بار نہیں آیا کرتیں۔

آج تو تیری خوشیوں کا دن ہے۔

ان خوشیوں کو آگے بڑھ کر اپنے دامن میں سمیٹ کیوں نہیں لیتی۔

حنا دل کی ان معصوم باتوں سے آپ ہی آپ شرمائے جا رہی تھی۔ وہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکی اور نہ قدموں نے پیچھے ہٹنے میں اس کا ساتھ دیا۔ وہ اپنی جگہ پر ساکت و جامد ہو کر رہ گئی۔

دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی گئیں اور پھر جب قدموں کی آہٹ دوبارہ ابھر کر دور ہوتی چلی گئی تو اس نے گھبرا کر جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے سوچا منصور واپس چلے گئے۔

اس کو خوشخبری سنائے بغیر ہی پلٹ گئے۔

کیوں؟

آخر کیوں؟

وہ سہمے سہمے انداز میں کھڑی سوچتی رہی۔ اسے برے برے خیالات ستاتے رہے۔ ذہن اور دل کے مشوروں میں کھینچا تانی ہوتی رہی اور تب اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر فیصلہ کر لیا کہ وہ خود ہی منصور کے پاس جا کر دریافت کرے گی کہ وہ دروازے پر رک کر واپس کیوں لوٹ گئے۔

دل کی دھڑکنوں اور جذبات کے تلاطم کو اپنے سراپا میں سمیٹے وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی منصور کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

فاصلہ رفتہ رفتہ گھٹتا رہا۔

منصور کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر اس نے چور چور نظروں سے اندر جھانکا۔ وہ دروازے کی طرف پشت کئے ہاتھ میں کوئی کاغذ تھامے کرسی پر دراز کھڑکی سے باہر پھیلے اندھیرے میں نہ جانے کیا تلاش کر رہے تھے۔

حنا کچھ دیر دروازے پر کھڑی انہیں دیکھتی رہی پھر دبے قدموں چلتی ہوئی منصور کے قریب آ گئی۔ اس نے سوچا تھا کہ چپکے سے نزدیک جا کر اسے ڈرا دے گی لیکن پھر اچانک اس کی نظر کاغذ کے ٹکڑے پر پڑی اور اس کا دل دھڑک اٹھا۔

تحریر زنانہ تھی۔

حنا نے آہستہ سے جھک کر دیکھا تو اس پر "حرماں نصیب فرزانہ" درج تھا۔ وہ اس کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھ سکی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے یکلخت اندھیرا پھیل گیا۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اتنی تیز کہ وہ خود ان کی دھک دھک محسوس کر رہی تھی۔

کسی بے جان مجسمے کی طرح کھڑی وہ خالی خالی نظروں سے منصور کو دیکھتی رہی جو یقیناً پریشان نظر آ رہے تھے۔ یوں جیسے کوئی اہم فیصلہ کرنے میں انہیں کوئی دشواری پیش آ رہی ہو۔ وہ اپنے خیالات میں حد درجہ منہمک تھے۔

فرزانہ.........

فرزانہ.........

فرزانہ.........

حنا کے دل کی ہر دھڑکن جیسے اب اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔ اس کے حسین تصور کا مذاق۔

اس کے جذبے کا مذاق۔

اس کی تمناؤں اور بے چین آرزوؤں کا مذاق۔

اور پھر حنا کو ایسا محسوس ہوا کہ اگر وہ کچھ دیر اسی کیفیت میں رہی تو اس کے قدم اس کے بوجھل وجود کو سہارنے سے انکار کر دیں گے۔ وہ آنسو پیتی بڑی آہستگی سے پلٹی اور واپس جانے لگی۔ تب ہی منصور اچانک لپکتے ہوئے اس کے سامنے آ گئے۔ بالکل اسی طرح جس طرح وہ رسول پور کے راستے میں آ گئے تھے لیکن آج اور گزر جانے والی کل میں بڑا فرق تھا۔

کل جب منصور نے اسے بھیگی بھیگی رات میں بارش سے نجات دلائی تھی تو حنا نے

ان کے چہرے پر زندگی کو مسکراتے دیکھا تھا۔

اور آج............

آج ان کی آنکھوں سے الجھن ٹپک رہی تھی۔

حنا نے کترا کر نکل جانا چاہا تو منصور اس کے راستے میں حائل ہو گئے۔ وہ کچھ کہنے کے لئے بے چین تھے۔ شاید فرزانہ کے بارے میں لیکن حنا فرزانہ کے مقابلے میں اپنی تذلیل برداشت کرنے پر آمادہ نہ ہو سکی۔ اس کے دل میں بھڑکنے والے جذبات زبان تک آ گئے۔ دل پر چھایا ہوا غبار اتارنے کی خاطر اس نے منصور کو سخت سست کہا پھر اپنے کمرے میں آ گئی اور اب وہ پھوٹ پڑی تھی۔

سسک رہی تھی۔

بلک رہی تھی۔

اپنی قسمت کی بدنصیبی پر آنسو بہا رہی تھی۔

اپنی کم نصیبی کا ماتم کر رہی تھی۔ جس نے منزل پر پہنچ کر اس کے ساتھ دغا کیا تھا۔

وہ یونہی بستر پر بڑی دیر تک پڑی سسکتی رہی بلکتی رہی اور پھر اس نے کسی آہنی ارادے کے تحت اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔ وہ خود کو گھر والوں کے لئے تماشا نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اس نے اچانک فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ منصور کو یکسر بھول جانے کی کوشش کرے گی۔

منصور کی یاد کو دل کی گہرائیوں سے نکال دے گی۔

منصور کی یاد۔

جس نے اس کی تمناؤں کا گلا گھونٹ دیا تھا۔

جس نے اس کی آرزوؤں کا مذاق اڑایا تھا۔

جس نے اسے خوشیوں کے روشن منارے تک لا کر تاریک اندھیروں کی بستی میں دھکیل دیا تھا۔

جس نے اس کی محبت کو ایک کھیل سمجھا تھا۔

حنا نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا اور بوجھل بوجھل قدم اٹھاتی کھڑکی میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ باہر اندھیرا پھیل کر گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

گھپ اندھیرا جس نے اس کے دل میں جلنے والی امیدوں کی روشن شمعوں کی ٹمٹماتی روشنی کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا اور اب صرف دھواں باقی رہ گیا تھا۔ دھواں جس کی

کثافت سے اسے سینے میں اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

مہر بہ لب کھڑی وہ سوچ رہی تھی۔

میرا نام حنا ہے۔

یعنی مہندی!

جو اپنا خون جگر نچوڑ کر دوسروں کے دل کی ٹھنڈک بنتی ہے۔

جو ہمیشہ اپنی رنگینی دوسروں کو بخش دینے کی عادی ہوتی ہے۔

میں حنا بن کر دکھاؤں گی۔

میں اپنی خوشیوں کو چپ چاپ دوسروں کے دامن میں بکھیر دوں گی۔

میں اپنی دنیا میں واپس لوٹ جاؤں گی۔

میں پھر سے پرانی حنا بن جاؤں گی جو منصور کی صورت دیکھ کر منہ پھیر لیا کرتی تھی۔

میں اپنے مقدر سے سمجھوتہ کر لوں گی۔

رات میں اگر دل نہ مانا تو رو لیا کروں گی' سکون دل کی خاطر۔

اور صبح کو سورج کے اجالوں سے اپنا چہرہ منور کر لیا کروں تا کہ کوئی بھی میرے غم کی اتھاہ گہرائی کو نہ پا سکے۔

میں منصور کو ان کی کامیابی پر قہقہہ لگانے کا موقع کبھی نہ دوں گی۔

فرزانہ کو فتح کا احساس نہ ہونے دوں گی۔

اپنے خونِ جگر کو اپنے وجود میں چھپا لوں گی۔

بالکل حنا کی طرح۔

حنا کھڑکی میں کھڑی اپنی آئندہ زندگی اور منصور کے ساتھ اپنے طرز عمل کے بارے میں سوچتی رہی پھر معاً اسے منصور کی دی ہوئی انگوٹھی کا خیال آ گیا جو اب بھی اس رات کی تاریکی میں جگنو کی طرح چمک رہی تھی اور اس میں جڑا ہوا ہیرا دمک رہا تھا۔

وہ آنکھیں پھاڑے محبت کے اس حسین تحفے کو گھورنے لگی۔ اسے وہ وقت یاد آ گیا جب منصور نے ہیرے کی وہ انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنائی تھی اور وہ چھوئی موئی کی طرح شرما کر رہ گئی تھی۔

حنا کے ذہن میں گزرے ہوئے لمحات کی یاد ابھری تو اس کا حوصلہ ایک بار پھر آنسوؤں کے سیلاب میں تنکے کی طرح بہہ گیا۔ اس کے کپکپاتے ہونٹوں سے ایک آہ نکلی اور سیاہی کی چادر میں جذب ہو گئی۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں آنسوؤں کا ایک سمندر

مچل رہا تھا اور دامن کی وسعت ان آنسوؤں کو اپنے اندر جذب کر لینے کے لئے تڑپ رہی تھی۔

وہ مجسم اضطراب بن گئی۔

منصور .... اس کے لرزتے ہوئے ہونٹوں سے غم میں ڈوبی ہوئی آواز ابھری۔

تمہیں آخر میری زندگی سے اس قدر سنگین مذاق کر کے کیا مل گیا؟

کیوں تم نے میرے دل میں سلگتی ہوئی ان چنگاریوں کو ہوا دے کر بھڑکا دیا جو بچپن اور جوانی کے طویل فاصلوں تلے دبی ہوئی تھیں؟

ان چنگاریوں کو دبا رہنے دیا ہوتا تو کیا بگڑ جاتا تمہارا؟

میری زندگی میں زہر گھول کر تمہیں کیا حاصل ہوا؟

اگر تم فرزانہ کو اپنانا چاہتے ہو تو پھر مجھ سے محبت کے وعدے کس لئے کئے تھے؟

کیوں میری زندگی کو پھولوں کی سیج کے بجائے کانٹوں کے بستر پر ڈال دیا؟

یہ سب کیا تھا؟

کیوں تھا؟

کس لئے تھا؟

حنا کی آنکھوں میں ساون بھادوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ اس کا دل و دماغ چکرا رہا تھا۔ کلیجہ منہ کو آ رہا تھا اور دل جیسے پھٹا جا رہا تھا۔ کوئی ایسا نہیں تھا جو اس کے دل کی فریاد سنتا۔

کوئی نہیں تھا جو اس کے آنسو خشک کرتا۔

اس کو تسلی دیتا۔

اس کی دلجوئی کرتا۔

اس کے دل کے زخموں پر مرہم رکھتا۔

اور پھر.........

وہ کسی سے اپنا حالِ دل کہہ بھی تو نہیں سکتی تھی۔

تسلی کی صرف ایک راہ تھی کہ وہ آنسو بہا بہا کر اپنے غموں کے بوجھ کو ہلکا کرتی رہے۔ اس کا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔

زندگی کے تانے بانوں کے متعلق۔

جو الجھ کر رہ گئے تھے۔

ان کا حل کیا ہو گا؟

☆======☆======☆

فرزانہ کو حالات کا علم ہوا تو وہ اپنی فتح پر جھوم جھوم اٹھی۔ حنا کو اپنے مقابلے میں نیچا دکھا کر اسے قلبی سکون حاصل ہوا تھا۔

آج صبح ہی کرنل احسان نے اسے یہ اطلاع دی تھی کہ منصور شیخ ریاض الدین کا مکان چھوڑ کر ایک مقامی ہوٹل میں مقیم ہو گئے ہیں۔ فرزانہ کے لئے یہ اطلاع بے حد جاں فزا تھی لیکن اس نے باپ کے سامنے کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ حیرت سے پوچھا کہ منصور کے وہاں سے چلے جانے کی وجہ کیا ہے۔

کرنل احسان کو مکمل حالات کا علم نہیں تھا اس لئے وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے لیکن فرزانہ سمجھ رہی تھی کہ یہ سب کچھ اسی کے خط کی بنا پر ہوا ہو گا۔ چنانچہ جب کرنل احسان اپنے مطب کے لئے چلے گئے تو اس نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے۔ ولایتی میک اپ کے سامان سے اپنے حسن کو جلا بخشی۔ سینٹ سے کپڑوں کو بسایا اور سیدھی "عندلیب" کے آفس جا پہنچی۔

منصور اپنے کام میں منہمک تھے ان کے چہرے سے اداسی ٹپک رہی تھی۔ ہونٹوں کے درمیان سگریٹ دبائے وہ تیزی سے کچھ لکھنے میں مصروف تھے۔ سامنے میز پر رکھا ہوا ایش ٹرے سگریٹ کے جلے ہوئے ٹکڑوں سے بھرا پڑا تھا۔

فرزانہ نے مسکراتی ہوئی فاتحانہ نظروں سے منصور کو دیکھا پھر قدم بڑھاتی اس کے قریب جا کر بیٹھ گئی۔

اسے منصور کی اداسی کا سبب معلوم تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ منصور کی دلی کیفیت کیا ہے، لیکن اسے ان باتوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اسے منصور کے غم اور اس کی پریشانی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ تو اپنی کامیابی پر نازاں تھی اور اس وقت "عندلیب" کے آفس میں صرف یہ دیکھنے کی غرض سے آئی تھی کہ اس کا شکار کس عالم میں ہے۔

منصور دنیا و مافیہا سے بے خبر لکھنے میں منہمک تھے۔ انہماک کا یہ عالم تھا کہ انہیں فرزانہ کی آمد کی خبر تک نہ ہوئی۔ پھر جب ہونٹوں کے درمیان پھنسے ہوئے سگریٹ کی تپش محسوس کی تو انہوں نے دوسری سگریٹ نکال کر جلا لی اور دوبارہ لکھنے میں مصروف ہو گئے۔

فرزانہ ان کی محویت کو دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی لیکن اس

کی یہ خوشی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ منصور نے تحریر مکمل کر کے قلم کو قلمدان میں رکھا۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں نظر اٹھائی تو فرزانہ کو اپنے قریب بیٹھا دیکھ کر یوں چونکے جیسے خواب دیکھتے دیکھتے اچانک ان کی آنکھ کھل گئی ہو۔ ایک لمحے تک وہ ٹکٹکی باندھے فرزانہ کو دیکھتے رہے۔ انہیں اپنی بینائی پر شبہ ہو رہا تھا۔

شیخ ریاض الدین کے گھر سے نکلے ہوئے انہیں آج دو روز ہو گئے تھے۔ ان دو دنوں میں ان کے دل کی جو کیفیت ہوئی تھی اس کا اندازہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں لگا سکتا تھا۔ اس رات جب انہوں نے فرزانہ کا خط پڑھا تھا تو انہیں کامل یقین تھا کہ وہ اپنی ناپاک کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے گی۔

بڑی سنجیدگی سے وہ یہ فیصلہ کر رہے تھے کہ ریاض الدین کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیں لیکن پھر جب حنا سے ان کی گفتگو ہوئی تو ان کا دل ٹوٹ کر پاش پاش ہو گیا۔ انہوں نے حنا سے اپنی صفائی میں بہت کچھ کہنا چاہا لیکن حنا نے انہیں بولنے کا موقع نہیں دیا۔

زہر میں بجھے تیر الفاظ کی صورت میں برساتی وہ ان کے کمرے سے چلی گئی اور منصور کو ایسا لگا تھا جیسے ہوا کا معطر جھونکا ایک لمحے کے لئے ان کے وجود سے ٹکرا کر آگے نکل گیا ہو۔

اس رات انہیں ایک پل کے لئے بھی نیند نہیں آئی۔ تمام رات وہ جاگتے رہے۔ حالات کی اس نئی کروٹ نے انہیں بے چین کر دیا تھا۔ اگر وہ چاہتے تو حنا کی غلط فہمی کو دور کر سکتے تھے۔ ریاض الدین کے خیالات بدل کر اپنے لئے مستقبل کی راہیں ہموار کر سکتے تھے لیکن انہوں نے کافی غور و خوض کے بعد ایک نئی راہ اختیار کر لی۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس وقت تک وہ حنا اور ریاض الدین سے دور رہیں گے جب تک حالات خود بخود ان کی مؤافقت میں نہیں ہو جاتے۔

اس فیصلہ میں ان کی خودداری کو دخل تھا۔

شیخ ریاض الدین کی باتوں نے ان کی انا کو ٹھیس پہنچائی تھی۔

حنا کی روکھی اور تلخ گفتگو نے ان کے جذبات کو روند ڈالا تھا۔

وہ خود اپنے آپ کو اپنی نظروں سے گرا ہوا محسوس کر رہے تھے۔

انہیں یقین تھا اگر ان کا جذبہ سچا ہے تو راہ کی دشواریاں خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

چنانچہ اسی رات شیخ ریاض الدین کو ایک مختصر سا خط لکھ دیا اور دوسری صبح کو وہ اپنا مختصر سا سامان لپیٹ کر ایک ہوٹل میں چلے گئے۔

ریاض الدین کے خط میں انہوں نے یہی تحریر کیا تھا کہ فی الحال وہ خود کو اس پوزیشن میں نہیں سمجھتے کہ فرزانہ کے خط کے بارے میں اپنی کوئی وکالت کر سکیں۔

اپنی خودداری کے پیشِ نظر منصور نے یہ فیصلہ تو کر لیا تھا کہ جب تک حالات سازگار نہیں ہوتے وہ حنا سے دور رہیں گے لیکن ان کے دل نے ابھی تک اس فیصلے کو نہیں مانا تھا۔

سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت حنا کا تصور ان کے ذہن پر چھایا رہتا۔ دل کی ہر دھڑکن کے ساتھ حنا کا نام ابھر آتا تو وہ بے چین ہو جاتے اور ان حالات نے دو دن کے اندر اندر انہیں بُری طرح الجھا کر رکھ دیا تھا۔ رات رات بھر حنا کی یاد میں جاگتے اور تمام دن "عندلیب" کے آفس میں مصروفِ کار رہنے کی وجہ سے ان کی صحت بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ جھنک کر رہ گئے۔

اور.............

ان حالات کی ذمہ دار فرزانہ تھی۔

فرزانہ!

جس نے اپنے دامن میں خوشیاں سمیٹنے کی خاطر دو انسانوں کے دامن کانٹوں سے بھر دیئے تھے۔

ان کی خوشیوں کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا تھا۔

اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر ان کے ارمانوں کا گلا گھونٹ دیا تھا۔

ان کے ہونٹوں سے مسکراہٹ چھین لی تھی۔

ان کا صبر و قرار چرا لیا تھا۔

اور.............

اس وقت جب وہی فرزانہ ان کو اپنے قریب بیٹھی نظر آئی تو منصور کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ انتقامی جذبات بھڑک اٹھے لیکن منصور جذباتی نہیں تھے اور نہ ہی جذبات کی رو میں بہک کر وہ کوئی ایسا قدم اٹھانا چاہتے تھے جس سے ان کی شخصیت پر کوئی بدنما داغ آ جاتا۔ مگر یہ بھی ان کے بس کی بات نہ تھی کہ فرزانہ کے وجود کو اپنے قرب سے تسکین بخش سکتے۔

دوسری طرف فرزانہ بھی بغور ان کے چہرے کے بدلے ہوئے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھی۔ منصور کی آنکھوں میں خون کی سرخی دیکھ کر وہ کچھ دیر کے لئے سہم ضرور گئی

تھی لیکن پھر جب منصور کی حالت میں ٹھہراؤ دیکھا تو کہا۔

"ڈیڈی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ آپ ریاض الدین کے مکان سے کسی ہوٹل میں منتقل ہو گئے ہیں۔"

منصور فرزانہ کے اس تجاہلِ عارفانہ پر جھلس کر رہ گئے لیکن منہ سے کچھ نہ بولے۔

"کیا بات ہے منصور! آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔"

"فرزانہ!" منصور نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ تم نے اس وقت یہاں آنے کی زحمت کیوں گوارا کی ہے۔"

"کیوں' کیا آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار گزرتا ہے؟" فرزانہ نے اپنی تمام تر حشر سامانیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں .... میں اسے پسند نہیں کرتا کہ تم بلاوجہ یہاں آ کر مجھے پریشان کرو۔" منصور دل پر جبر کر کے بولے تو فرزانہ مسکرا دی۔

"آپ بہت زیادہ جذباتی ہو گئے ہیں۔ پہلے تو ایسا نہیں تھا۔"

"تمہیں میرے جذبات سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔" منصور نے بددلی سے کہا پھر فرزانہ کی طرف سے نگاہیں پھیر کر لکھے ہوئے اوراق کو سمیٹنے لگے۔

فرزانہ نے منصور کی بے رخی محسوس کی تو اسے ایک لمحے کے لئے یہی خیال گزرا کہ کہیں وہ اس خط سے تو باخبر نہیں ہو گئے جو اس نے ریاض الدین کو تحریر کیا تھا لیکن پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گئی کہ اگر یہ بات ہوتی تو منصور اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔

کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے دوبارہ کہا۔

"ریاض الدین صاحب کے گھر سے چلے آنے کی کیا وجہ ہے؟"

منصور کے دل میں تو آئی تھی کہ وہ فرزانہ کو کھری کھری سنا دیں مگر خود پر قابو پا کر بولے۔

"مس فرزانہ! میں ایک بار پہلے بھی آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ اپنے نجی معاملات میں دوسروں کی دخل اندازی پسند نہیں کرتا۔"

"بہت زیادہ ناراض معلوم ہوتے ہیں مجھ سے۔"

"میں اس کی وضاحت کرنی بھی ضروری نہیں سمجھتا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ میری اس روز کی بات سے ناراض ہیں۔" فرزانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ نے اتنا بھی محسوس کر لیا تو بہت ہے۔" منصور نے حقارت سے جواب دیا۔

"گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔"

"میں اس کی تردید بھی نہیں کروں گا۔"

"آپ کا قیام کس ہوٹل میں ہے؟" فرزانہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میرا پتہ دریافت کر کے تم کیا کرو گی؟"

"شاید کبھی اس کی ضرورت پڑ جائے۔" فرزانہ شوخ تبسم بکھیر کر بولی۔

"اس نوازش کے لئے بہت بہت شکر گزار ہوں۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی لیکن میں نے آپ کا پتہ پوچھا تھا۔"

منصور بڑی مشکلوں سے اپنی جھلاہٹ پر قابو پا کر بولے۔

"فرزانہ! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم میرے لئے اپنی عنایتوں اور مہربانیوں کو یکسر ختم کر دو۔"

"ایسا ناممکن ہے۔" فرزانہ نے کہا۔ "جو بات میرے بس میں نہ ہو میں اس کا وعدہ بھلا کیسے کر سکتی ہوں۔"

"تمہیں اپنے ارادے میں کبھی کامیابی نہ ہو سکے گی۔" منصور نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔ ہمت ہار دینا بزدلی کی نشانی ہے۔"

"کسی کی قبر پر تاج محل تعمیر کرنا بھی میرے نزدیک بڑی گھناؤنی بات ہے۔" منصور نے تڑپ کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔" فرزانہ بولی۔ "مگر آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ تاج محل کی بنیادوں کو بھی انسانی خون سے مستحکم بتایا گیا ہے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔" منصور نے الجھ کر کہا۔

"انسان جب کسی کو قائل نہ کر سکے تو یونہی پہلوتہی پر اتر آتا ہے۔" فرزانہ نے تیزی سے جواب دیا۔

"جو چاہے سمجھ لو لیکن مجھے تمہاری ہمدردیوں کی ضرورت نہیں ہے۔" منصور نے تلخ لہجے میں کہا۔

فرزانہ خاموشی سے مسکراتی رہی۔ اسے یقین تھا کہ اس کا شکار جو آج اپنی قوتِ

پرواز پر پھڑپھڑا رہا ہے کچھ دنوں بعد تھک ہار کر اس کے اشاروں پر چلنے کا عادی ہو جائے گا۔

کچھ دیر تک ماحول پر سکوت طاری رہا پھر فرزانہ نے دبی زبان میں پوچھا۔

"آج حنا نظر نہیں آ رہی ہیں۔"

"فرزانہ!" منصور نے فرزانہ کے منہ سے حنا کا نام سنا تو تڑپ اٹھے۔ "کیا تم دوسروں کے سلسلے میں اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتیں۔"

"مجھے کیا پتہ تھا کہ آپ کو حنا کا نام سن کر الجھن ہوتی ہے' آئندہ سے میں احتیاط برتوں گی۔"

منصور برداشت نہ کر سکے تو جھلا کر بولے۔

"تم نے غلط اندازہ لگایا۔ میں حنا کے مقدس نام کو کسی ایسی زبان سے نہیں سننا چاہتا جو میرے لئے سوہان روح ثابت ہوتی ہے۔"

"منصور!" فرزانہ تلملا کر بولی۔ "تم نے آج پھر حنا کی خاطر میری توہین کرنے کی کوشش کی ہے' حالانکہ میں نے تم سے صرف شادی کی درخواست کی تھی۔ کوئی ایسی گالی نہیں دی تھی جو تم کو بری لگی ہو۔"

"فرزانہ! بہتر ہو گا کہ تم خاموشی سے یہاں سے چلی جاؤ۔" منصور نے بیزاری سے کہا۔ "میں نے اپنی زبان پر جو تالے ڈال رکھے ہیں انہیں نہ کھلواؤ تو زیادہ مناسب ہو گا ورنہ ہو سکتا ہے کہ تم بھی اس آگ میں جل کر راکھ ہو جاؤ جو میرے سینے میں شعلہ بن کر بھڑک رہی ہے۔"

"اس کی فکر مت کرو۔ میں آگ سے کھیلنے کی عادی ہوں۔" فرزانہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "یہ بھی جانتی ہوں کہ آگ کے شعلے دوسروں کو جلا کر خود بھی ایک روز فنا ہو جاتے ہیں۔"

"لیکن میرے دل میں جو آگ بھڑک رہی ہے اس کا موجب تم ہی ہو۔" منصور غصے سے کانپتے ہوئے بولے۔ "تم .... جس نے میری روح کی گہرائیوں میں زہر گھول دیا ہے۔ وہ تم ہی ہو فرزانہ جس نے میری زندگی کو بربادی اور بدنامی کی اتھاہ گہرائیوں میں جھونک دینے کی کوشش کی ہے۔ تمہاری ہی ذات ہے جس نے میری خوشیوں کی راہ میں کانٹے بو دیئے ہیں۔ تم ہی وہ ناپاک وجود ہو جس کا تصور شیطان کی بدخصلتی کو بھی شرمندہ کر سکتا ہے۔"

منصور غصے کے عالم میں جو منہ میں آیا کہے جا رہے تھے اور فرزانہ گنگ سی بیٹھی سن رہی تھی۔ اسے اب اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ منصور کے علم میں وہ خط آ چکا ہے جو اس نے ریاض الدین کو لکھا تھا۔

"میں اب تک تم کو ایک عورت سمجھتا تھا۔ عورت .... جس کی خوشبو سے پھولوں کو بھی وجد آ جائے لیکن تم عورت کہلانے کی مستحق نہیں ہو۔ تم غلاظت کا ایک ایسا چلتا پھرتا ڈھیر ہو جو جدھر سے بھی گزر جائے فضا میں تعفن پھیلا دے۔"

"منصور!" فرزانہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "تم اپنی حدود سے تجاوز کر رہے ہو۔"

"دور ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔" منصور بھی آپے سے باہر ہو گئے۔

"شکر کرو اس بات کا کہ میں کرنل احسان کا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ تمہارے اس ناپاک وجود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتا جو دوسروں کے لئے زحمت ثابت ہو رہا ہے۔ حوا کی پیداوار .... مکروہ عورت چلی جا میرے سامنے سے۔"

منصور کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں جذبات کی شدت سے ابلی پڑ رہی تھیں۔

پورا جسم یوں تھر تھر کانپ رہا تھا جیسے برقی جھٹکے لگ رہے ہوں۔

فرزانہ نے منصور کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا اس لئے جواب دینے کی ہمت نہ کر سکی۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں سچ مچ منصور اس پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔ کچھ سوچ کر وہ تیزی سے مڑی اور ہونٹ چباتی ہوئی منصور کے آفس سے باہر نکل گئی۔

منصور کچھ دیر تک آنکھیں پھاڑے دروازے کی طرف گھورتے رہے پھر انہوں نے تھکے ہوئے انداز میں سر کو میز پر رکھا اور آنکھیں بند کر کے سسکنے لگے۔

حنا کے تصور نے ایک بار پھر ان کو بے چین کر دیا۔

حنا!

جو ان کے دل میں دھڑکن بن کر رہ گئی تھی۔

جسے پا لینے کی آرزو میں انہوں نے زندگی کے متعدد طویل ترین سال گزار دیئے تھے۔

اور منزل کو پا لینے کی خاطر وہ بری طرح تڑپ رہے تھے۔

منزل..........

جس کے قریب آ کر وہ پھر بھٹک گئے تھے۔
جس نے خود اپنے مسافر سے منہ پھیر لیا تھا۔
جس کے نقوش دھندلانے لگے تھے۔
اور جدائی کے اس تصور نے منصور کو نڈھال کر دیا تھا۔
حنا کے بغیر جینے کا تصور بھی ان کے لئے محال تھا۔
حنا............
جو حنا بن کر ہی ان کے ذہن میں رچ بس گئی تھی۔

☆======☆======☆

منصور کے چلے جانے سے آمنہ خاتون کو جو ذہنی صدمہ پہنچا تھا وہ اس جھٹکے کو برداشت نہ کر سکیں۔ دو دن کی مختصر مدت میں ہی ان کی حالت کافی ابتر ہو گئی تھی۔

دل کے دورے پڑنے لگے تھے۔

شیخ ریاض الدین بیوی کی حالت کو دیکھ اور سمجھ رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ آمنہ خاتون کے دل کو کیا صدمہ لاحق ہے لیکن وہ مجبور تھے۔ دل ہی دل میں کڑھنے کے سوا ان کے پاس کوئی علاج نہ تھا۔

منصور سے گفتگو کرنے کے بعد انہیں اس بات کا کامل یقین ہو گیا تھا کہ فرزانہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ حرف بحرف غلط ہے اور یہی سوچ کر انہوں نے وہ خط بھی منصور کے حوالے کر دیا تھا تاکہ منصور حالات کا بغور جائزہ لے کر حالات پر روشنی ڈال سکیں لیکن ان کی توقعات غلط ثابت ہوئیں۔ منصور کے جواب نے خود ان کو بھی دلی صدمہ پہنچایا تھا۔ انہیں منصور سے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ اس قدر خاموشی سے ان کی اجازت لئے بغیر گھر چھوڑ دیں گے۔ اپنے خط میں بھی منصور نے گھر سے چلے جانے کا کوئی معقول جواز پیش نہیں کیا تھا۔ صرف اتنا ہی لکھا تھا کہ وہ حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے جا رہے ہیں۔ فرزانہ کے خط کے جواب میں انہوں نے محض اتنا تحریر کیا تھا کہ چند وجوہات کی بنا پر وہ اس معاملے پر روشنی ڈالنے سے قاصر ہیں۔

آمنہ خاتون کو دوسری صبح جب منصور کے چلے جانے کا علم ہوا تو وہ اس صدمہ سے نڈھال ہو گئیں۔ حالات نے ان کی زبان بند کر رکھی تھی۔ شوہر سے کچھ کہہ نہ سکیں۔ سارا صدمہ اپنے دل بیمار پر جھیل گئیں۔

منصور کا خط پڑھنے کے بعد سے انہیں چپ سی لگ گئی تھی۔ انہوں نے سوچا تھا کہ شاید ان کے خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکیں گے۔

خواب۔

جنہیں وہ آج تک تھپکیاں دے دے کر بہلاتی رہی تھیں۔ آج بکھر کر رہ گئے تھے۔

حنا کی شادی کے لئے تو وہ ایک عرصہ سے ریاض الدین کے پیچھے پڑی ہوئی تھیں۔

اور پھر خدا خدا کر کے جب منصور جیسا ہونہار لڑکا ملا تو آمنہ خاتون کے دل کے گلشن میں جیسے بہار آ گئی۔

وہ حنا کے مستقبل کو تابناک دیکھنے لگیں۔

حنا اور منصور کی جوڑی ان کی مرادوں کی تکمیل ثابت ہوتی۔

لیکن............

جب امیدوں کے بر آنے کے دن آئے تو قسمت نے ان کی خوشیوں کا منہ پھیر دیا۔

فرزانہ کے خط سے ان کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی۔

خوشیوں کا تصور نڈھال ہو کر رہ گیا۔

مگر آمنہ خاتون کا دل گواہی دے رہا تھا کہ منصور ایسے کبھی نہیں ہو سکتے جیسا فرزانہ کے خط میں درج تھا انہیں یقین تھا کہ حالات ایک بار پھر ان کی ممتا بھری خواہشات کو سہارا دیں گے لیکن جب منصور چپ چاپ چلے گئے تو ان کے ارمان دل کے دل ہی میں رہ گئے۔

امیدیں خاک میں مل گئیں۔

آرزوئیں ناکام ہو گئیں۔

خواہشات نے دم توڑ دیا۔

ممتا تڑپ کر رہ گئی۔

اور اسی صدمے نے انہیں ایک بار پھر دل کے موذی مرض میں مبتلا کر دیا۔

حنا نے ماں کی حالت دیکھی تو تڑپ اٹھی۔ ایک طرف اسے منصور کی بے وفائی کا غم لاحق تھا اور دوسری طرف ماں کی بیماری کا جو اپنے سینے میں نہ جانے کتنے طوفانوں کو دبائے چپ تھیں۔

ہمہ وقت وہ ماں کی دلجوئی کرتی رہتی۔ سارا سارا دن وہ ماں کی پٹی سے لگی بیٹھی ان کی صحت یابی کی دعائیں مانگتی رہتی۔ اپنی تقدیر کو کوستی جس نے ماں کی ممتا کو دکھ پہنچایا تھا۔ اپنی قسمت سے چپ چاپ گلہ کرتی رہتی جس نے اس سے متوقع خوشیاں چھین لی تھیں۔

آمنہ خاتون حنا کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھتیں تو ان کا غم اور بڑھ جاتا۔ انہیں علم تھا کہ حنا بھی اپنے معصوم سے دل میں منصور کو پا لینے کا تصور لئے ہوئے تھی لیکن حالات کی

ایک ہی انگڑائی نے زندگی کی بساط کو الٹ کر رکھ دیا تھا۔

ایک طرف آمنہ خاتون کو اولاد کی خوشیوں کے روٹھ جانے کا صدمہ تھا اور دوسری طرف حنا کو ماں کی بیماری اور منصور کے بچھڑ جانے کا غم تھا لیکن وہ دونوں ہی اپنا اپنا غم اپنے اپنے سینے میں دفن کئے ایک دوسرے کی دلجوئی میں ہمہ تن لگی ہوئی تھیں اور قسمت ان کی بے بسی پر مسکرا رہی تھی۔

ریاض الدین کی حالت ان دونوں سے مختلف تھی۔ گھر کے بڑے ہونے کی حیثیت سے وہ بیوی اور بیٹی دونوں کو سہارا دینے کے لئے مجبور تھے۔ اپنا غم بھول کر کبھی وہ بیوی کی تیمارداری میں مصروف ہو جاتے اور کبھی بیٹی کی دلجوئی کرنے لگتے۔

کبھی وہ آمنہ خاتون سے کہتے۔

"بیگم! اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔ قدرت جو کچھ کرتی ہے بندے کی بہتری کے لئے کرتی ہے۔ حالات آج بگڑ گئے ہیں تو کیا ہوا' خدا سے امید وابستہ رکھو ہو سکتا ہے کہ کل کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو جائے۔"

آمنہ خاتون اداس اداس نظروں سے شوہر کے چہرے کو دیکھتیں اور پھر درد بھرے لہجے میں کہتیں۔

"آپ پریشان نہ ہوں' وقتی پریشانی ہے جاتی رہے گی۔"

کبھی وہ حنا کو اکیلے میں پا کر مخاطب ہوتے۔

"بیٹی! تمہاری ماں کی حالت پانی کے اس بلبلے سے مختلف نہیں ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے ٹوٹ سکتا ہے۔ تم اپنی ماں کا خیال رکھا کرو۔ ان کے سامنے خوش رہنے کی کوشش کیا کرو۔"

حنا نظریں جھکا کر جواب دیتی۔

"اپنی جنت کسے عزیز نہیں ہوتی ابا حضور! امی جان کی زندگی کو جو روگ لگ گیا ہے میں اسے جانتی ہوں لیکن خدا نے چاہا تو وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔ خدا کو آپ کی پریشانی اور میری بربادی پر کبھی نہ کبھی تو ترس ضرور آ جائے گا۔"

اور شیخ ریاض الدین حنا کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کے سر پر بڑی پدرانہ شفقت سے ہاتھ پھیر کر دبی زبان میں کہتے۔

"حنا بیٹی! حالات کبھی یکساں نہیں رہتے۔ آج اگر ہمارے گلشن میں خزاں کی حکومت ہے تو ہمیں اس سے ہراساں نہیں ہونا چاہئے۔ کل بہاریں بھی ضرور آئیں گی۔

تم اپنا دل چھوٹا نہ کرنا ابھی میں تمہاری خوشیوں کی خاطر اپنی جان کی قربانی دینے کے لئے زندہ ہوں۔"

حنا کا دل بھر آتا تو وہ باپ کے کشادہ سینے میں سر چھپا کر کہتی۔

"ابا حضور! خدا آپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ مجھے کوئی غم نہیں ہے۔ امی جان ضرور اچھی ہو جائیں گی۔"

ریاض الدین اس فرض کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھا رہے تھے جو تقدیر نے ان کے بوڑھے کاندھوں پر ڈال دیا تھا۔ وہ حنا کو تسلی دیتے آمنہ خاتون کو سمجھاتے لیکن خود انہیں تسلی دینے والا یا سمجھانے والا کوئی نہیں تھا۔

وہ بیوی اور بیٹی دونوں کی کیفیت کا اندازہ لگا رہے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اگر قدرت نے ان پر رحم نہ کیا تو زندگی کا وہ شیرازہ بکھرتے دیر بھی نہ لگے گی جس کو اب تک انہوں نے کمال خوبی سے سمیٹ رکھا تھا۔

آمنہ خاتون کی زندگی سب سے اہم تھی۔ اگر وہ خدانخواستہ آنکھیں بند کر لیتیں تو دنیا کا سارا انظام درہم برہم ہو سکتا تھا۔

حنا عجیب گومگو کی کیفیت میں مبتلا تھی۔ ایک طرف اسے ماں کی بیماری کا غم تھا۔ دوسری طرف وہ باپ کی پریشانیوں کا اندازہ لگا رہی تھی اور تیسری طرف اسے منصور کی بے وفائی اور بے مروتی کا صدمہ تھا۔

دن دن بھر وہ آمنہ خاتون کے پاس بیٹھی ان کی دلجوئی کرتی اور رات کو جب سب سو جاتے تو وہ جاگتی رہتی۔

آنسو بہاتی رہتی۔

سسکتی رہتی۔

بلکتی رہتی۔

اپنے خدا سے اپنی قسمت کی بربادی کا شکوہ کرتی رہتی۔

ماں کی صحت کی دعائیں مانگتی۔

باپ کی پریشانی پر کڑھتی رہتی۔

خدا کے سامنے سربجود ہو کر گھنٹوں گڑگڑاتی رہتی۔

اور جب دل کسی طرح نہ بہلتا تو وہ منصور کے تصور سے الجھ جاتی۔

صبح ہوتی تو اپنا غم بھول کر وہ پھر ماں کی دلجوئی میں مصروف ہو جاتی۔

ریاض الدین ایک دو روز تک خاموشی سے بیوی کی خاموشی کا اندازہ لگاتے رہے۔ وہ اگر چاہتے تو منصور کو منا کر اس کی خوشامد کر کے دوبارہ اسے واپس لا سکتے تھے لیکن وہ اپنے وقار کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ انہیں ڈر تھا کہ اگر وہ خود سے منصور کو بلا کر لائے تو دنیا ان کے گھریلو حالات کا مذاق اڑائے گی حنا کے بارے میں قسم قسم کی باتیں مشہور ہوں گی۔ فرزانہ کو باتیں بنانے کا موقع مل جائے گا۔

بدنامی ہو گی۔

مذاق بنے گا۔

دنیا کی زبان پکڑی تو نہیں جا سکتی۔

دنیا۔

اور دنیا والے۔

جو غم میں کبھی شریک نہیں ہوتے۔

لیکن باتوں کو اچھالنے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں۔

ریاض الدین بجھے بجھے دل سے حالات کا مقابلہ کرتے رہے لیکن تیسرے دن جب ڈاکٹر نے آمنہ خاتون کی کیفیت دیکھ کر ان سے کہا کہ اگر ان کے صدمے کا فوری طور پر تدارک نہ کیا گیا تو حالات مخدوش ہو جائیں گے۔ تو ریاض الدین کے صبر کا دامن تار تار ہو گیا۔

اس دن وہ ڈاکٹر کے جانے کے بعد پہلی بار روئے تھے۔ آنسوؤں کے وہ تمام بند ٹوٹ گئے جو اب تک ان کے صبر و تحمل نے باندھ رکھے تھے۔ اپنا کمرہ بند کئے وہ بہت دیر تک روتے رہے اور پھر سوچا وہ منصور کو دوبارہ لے آئیں گے۔ حنا کے لئے نہ سہی' آمنہ خاتون کے لئے۔

یہی سوچ کر وہ گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ تمام راستہ وہ خاموش خاموش سے رہے۔ اداس اداس سے۔ حالات نے انہیں منصور کے سامنے جھولی پھیلانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اگر آمنہ خاتون کی بیماری اور ان کی زندگی کا خیال نہ ہوتا تو شاید خود چل کر وہ منصور کے پاس نہ جاتے لیکن وقت کے تقاضوں نے انہیں وقار کا دامن چھوڑ کر جھک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

کسی ٹھہرے ہوئے طوفان کی طرح "عندلیب" کے آفس تک پہنچ گئے لیکن اندر جانے کی ہمت نہ کر سکے۔ کرتے بھی کیسے جبکہ انہوں نے آفس کے باہر فرزانہ کی گاڑی

دیکھ لی تھی۔

فرزانہ۔

جو ان بگڑے ہوئے حالات کی جڑ تھی۔

بنیاد تھی۔

جس نے شیخ ریاض الدین کے ہنستے کھیلتے گھر میں زہر کے بیج بو دیئے تھے۔ وہی فرزانہ اس وقت منصور کے آفس میں موجود تھی۔

ریاض الدین کو ایک بار پھر اپنے وقار کا خیال آ گیا۔ وہ فرزانہ کی موجودگی میں منصور کے سامنے جانے کی ہمت نہ کر سکے اور واپس لوٹ آئے۔

تمام راستے وہ منصور کے کردار کے بارے میں سوچتے رہتے۔ طرح طرح کے واہمے ان کے ذہن میں جنم لیتے رہے۔ قسم قسم کے سوالات انہیں پریشان کرتے رہے۔ ان کے اعتماد کو جو انہوں نے منصور سے وابستہ کر رکھا تھا۔ شدید ٹھیس پہنچی۔ ان کا تجربہ جس پر انہیں ایک جج کی حیثیت سے بڑا ناز تھا۔ آج ناکام ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے سوچ رہے تھے۔

فرزانہ کے اس خط کے بارے میں جو اس نے تحریر کیا تھا۔

منصور کے بارے میں جو اپنی پوزیشن کی وضاحت کئے بغیر خاموشی سے ان کا گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

اپنے اس تجربے کے بارے میں جس نے ایک طویل عرصے تک انہیں جج کی کرسی پر بٹھائے رکھا تھا۔

اپنے اس اعتماد کے بارے میں جس نے آج تک انہیں کوئی دھوکہ نہیں دیا تھا۔

وہ سوچ رہے تھے۔

کیا فرزانہ کا خط حقیقت پر مبنی ہے۔

کیا منصور کا کردار ریت کے اس ٹیلے کی طرح تھا جس کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔

کوئی منزل نہیں ہوتی۔

کوئی استحکام نہیں ہوتا۔

آج کہیں۔

کل کہیں۔

اور یہ سوچتے ہوئے جب وہ گھر پہنچے تو کرنل احسان آمنہ خاتون کے پاس موجود

تھے۔ ریاض الدین نے مصلحتاً انہیں بیوی کی حالت کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ اچانک دیکھا تو انہیں تعجب ہوا کہ انہیں کس نے اطلاع دے دی۔ وہ اپنے گھریلو حالات کی اطلاع کسی کو نہیں دینا چاہتے تھے۔ خاص طور پر کرنل احسان کو۔ کیونکہ وہ فرزانہ کے باپ تھے۔

کچھ سوچ کر انہوں نے حنا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تو حنا نے اپنی صفائی میں گردن جھکا لی۔

ریاض الدین کو رسماً کرنل احسان سے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا پڑا۔ کرنل احسان کو انہوں نے یہی بتایا کہ آمنہ خاتون کی حالت آج صبح ہی سے خراب ہوئی ہے۔

کرنل احسان کی اپنی تشخیص بھی دوسرے ڈاکٹر سے مختلف نہیں تھی۔ انہوں نے بھی آمنہ خاتون کی موجودہ حالت کو خطرناک بتایا تھا۔ ان کی ذاتی رائے بھی یہی تھی کہ مریضہ کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے جس کا اثر براہ راست دل پر پڑا ہے۔ شیخ ریاض الدین دل مسوس کر رہ گئے۔ کہنے کو بہت کچھ تھا لیکن وہ مہر بہ لب بنے بیٹھے رہے۔

کرنل احسان چلے گئے تو وہ اٹھ کر دوبارہ بیوی کے کمرے میں آ گئے جو آنکھیں بند کئے پڑی تھیں۔ حنا کو آرام کرنے کے بہانے ہٹا کر مضمحل انداز میں بیوی کے قریب بیٹھ گئے۔

کچھ دیر تک نمناک نظروں سے بیوی کی کیفیت کا اندازہ لگاتے رہے۔ پھر دل پر قابو پا کر آہستہ سے آواز دی۔

"آمنہ!"

آمنہ خاتون نقاہت کے عالم میں آنکھیں بند کئے پڑی تھیں۔ شوہر کی آواز کانوں میں آئی تو آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ گردن آہستگی سے گھما کر شوہر کی طرف دیکھا۔

ریاض الدین نے بیوی کی آنکھوں میں حسرت و یاس کی جھلک دیکھی تو ان کا دل تڑپ اٹھا لیکن خود کو سنبھالتے ہوئے بولے۔

"آمنہ دل چھوٹا نہ کرو۔ خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

آمنہ خاتون نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

"اب تو سوائے خدا کے اور کوئی آسرا بھی نہیں ہے۔"

"خدا کا آسرا ہی انسان کے لئے سب سے بڑا سہارا ہے آمنہ!" ریاض الدین نے جلدی سے کہا۔ "تم اپنی حالت سنبھالنے کی کوشش کرو، ہمیں اس کی رحمتوں سے ناامید

نہیں ہونا چاہئے۔"

"میں اس کی رحمتوں سے کبھی منکر نہیں ہوں لیکن دل کو کس طرح سمجھاؤں۔ یوں لگتا ہے جیسے اب میں اپنی زندگی میں حنا کے مہندی رچے ہاتھ نہ دیکھ سکوں گی۔"

آمنہ خاتون کے جملے میں غموں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ ریاض الدین ضبط نہ کر سکے۔ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

"خدا کے لئے آمنہ! ایسی باتیں مت کرو۔ کرنل احسان کہہ رہے تھے کہ تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔ حنا کی شادی ہم بڑی دھوم دھام سے کریں گے اور اللہ نے چاہا تو تم اپنے ہاتھوں سے اس کے ہاتھوں میں مہندی رچاؤ گی۔ اس کی مانگ میں افشاں بھرو گی۔ اتنی جلدی مایوس کیوں ہوتی ہو۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" آمنہ خاتون نے آہ بھر کر کہا۔ "شاید میں ابھی تک اسی ارمان کے سہارے زندہ ہوں کہ حنا کو دلہن بنے دیکھ لوں لیکن نہ جانے کیوں کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ........."

"آمنہ!" ریاض الدین بیوی کا کانپتا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولے۔ "تمہیں میری خوشیوں اور میری زندگی کی قسم کہ ایسی باتیں مت سوچا کرو اور پھر تمہیں ابھی حنا کے لئے زندہ رہنا ہے۔ اسے اگر تمہاری باتوں کا علم ہو گیا تو وہ رو رو کر اپنی جان ہلکان کر لے گی۔"

"حنا کہاں چلی گئی؟" آمنہ خاتون نے نظر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اسے آرام کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔ صبح سے تمہارے پاس ہی تو تھی۔"

آمنہ خاتون تھوڑی دیر خاموش رہیں۔ پھر شوہر کے چہرے کو گھورتے ہوئے اداس لہجے میں بولیں۔

"خدا جانے منصور کو بھی میری بیماری کی اطلاع ملی یا نہیں۔"

شیخ ریاض الدین اندر ہی اندر دل مسوس کر رہ گئے۔ منصور کے سلسلے میں وہ بیوی کو یہ نہیں بتانا چاہتے تھے کہ آج وہ فرزانہ کے ساتھ "عندلیب" کے آفس میں موجود تھے۔ اس طرح آمنہ خاتون کو مزید صدمہ پہنچنے کا امکان تھا۔ چنانچہ انہوں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔

"میں آج منصور کے پاس گیا تھا۔"

آمنہ خاتون کی نظروں میں امید کی کرن ابھر آئی۔

"اچھے تو ہیں منصور میاں۔" انہوں نے لرزتی ہوئی آواز سے پوچھا۔

"منصور احمد نگر سے دو روز کے لئے کہیں باہر کام سے گئے ہوئے ہیں۔" ریاض الدین نے دیدہ دانستہ جھوٹ بولا۔ "جس روز وہ واپس آ گیا میں اسے دوبارہ پکڑ کر لے آؤں گا۔"

آمنہ خاتون نے منہ سے تو کچھ نہ کہا۔ شوہر کے چہرے کو یوں دیکھتی رہیں جیسے ان کے جملے کی صداقت پر غور کر رہی ہوں۔

"خدا کے لئے آمنہ اپنی حالت کو سنبھالو' کچھ مت سوچو' سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ریاض الدین نے بیوی کو تسلی دینے کی خاطر کہا۔

آمنہ خاتون کا دل تھا کہ اُمڈا چلا آ رہا تھا۔ آنسو بہہ نکلنے کے لئے پلکوں پر مچلنے لگے تو انہوں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کیفیت میں بھی ان کو شوہر کی پریشانی کا خیال ملحوظ خاطر تھا۔

ریاض الدین نے کرسی کھینچ کر پلنگ کے قریب کی۔ پھر آہستہ آہستہ بیوی کا سر دبانے لگے۔

☆======☆======☆

منصور نے کرنل احسان کی زبانی آمنہ خاتون کی بیماری کا حال سنا تو تڑپ اٹھے۔ اگر معاملہ صرف حنا کا ہوتا تو وہ اپنے سینے پر پتھر کی سل رکھ کر جبر کر لیتے لیکن آمنہ خاتون نے انہیں ماں کا پیار دیا تھا۔ جتنے روز وہ ریاض الدین کے ہاں رہے آمنہ خاتون کا رویہ ان کے ساتھ بالکل ماں جیسا تھا۔

اکثر وہ منصور کی غلطی ہونے کے باوجود اس کے مقابلے میں حنا کو جھڑک دیا کرتی تھیں' خفا ہو جاتی تھیں لیکن منصور کی دل شکنی انہیں کسی صورت منظور نہیں تھی۔ وہ ہر ہر طرح سے اس کا یوں خیال رکھتیں جیسے وہ ان کے اپنے پیٹ کی اولاد ہو۔ ان کا اپنا خون جگر۔

اور آج۔

آج جب کرنل احسان نے اسے فون پر یہ اطلاع دی کہ آمنہ خاتون کی حالت خطرناک ہے تو وہ بے چین ہو کر رہ گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کا دماغ گھوم گیا۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیل گیا۔ کرنل احسان سے گفتگو ختم کر کے وہ تھکے ہوئے انداز میں کرسی

کی پشت سے ٹک گیا اس کا ذہن الجھ رہا تھا اور پھر ذہن کی یہ کیفیت اسے ماضی میں کھینچ لے گئی۔

ماضی۔

جس کی تلخ یادیں اب بھی اس کے ذہن میں موجود تھیں۔

محفوظ تھیں۔

اس کی نظروں کے سامنے وہ روح فرسا منظر گھوم گیا جب اس کی اپنی ماں بسترِ مرگ پر پڑی موت اور زندگی کی کشمکش سے نبرد آزما تھی۔ کئی دنوں تک وہ ماں کی پٹی سے لگا بیٹھا معصوم معصوم نگاہوں سے ان کے چہرے پر موت کے سایوں کو لہراتے دیکھتا رہا۔

اور پھر.........

پھر ایک دن اس کی ماں اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روٹھ گئی تھی۔

وہ بلک بلک کر رو دیا۔

تڑپ تڑپ کر مچلا تھا۔

دھاڑیں مار مار کر اس نے ماں کو آوازیں دی تھیں۔

چیخ چیخ کر پکارا تھا۔

لیکن سب بے سود تھا۔

اس کی ماں مر چکی تھی۔

وہ ماں کی ممتا بھری آغوش سے محروم ہو گیا۔

ماں کی آغوش۔

جس میں چھپ کر انسان دنیا جہان کا دکھ درد بھول جاتا ہے۔

وہ آغوش اس سے چھن گئی تھی۔

ماں کہنے کے لئے اس کے ہونٹ ہلتے تو اپنے ہونٹوں کو سختی سے بھینچ لیتا۔ اس کا معصوم دل تڑپ اٹھتا۔

پھر وقت کے مرہم نے اس کے دل کے زخموں کو بھر دیا۔ اس کی آنکھوں سے چھلکنے والے آنسو رفتہ رفتہ خشک ہوتے چلے گئے اور اس طرح زندگی کے متعدد سال بیت گئے۔

ماں کی محبت اس کے لاشعور میں سو کر رہ گئی لیکن جب وہ آمنہ خاتون سے ملا تو اسے ایک بار پھر ماں کی ممتا کی مٹھاس یاد آ گئی۔

وہ چاشنی جس سے وہ محروم ہو گیا تھا' آمنہ خاتون کی صورت میں اسے دوبارہ ملی تو وہ

اپنی خوشی پر نازاں ہو گیا۔ ایک بار پھر کاتب تقدیر نے اس کی چھینی ہوئی خوشیاں دوبارہ اس کی جھولی میں بھر دیں۔

آمنہ خاتون کی شکل میں۔

جنہوں نے اس کو ماں کی محبت دی تھی۔

حنا کے روپ میں۔

جو اس کی منزل تھی' اس کے خوابوں کی تعبیر تھی۔

ریاض الدین کی صورت میں۔

جن کی شفقت اس کے ساتھ ہمیشہ پدرانہ رہی۔

لیکن.........

آج آمنہ خاتون کی بیماری کی اطلاع پا کر پھر اس کا زخم تازہ ہو گیا۔

لاشعور میں سوئی ہوئی تلخ یادیں کروٹ لے کر بیدار ہو گئیں۔

وہ بہت دیر تک خاموش بیٹھے سوچتے رہے کہ انہیں اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر ریاض الدین نے اس سے کوئی شکایت کی تو وہ کیا جواب دیں گے۔

آمنہ خاتون نے چپ چاپ چلے جانے کا سبب دریافت کیا تو وہ کیا بہانہ تراشیں گے۔

اور حنا.........

اگر اس نے انہیں دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیا تو.........؟

منصور کافی دیر تک سوچوں میں گم رہے پھر انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ وہ آمنہ خاتون کی طبیعت پوچھنے کی غرض سے ضرور جائیں گے۔ خواہ حالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ انہیں آمنہ خاتون سے ویسا ہی لگاؤ تھا جیسا ماں سے ہوتا ہے۔ پھر بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے وقار اور اپنی خودداری کی خاطر ایک ماں کی ممتا سے منہ پھیر لیتے۔

پھر انہیں یہ خطرہ بھی لاحق تھا کہ اگر خدانخواستہ آمنہ خاتون کی آنکھ بند ہو گئی تو حنا انہیں ماں کی موت کے لئے موردِ الزام ٹھہرائے گی۔ ریاض الدین کی نظروں میں جو مقام حاصل کیا تھا وہ مٹ جائے گا اور پھر خود ان کا ضمیر بھی انہیں ہمیشہ ملامت کرتا رہے گا۔

یہی سوچ کر وہ اٹھے' کشاں کشاں "عندلیب" کے دفتر سے باہر آئے اور گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

پھاٹک پر آیا سے مڈبھیڑ ہو گئی تو انہوں نے پوچھا۔

"خالہ جان کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

آپا نے منصور کو دیکھا تو آنکھیں بھر کر بولی۔

"منصور میاں! ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ حالت نازک ہے۔ اللہ رحم کرے۔"

"اور سب لوگ کیسے ہیں؟" منصور نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"بڑے صاحب کی حالت بھی دیکھی نہیں جاتی' چھپ چھپ کر بیگم صاحبہ کے غم میں آنسو بہاتے رہتے ہیں۔"

منصور نے کچھ رک کر پوچھا۔

"حنا کی طبیعت کیسی ہے؟"

آپا ایک طویل سانس لے کر بولی۔

"چھوٹی بی بی کی حالت تو سب سے زیادہ قابلِ رحم ہے۔ ماں کی بیماری کے صدمے نے انہیں اپنا غم بھلا دیا ہے۔"

"انہیں کیا غم لاحق ہے؟" منصور نے سوالیہ نظروں سے آپا کی طرف دیکھا پھر نہ جانے کیا سوچ کر اپنی نظریں جھکا لیں۔

آپا نے دبی زبان میں کہا۔

"منصور میاں! آپ کے اچانک چلے جانے سے سب ہی اداس ہیں۔ بیگم صاحبہ کے سارے ارمان جیسے دل ہی دل میں گھٹ رہے ہیں۔"

منصور نے آپا سے کچھ نہ کہا۔ سر جھکائے بوجھل بوجھل قدموں سے آگے بڑھ گئے۔ آج چار روز بعد وہ یہاں آئے تھے لیکن ایسا لگ رہا تھا ایک طویل مدت گزر گئی ہو۔ یہ چار روز ان کے لئے چار صدیوں سے کم نہیں تھے۔

دیارِ محبوب کی ایک ایک چیز انہیں اجنبی لگ رہی تھی۔

اجاڑ اجاڑ سی۔

ہر طرف ویرانی برس رہی تھی۔

غم انگیز ویرانی اور اداسی۔

جیسے............

آمنہ خاتون کے غم میں در و دیوار بھی شریک ہو گئے ہوں۔

منصور دھڑکتے ہوئے دل سے آمنہ خاتون کے کمرے کے سامنے جا کر رک گئے۔ نظریں اٹھا کر دیکھا تو ان کا دل کانپ کر رہ گیا۔

آمنہ خاتون بستر پر آنکھیں بند کئے لیٹی تھیں۔ ان کے چہرے پر حسرت و یاس کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ تین روز کی بیماری نے انہیں کس قدر نحیف و لاغر کر دیا تھا۔ جیسے خون کی ایک ایک بوند ختم ہو گئی ہو۔ بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ سی نظر آ رہی تھیں۔

چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔

آنکھوں کے پپوٹے پھڑک رہے تھے۔

تنفس کی رفتار جیسے رک جانے کے لئے کوشاں تھی۔

ماں کے قریب کرسی پر اسے حنا بیٹھی نظر آئی جو کہنی کرسی پر جمائے ہتھیلی پر سر رکھے ماں کو ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہی تھی۔

کس قدر اداسی برس رہی تھی اس کے چہرے سے۔ چہرے کی رونق تو جیسے ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ آنکھوں کے گرد چھوٹے چھوٹے سے حلقے نظر آ رہے تھے۔ بال پریشان تھے اور آنکھیں جیسے کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ گوشت پوست کا نہیں بلکہ پتھر کا کوئی بت تھی جس کی نظریں ماں کے خاموش چہرے پر جم کر رہ گئی تھیں۔

منصور کا دل تڑپ اٹھا۔ وہ بے چین ہو گئے' دل نے کہا۔

سنگدل یہ سب کچھ تیری ہی بدولت ہوا ہے۔

تُو خطاوار ہے۔

گناہ گار ہے۔

اپنی خودداری کی لاج رکھنے کے لئے تُو نے ایک ماں کے دل کو ٹھیس پہنچائی ہے۔

ایک ممتا بھرے دل کو روند ڈالا۔

ماں کی آرزوؤں کو کچل ڈالا۔

اسے موت کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔

اور............

حنا کے چہرے کی یہ اداسی' یہ ویرانی بھی تیری ہی بدولت ہے۔

اس کے چہرے کی رونق محض تیری ہی وجہ سے اداسی میں بدل گئی ہے۔

تُو ظالم ہے۔

اپنے وقار کی خاطر............ اپنی شخصیت کی سربلندی کی خاطر تُو نے ایک ماں کی تمناؤں کو گھٹ گھٹ کر مر جانے پر مجبور کر دیا۔

موت تو صرف ایک بار آتی ہے۔

لیکن وہ موت کتنی اذیت ناک ہوتی ہے جو قدم قدم پر آتی ہو۔

اور حنا کی طرف دیکھ۔

ظالم‘ خطاوار۔

کیا یہی تیری وہ محبوبہ ہے جس کو پالینے کی آرزو کو تُو نے اپنے ساتھ ساتھ پال پوس کر جوان کیا تھا۔

جسے تُو اپنے خوابوں کی حسین تعبیر سمجھتا تھا۔

اپنی بے چین خواہشات کی تکمیل کہتا تھا۔

جو تیری منزل تھی۔

نادان کیا سوچ رہا ہے‘ اب بھی وقت ہے۔ آگے بڑھ اور آمنہ خاتون کو موت کے منہ سے باہر کھینچ لے۔ حنا کے قدموں پر سر رکھ کر معافی مانگ۔ اس سے کہہ دے کہ جو کچھ اس نے دیکھا ہے وہ غلط ہے۔

جو محسوس کیا ہے وہ فریب ہے‘ دھوکہ ہے۔

اور اگر اب بھی تُو نے اپنی خودداری اور اپنے وقار کا دامن تھامے رکھا تو پھر یہ موقع ہاتھ سے نکل جائے گا۔

سنگدل!

تُو نے ایک عورت کی نفرت اور اس کے فریب کا انتقام دوسری عورت سے لیا ہے۔ جو وفا کی پتلی ہے جس کی اداس اداس آنکھوں میں آج بھی تیری یاد کی پرچھائیاں لرز رہی ہیں جس کے خشک ہونٹوں سے نکلتی ہوئی آہیں تیری بے وفائی کی مرہون منت ہیں۔

منصور ساکت کھڑے دل کی آواز کو سنتے رہے پھر وہ مجرموں کی طرح دبے قدموں چلتے ہوئے حنا کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے اور کانپتی ہوئی آواز میں اسے آہستہ سے پکارا۔ ”حنا!“

حنا کو جیسے اپنی سماعت پر دھوکہ سا محسوس ہوا۔ اس نے چونک کر منصور کو دیکھا اور یوں دیکھتی رہی جیسے جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔ اسے اپنی نظروں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ منصور کی موجودگی اس کے تصورات کا ایک مبہم سا خاکہ بن کر اس کے سامنے آ گئی ہے۔

وہ منصور کو دیکھتی رہی۔

ٹکٹکی باندھے گھورتی رہی۔

اداس اداس ویران ویران نظروں سے جن میں دنیا جہاں کا غم سمٹ آیا تھا۔

”حنا!“

منصور نے دوبارہ اسے مخاطب کیا تو وہ چونک اٹھی۔ خواب کا طلسم ٹوٹا تو وہ یکلخت جیسے ہوش میں آ گئی۔ آنکھوں میں چھلکنے والی ویرانی نفرت میں بدل گئی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی پھر یوں منصور کی نظروں کے نیچے سے گزر گئی جیسے وہ منصور کے لئے سچ مچ کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔

خواب۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔

خواب۔ جو پریشانیوں کی پیداوار کے سوا کچھ بھی نہیں۔

حنا کے اٹھ کر یوں چلے جانے سے منصور کے دل کو شدید دھچکہ لگا۔ وہ تڑپ اٹھے‘ بے چین ہو گئے۔ سوچا جا کر حنا کے قدموں میں سر رکھ کر اسے منالیں اسے باور کرا دیں کہ اسی کی عزت کی خاطر انہوں نے اپنے دل پر جبر کر کے حالات سے کنارہ کشی کر لی تھی لیکن ہمت نہ پڑی۔ دل تھام کر رہ گئے۔

کسی تھکے ہارے انسان کی طرح آہستہ سے کرسی پر بیٹھ گئے جس پر حنا بیٹھی تھی اور آمنہ خاتون کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگے۔

نہ جانے کتنی دیر وہ یوں ہی چپ چاپ بیٹھے اپنی سوچوں میں گم رہے تب آمنہ خاتون نے کراہ کر کروٹ بدلی تھی۔ منصور کانپتے لرزتے ہاتھ بڑھا کر ان کے الجھے الجھے بالوں کو سلجھانے لگے۔ ان کی آنکھیں نمناک ہو رہی تھیں۔

”حنا!“ آمنہ خاتون کے سوکھے ہونٹوں پر جنبش ہوئی۔ ”کچھ دیر تم بھی جا کر آرام کر لو۔“

منصور خاموشی سے بیٹھے ان کا سر دباتے رہے۔ آمنہ خاتون نے تھوڑے توقف کے بعد دوبارہ کہا۔

”میرا غم مت کرو حنا! میں تمہارے لئے ہمیشہ زندہ رہوں گی۔“

”خالہ جان!“ منصور نے رندھی آواز میں کہا تو آمنہ خاتون نے آنکھیں کھول دیں۔

کچھ دیر تک منصور کو دیکھتی رہیں پھر کہا۔

”تم آ گئے منصور میاں!“ کتنا درد تھا ان کی آواز میں۔ کتنے شکوے تھے جنہیں

محسوس کر کے منصور تڑپ اٹھے تھے۔

"خالہ جان!" وہ لرزتی آواز میں بولے۔ "میں خطاوار ہوں آپ کا' مجھے معاف کر دیجئے۔"

"تم بہت اچھے ہو منصور میاں! مجھے یقین تھا کہ تم مجھے دیکھنے ضرور آؤ گے۔" آمنہ خاتون نحیف آواز میں بولیں۔

"میں آپ کا مجرم ہوں۔ مجھے معاف کر دیجئے۔" منصور نے دوبارہ کہا تو آمنہ خاتون کی نگاہوں کے خشک کٹورے بھی بھر آئے۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولیں۔

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔ انسان سوچتا کچھ ہے لیکن ہوتا کچھ ہے۔"

"وہ سب کچھ جھوٹ ہے خالہ جان!" منصور کے جذبات ابل پڑے۔ "میں واقعات اور حالات پر روشنی نہیں ڈال سکتا لیکن خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ سب فریب ہے' دھوکہ ہے' میں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جس کی وجہ سے مجھے شرمندہ ہونا پڑے۔"

"پھر........ تم چلے کیوں گئے تھے؟" آمنہ خاتون نے پوچھا۔

"میں اپنی وجہ سے کسی کی بدنامی برداشت نہیں کر سکتا۔ پھر اس میں میری خودداری اور میرے وقار کو بھی ٹھیس لگنے کا خطرہ تھا۔" منصور نظر جھکا کر بولے۔

"میرا دل بھی یہی گواہی دیتا ہے کہ تم بے قصور ہو۔"

آمنہ خاتون کی آواز میں منصور کو ماں کی ممتا کی جھلک نظر آئی تو وہ بے چین ہو کر رہ گئے۔ پھر اپنا سر آمنہ خاتون کے بستر پر رکھ کر آنسو بہانے لگے۔

"بری بات ہے منصور میاں!" آمنہ خاتون اپنا غم بھول کر منصور کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی بولیں۔ "مرد ہو کر رو رہے ہو۔"

منصور نے جیسے آمنہ خاتون کی بات سنی ان سنی کر دی۔ وہ اس غم کو اپنی آنکھوں سے بہا دینا چاہتے تھے جس نے ان چار دنوں میں انہیں ایک پل بھی آرام نہ لینے دیا تھا اور پھر آمنہ خاتون کے قرب سے ان کو کچھ عجیب سا سکون مل رہا تھا' قلبی سکون۔

اور آمنہ خاتون کی آنکھوں میں دوبارہ زندگی کی رمق آگئی۔ منصور کے آجانے سے ان کی بے چینی کو قرار آگیا تھا۔ وہ پیار بھرے انداز میں اس کا سر سہلاتی رہیں اسے چپ ہو جانے کی تلقین کرتی رہیں۔ انہیں منصور کی باتوں کا یقین آگیا تھا کہ وہ بے قصور ہیں۔ ان کے دل نے ایک بار پہلے بھی یہی گواہی دی تھی۔

کافی دیر تک منصور یوں ہی بے سدھ سے بستر پر رکھے آنسو بہاتے رہے پھر آمنہ خاتون نے کہا۔

"منصور میاں! چپ ہو جاؤ ورنہ میرے دل کو تکلیف ہو گی۔"

اور منصور نے سر اٹھا کر آمنہ خاتون کے چہرے پر ممتا کی چمک دیکھی تو جلدی سے اپنے آنسو خشک کر لئے۔

"اتنے دنوں تک کہاں رہے تم؟" آمنہ خاتون نے پوچھا تو منصور نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"کاموں میں الجھا ہوا تھا۔"

"میری بیماری کی اطلاع تمہیں کیسے ملی؟"

"کرنل احسان سے' آج انہوں نے مجھے فون پر بتایا تھا۔"

"اگر وہ نہ بتاتے تو شاید تم نہ آتے' کیوں؟"

"خالہ جان!" منصور جلدی سے بولے۔ "مجھے زیادہ شرمندہ نہ کریں۔"

"اپنوں سے یوں ناراض نہیں ہوا کرتے۔" آمنہ خاتون نحیف آواز میں بولیں۔

"اور پھر میں نے تو تم کو حنا سے کبھی کم نہیں سمجھا۔"

"میں آپ کی اس محبت کا شکر گزار ہوں۔"

"کیسی بات کرتے ہو۔ محبت کوئی جنس تو نہیں جس کو خریدا جا سکے۔"

منصور نے نظر اٹھا کر آمنہ خاتون کو دیکھا پھر یہ محسوس کر کے کہ ان باتوں سے ان کے دل کو مزید صدمہ پہنچنے کا خدشہ ہے گفتگو کا رخ بدل کر بولے۔

"اب آپ جلدی سے اچھی ہو جایئے۔"

"تم کہتے ہو تو اچھی ہو جاؤں گی۔" آمنہ خاتون پیار سے بولیں۔

"دوا وغیرہ تو پی رہی ہیں آپ؟"

"ہاں' حنا زبردستی پلا دیتی ہے تو پی لیتی ہوں۔" آمنہ خاتون نے کہا پھر کچھ سوچ کر پوچھا۔

"یہ حنا کہاں چلی گئی؟"

"شاید اپنے کمرے میں ہیں۔" منصور دبی زبان میں بولے۔

"تم کب آئے؟"

"ایک گھنٹہ ہو گیا۔ اس وقت آپ غنودگی کے عالم میں تھیں۔"

"کیا حنا میرے پاس نہیں تھی؟"

"جب میں آیا تھا تو وہ یہیں تھیں۔" منصور نے کہا لیکن یہ نہ بتا سکے کہ وہ اسی کی وجہ سے وہاں سے چلی گئی ہے۔

آمنہ خاتون نے فوراً ہی کوئی بات نہ پوچھی۔ کچھ دیر تک خالی خالی نظروں سے منصور کو دیکھتی رہیں پھر کچھ سوچ کر کہا۔

"عندلیب کیسا چل رہا ہے؟"

"آپ کی دعاؤں سے بے حد کامیابی ہوئی ہے۔"

"دوسرا پرچہ کب تک آ رہا ہے بازار میں؟"

"دو تین روز میں آ جائے گا۔" منصور بولے۔

"حنا سے کچھ بات ہوئی تھی تمہاری؟" آمنہ خاتون نے اچانک یہ سوال کیا تو منصور پہلو بدل کر رہ گئے۔

حنا کی بے رخی بلاوجہ نہیں تھی۔ وہ منصور کو قصوروار سمجھنے میں حق بجانب تھی۔ پھر بھی منصور کو اس حد تک امید نہیں تھی کہ حنا اسے دیکھ کر یوں نفرت سے منہ پھیر لے گی۔ کوئی بات کئے بغیر چلی جائے گی۔

آمنہ خاتون منصور کی کیفیت دیکھ رہی تھیں۔ جواب نہ پا کر پوچھا۔ "کیا بات ہے منصور میاں! تم نے کوئی جواب نہیں دیا؟"

منصور نے ڈبڈبائی نظروں سے آمنہ خاتون کو دیکھا کچھ کہنا چاہا لیکن زبان نے ساتھ نہ دیا۔ دل اندر ہی اندر مسوس کر رہ گیا۔

"اسے بھی شاید تمہارے اچانک چلے جانے پر صدمہ ہو گا۔" آمنہ خاتون نے خود ہی کہا۔ "بڑی حساس طبیعت کی لڑکی ہے۔"

منصور نے اس بار بھی کوئی جواب نہ دیا تو آمنہ خاتون نے پوچھا۔

"کیا سوچ رہے ہو منصور میاں!"

"کچھ نہیں۔" منصور جلدی سے بات بنا کر بولے۔ "آپ کی بیماری کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اپنی غلطیوں پر شرمسار ہوں۔"

"صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔" آمنہ خاتون نے کہا۔

"جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔"

"اس کا تدارک تو تب ہی ہو سکتا ہے کہ آپ جلدی سے اچھی ہو جائیے۔"

"تاکہ تم دوبارہ بھاگ سکو۔ کیوں؟" آمنہ خاتون کے مرجھائے ہوئے ہونٹوں پر ایک دلآویز مسکراہٹ ابھر آئی۔

منصور نے شرمندگی کے اظہار کے طور پر دوبارہ گردن جھکا لی۔

"حنا سے کچھ بات ہوئی تھی تمہاری۔"

"جی نہیں۔" منصور نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا۔

"اس نے کوئی الٹی سیدھی بات تو تمہیں نہیں کہہ دی۔" آمنہ خاتون نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ "میری بیماری نے اسے چڑچڑا بنا دیا ہے۔"

"ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔" منصور دبی زبان سے بولے۔

"میں نہیں مان سکتی۔ ضرور کوئی بات ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"جی نہیں' حنا نے تو مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا۔"

"پھر وہ چلی کیوں گئی؟"

منصور بھلا کیا جواب دے سکتے تھے' خاموش بیٹھے رہے۔

"جاؤ' ذرا اسے جا کر بلا لاؤ۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا بات ہے؟"

منصور نے آمنہ خاتون کو ٹالنا چاہا۔ وہ جانتے تھے کہ حنا ان سے ناراض ہے۔ ان کے کہنے سے کبھی نہ آئے گی۔ یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں وہ دوبارہ ان سے نہ الجھ پڑے۔ حالات نے منصور کی پوزیشن کو جس انداز میں حنا کی نظروں میں گرا دیا تھا وہ دوبارہ اتنی آسانی سے نہیں سنبھل سکتی تھی۔

ایک بار انہوں نے آمنہ خاتون کی کہی ان سنی کر دی مگر جب دوسری بار انہوں نے اصرار کیا تو منصور انکار نہ کر سکے۔ بادلِ نخواستہ اٹھ گئے۔

☆======☆======☆

حنا منصور کو اچانک دیکھ کر سکتے میں رہ گئی۔ پہلے وہ اسے اپنی نگاہوں کا وہم سمجھی تھی لیکن منصور کے دوبارہ مخاطب کرنے پر وہ چونکی اور پھر اس کا دل تڑپ کر رہ گیا۔ ایک لمحے کے لئے اس کا دل چاہا کہ دوڑ کر منصور کے سینے سے لپٹ جائے لیکن پھر اسے خیال آ گیا کہ منصور اسے نہیں بلکہ فرزانہ کو چاہتے ہیں جس کے خط نے انہیں بے چین کر دیا تھا۔

اس کے علاوہ اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ منصور کے اچانک چلے جانے کی وجہ سے اس کی ماں کی حالت بھی خراب ہو گئی ہے اور یہ سوچ کر اس کی نفرت کا جذبہ بھڑک اٹھا۔ وہ منصور کو گھورتی اس کے سامنے سے چلی آئی تھی اور اب اپنے کمرے میں بیٹھی بڑی

سنجیدگی سے سوچ رہی تھی۔
منصور دوبارہ کیوں آ گئے۔
نہ آتے تو اچھا تھا۔
اس میں بھی شاید ان کی کوئی چال ہو گی۔
ورنہ انہیں آنے کی کیا ضرورت تھی۔
اس کا ذہن اس بات کو مان لینے پر تیار نہ ہو سکا کہ ایک ہی شہر میں ہوتے ہوئے انہیں آمنہ خاتون کی بیماری کا علم نہ ہو سکا ہو۔
انہیں ضرور حالات کا علم ہو گا لیکن وہ جان بوجھ کر دور دور رہے۔
شاید فرزانہ نے انہیں منع کر دیا ہو گا۔
پھر۔
آج وہ اچانک کیسے پلٹ آئے۔
کیوں؟
کس لئے؟
حنا سوچتی رہی پھر معاً اسے خیال گزرا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ منصور محض دنیا کے دکھاوے کے لئے چلے آئے ہیں۔ محض ماں کی طبیعت پوچھنے کی خاطر .... رسماً۔
اور اگر ان کا مقصد صرف یہی تھا تو پھر انہیں مجھ کو مخاطب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیوں آواز دی تھی مجھے۔
کیا وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں ان کے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں یا نہیں۔
کیا وہ میرے صبر کی آزمائش کرنا چاہتے ہیں۔
صبر کی انتہا دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔
یا .... یہ بھی ان کی کوئی ادا ہے۔
پھر حنا خود اپنے اوپر جھلا گئی۔ اس نے خود سے سوال کیا۔
آخر مجھے وہاں سے اٹھ کر چلے آنے کی کیا ضرورت تھی۔
کیا میں منصور کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔
انہوں نے مجھے پکارا تھا تو پکارتے رہتے۔
آواز دی تھی .... دیتے رہتے۔
میں اپنی خاموشی سے بھی اپنی نفرت کا اظہار کر سکتی تھی۔

منصور کو یہ باور کرا سکتی تھی کہ عورت بیک وقت ماں بھی ہے۔ بہن بھی ہے .... محبوبہ بھی ہے اور .... ناگن بھی۔
میں اپنے رویے سے منصور کو بتا سکتی تھی کہ عورت کی وفا اور اس کے دل کی گہرائی کو ناپنے کے لئے ابھی تک ایسا آلہ ایجاد نہیں ہوا جو اس کی پیمائش کر سکے۔
بڑی دیر تک وہ اپنے آپ سے الجھتی رہی پھر اچانک نہ جانے کیوں اسے محسن جمالی کا خیال آ گیا۔
محسن جمالی۔
جس کے افسانوں سے اسے پیار تھا۔
جس کی شخصیت دیکھے بغیر اس کے ذہن پر چھا گئی تھی۔
جو اپنی تحریروں کی وجہ سے دبے قدموں اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچ گیا تھا۔
جس نے اس کی سوچوں پر قبضہ جما لیا تھا۔
جس کی ہر تخلیق پڑھ کر وہ یوں بے چین ہو جاتی تھی جیسے وہ کوئی کہانی یا من گھڑت افسانہ نہ ہو بلکہ اس کی اپنی زندگی کی کوئی تلخ حقیقت ہو۔
جیسے محسن جمالی جو کچھ لکھتا ہے صرف اسی کے لئے لکھتا ہے۔
اور یہی کشش تو تھی جس نے اسے محسن جمالی کا گرویدہ بنا دیا تھا۔
اس قدر قریب کہ کبھی کبھی وہ تصور کر کے خود ہی شرما جایا کرتی تھی۔
پھر یہ منصور اچانک کہاں سے آ گئے؟
کیوں آ گئے؟
اور اگر آ بھی گئے تھے تو انہوں نے اس کے ذہن سے محسن جمالی کا خیالی پیکر کیسے نکال پھینکا تھا۔
اس کے تصورات کی دنیا پر کیسے قابض ہوتے چلے گئے۔
اس قدر آہستگی سے دبے قدموں کہ اسے احساس بھی نہ ہو سکا۔
وہ محسن جمالی کو بھول کر منصور کی طرف کھنچنے لگی۔
کسی انجانی کشش کے تحت۔
کسی غیر مرئی قوت کے زیر اثر۔
ایک ایسے معمول کی طرح جو آنکھ بند کئے لاشعوری طور پر عامل کے حکم پر چلتا رہتا

ہے۔

سحرزدہ انسانوں کی طرح۔

لیکن منصور نے تو جیسے اس کے شعور اور لاشعور دونوں پر قبضہ جما لیا تھا اور وہ سب کچھ بھول کر منصور کی طرف کھنچتی چلی گئی تھی۔ ایک بے جان سوئی کی طرح جو مقناطیس کی کشش کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

مگر یہ سب کچھ کیوں ہو گیا' کیسے ہو گیا۔ اس قدر اچانک کہ وہ چونک بھی نہ سکی۔ اتنی خاموشی سے کہ وہ اس تبدیلی کو محسوس بھی نہ کر سکی۔ آنکھ بند کر کے خاموشی سے ایک انجانے راستے پر قدم اٹھا دیئے۔ منزل کی جستجو میں منزل کے نشان سے بے خبر۔ راستے کی دشواریوں سے لاپرواہ اور پھر جب فرزانہ کا وجود اس کے راستے میں حائل ہوا' تو وہ ایک ہی جھٹکے میں لڑکھڑا گئی۔ سنبھلنے کی کوشش کی تو راہبر نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ تنہا رہ گئی اور اسی تنہائی کے احساس نے جیسے اس کی روح کو کچل کر رکھ دیا۔ پھر ماں کی اچانک بیماری نے اس کے غموں پر تازیانے کا کام کیا۔

حنا کا ذہن بری طرح جھلا رہا تھا۔ منصور کے پلٹ آنے کی وجہ سے زندگی کی خواہش اور موت کے بھیانک تصور کے درمیان جو وقتی سمجھوتہ ہو گیا تھا وہ بھی جاتا رہا۔ وہ ایک بار پھر بے چین ہو گئی۔

اپنی بے بسی پر۔

حالات کی ستم ظریفیوں پر۔

لیکن اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ دوبارہ منصور کی طلسمی شخصیت میں الجھ کر اپنے وقار کو دھوکہ نہیں دے گی۔ عورت کی عظمت کو سرنگوں نہیں ہونے دے گی۔ اپنی محبت کا مذاق نہیں بننے دے گی۔ خواہ اس کا انجام کچھ بھی ہو۔

زندگی کی خوشیاں نصیب ہوں یا

موت کی تلخیاں۔

دونوں صورتوں میں وہ ثابت قدم رہے گی۔

دل کو سمجھا کر ایک نئے عزم کے ساتھ وہ ماں کے پاس جانے کے ارادے سے اٹھی تو اس کے قدم دوبارہ لڑکھڑا گئے۔

منصور دروازے کی چوکھٹ سے لگے کھڑے اسے بڑی حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ حنا کو اپنا دل سینے میں ڈوبتا سا محسوس ہوا۔ منصور کی آنکھوں میں ہزاروں ناکام

افسانے تڑپ رہے تھے۔ چہرے پر چھائی ہوئی ویران اداسی بڑی غم انگیز لگ رہی تھی۔

حنا منصور کو تکتی رہی۔ پھر سنبھل کر بولی۔

"آپ نے یہاں تک چلے آنے کی زحمت کیسے گوارا کر لی۔"

منصور نے حنا کے لہجے کی تلخی محسوس کی تو تڑپ کر رہ گئے۔ آہستہ سے پوچھا۔

"کیوں تم کو میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے۔"

"جی نہیں۔" حنا نے طنز بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن میرا خیال ہے کہ آپ غلط راستے پر آ گئے ہیں۔"

"میں راستے بار بار بدل دینے کا عادی نہیں ہوں۔" منصور نے درد بھری آواز میں کہا۔ پھر ہونٹ چبانے لگے۔

"یہ اطلاع میرے لئے پرانی ہو چکی ہے۔"

"میں جانتا ہوں کہ حالات نے تمہیں مجھ سے نفرت کرنے پر اکسا دیا ہے۔" منصور بولے۔

"اور آپ غالباً اب مجھے حالات کی نزاکت کا احساس دلانے کی غرض سے تشریف لائے ہیں۔" حنا تیکھے لہجے میں بولی۔

"نہیں' اس کے لئے میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا کہ میرے سلسلے میں تم اپنی رائے کو بدلنے کی کوشش کرو۔" منصور کے ہونٹوں پر ایک بے جان سے تبسم نے تڑپ کر دم توڑ دیا۔

"پھر کیسے تکلیف کر لی آپ نے؟"

"خالہ جان کی بیماری کی اطلاع سن کر میں یہاں آنے پر مجبور ہو گیا تھا۔"

"مجبور..........." حنا نے زہر خند سے جواب دیا۔ "تعجب ہے کہ آپ مرد ہو کر خود کو مجبور کہہ رہے ہیں۔"

"حنا!" منصور حنا کے جملے کا مفہوم سمجھ کر تڑپ اٹھے۔

"میں نے تو سنا تھا کہ مرد اپنے سینے میں آہنی چٹانوں سے بھی زیادہ مضبوط دل رکھتے ہیں۔" حنا بولی۔ "آنسو بہانا تو عورت کا کام ہے مجبوری اور بے بسی کا تصور آپ کو کیسے آ گیا۔"

"حنا! کیا سچ مچ میں تمہاری نظروں میں اس قدر گر چکا ہوں۔" منصور نے بڑی حسرت بھری آواز میں پوچھا۔

"جی نہیں۔ یہ کس نے کہہ دیا آپ سے۔ میں تو آپ کی احسان مند ہوں منصور کہ آپ نے مجھے تباہی کے غار میں گرنے سے بچا لیا۔ آپ میرے محسن ہیں۔ آپ نے اگر میری بروقت رہنمائی نہ کی ہوتی شاید مجھے تمام زندگی اپنی بے بسی کا ماتم کرنا پڑتا۔ تمام عمر اپنی بدنصیبی پر آنسو بہانا پڑتے۔ میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے برباد ہونے سے بچا لیا۔ پھر بھلا میں آپ سے ناراض کیسے ہو سکتی ہوں۔ میری نظروں میں تو آپ کا مقام بہت بلند ہے۔" حنا اپنے دل کا غبار نکالنے کی خاطر منصور کو جو منہ میں آیا کہتی رہی۔ اس کے زخموں پر نمک چھڑکتی رہی۔ تیر و نشتر برساتی رہی۔

اور منصور یوں گنگ سے کھڑے اسے دیکھتے رہے جیسے مبہوت ہو کر رہ گئے ہوں۔ انہیں اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ حنا اس قدر بے رحم بھی ہو سکتی ہے ان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات کبھی نہ آئی تھی۔

حیرت سے آنکھیں پھاڑے کھڑے حنا کو دیکھتے رہے۔

خاموش خاموش۔

جیسے پتھر کا بت ہوں۔

حنا دل کی بھڑاس نکالتی رہی اپنی ناکامی اور بے بسی کے احساس سے زیادہ ماں کی بیماری کے خیال نے اسے جذباتی بنا دیا تھا۔ وہ جذبات میں بہتی چلی گئی۔

نشیب میں بہنے والی کسی پہاڑی ندی کی طرح۔

سرکش موجوں کے انداز میں۔

بپھرے ہوئے سمندر کی مانند جس کے سینے میں ہزاروں طوفان چھپے ہوتے ہیں۔

منصور خاموشی سے سر جھکائے کھڑے سنتے رہے۔ جب حنا خاموش ہوئی تو زخم خوردہ انسان کی طرح بولے۔

"حنا! اگر تمہارے ترکش میں میرے لئے کچھ اور تیر باقی بچ رہے ہوں تو انہیں بھی چلا ڈالو۔ میں اسی قابل ہوں کہ تم مجھ سے نفرت کرو۔ اتنی شدید نفرت کہ مجھ سے میری بے بسی کا احساس بھی چھن جائے۔"

"بے بسی کا احساس۔" حنا حقارت سے بولی۔ "کیوں آپ ان لفظوں کا مذاق اڑا رہے ہیں منصور!"

"جو جی میں آئے کہہ ڈالو حنا! میں تمہاری کسی بات پر ناراض ہونے یا کچھ کہنے کا حق نہیں سمجھتا ورنہ کہنے کو میرے پاس بھی بہت کچھ ہے۔"

"اتنے بخیل آپ کب سے ہو گئے۔" حنا نے حیرت سے پوچھا۔ انداز میں زہریلا طنز بھی شامل تھا۔

"حالات نے مجھے مہر بہ لب کر رکھا ہے۔ اس لئے میں کچھ نہ کہہ سکوں گا۔" منصور مضمحل انداز میں بولے۔

"کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب حالات سازگار ہو جائیں تو وہ حسرتیں بھی پوری کر ڈالئے گا جو دل میں رہ گئی ہیں۔"

منصور نے نظر بھر کر حنا کو دیکھا۔ ہونٹ کچھ کہنے کے لئے وا ہوئے لیکن پھر انہوں نے ہونٹ سختی سے بھینچ کر سر جھکا لیا۔ کچھ دیر یونہی چپ چاپ اداس اداس سے کھڑے کچھ سوچتے رہے پھر آہستہ سے کہا۔

"خالہ جان نے آپ کو بلانے کا حکم دیا تھا۔"

"آیا اور دوسرے ملازم بھی تو گھر میں موجود ہیں۔ آپ نے خواہ مخواہ امی جان کے حکم پر خود پر جبر کیوں کیا۔" حنا زہر میں بجھے لہجے میں بولی۔

"پہلے تو تم اتنی سنگدل نہیں تھیں۔" منصور نے حنا کو دیکھ کر درد بھری آواز میں پوچھا۔

"حالات کو بدلتے دیر نہیں لگتی اور پھر انسان اور موسم کا بھلا کیا اعتبار .... جب چاہا بدل گئے۔"

منصور اس سے زیادہ برداشت نہ کر سکے۔ حنا کا ایک ایک جملہ نشتر کی طرح ان کے دل کی گہرائیوں میں چبھ رہا تھا۔ آخری جملے پر انہوں نے نظریں اٹھا کر تعجب سے حنا کو دیکھا پھر کچھ کہے بغیر واپس پلٹ گئے۔

☆------☆------☆

حنا کے تلخ لہجے کی خلش منصور کے دل میں تیر و نشتر بن کر چبھ رہی تھی لیکن حالات کے پیشِ نظر وہ انہیں برداشت کر لینے پر مجبور تھے۔ آمنہ خاتون کی بیماری کی وجہ سے وہ بے حد پریشان تھے۔

حنا کے پاس سے واپسی کے بعد وہ جتنی دیر آمنہ خاتون کے پاس رہے ان کا دل روتا رہا لیکن ہونٹ مسکراتے رہے۔ وہ آمنہ خاتون پر اپنی بے بسی کا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے جتنی دیر وہاں رہے ہنستے بولتے رہے پھر رات گئے ہوٹل واپس چلے آئے۔

ریاض الدین نے منصور کو دیکھا تو وہ خوش بھی ہوئے اور رنجیدہ بھی۔ خوش اس لئے کہ آمنہ خاتون کی حالت انہیں سنبھلی سنبھلی نظر آئی اور رنجیدگی کا سبب منصور کا وہ کردار تھا جسے وہ ابھی تک نہیں سمجھ پائے تھے۔

منصور کا خاموشی سے گھر چھوڑ کر چلے جانا پھر فرزانہ سے ملتے رہنے کا سبب وہ ابھی تک یہی سمجھتے تھے کہ منصور جان بوجھ کر کوئی بات چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں اور وہ اس بات کو جان لینے کے لئے بے چین تھے۔

حالات کی اس نئی کروٹ نے ہر شخص کو اپنی اپنی جگہ کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ریاض الدین کو منصور کے اطوار کی فکر لاحق تھی۔

حنا کچھ عجیب گومگو کی کیفیت میں مبتلا تھی۔ وہ منصور کے دوبارہ آ جانے سے زیادہ خوش نہ تھی۔ ماں کی بیماری کا خیال ملحوظ خاطر تھا ورنہ شاید وہ منصور کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہ تھی۔

فرزانہ کے خط کو دیکھ لینے کے بعد اس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ وہ منصور کے راستے میں کانٹا نہیں بننا چاہتی تھی۔ وہ منصور کی یاد کو دل سے نکال دینا چاہتی تھی۔ ممکن تھا کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاتی۔ ماں کی بگڑتی ہوئی حالت نے اسے اپنا غم بھلا دیا تھا۔ وقت نے اس کے دل کے زخموں پر مرہم رکھ دیا تھا لیکن منصور نے دوبارہ سامنے آ کر ان زخموں کو کرید کر دوبارہ ہرا کر دیا۔

وہ منصور کے سامنے آنے پر مجبور ہو گئی۔ دل کو سمجھا لیا کہ جو کچھ ہو چکا وہ سراب تھا۔ دھوکہ تھا۔ فریب تھا۔ ایک خواب تھا۔ جو گزر گیا۔ ہوا کا ایک نرم اور معطر جھونکا تھا جو اس کے ذہن کو چھو کر نکل گیا۔

اس نے حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر لیا لیکن اس کے باوجود جب وہ منصور کو اپنے روبرو پاتی تو نہ جانے کیوں سمجھانے کے باوجود اس کا دل مچل اٹھتا تھا۔ دھڑکنیں آپ ہی آپ تیز ہو جاتیں۔ وہ منصور سے لاپرواہ ماں کی تیمارداری میں مصروف رہتی مگر اس کی بے نیازی میں بھی ایک اضطرابی کیفیت ہوتی۔ جسے محسوس کر کے وہ تڑپ اٹھتی پھر سوچنے لگتی۔

منصور کی موجودگی میں میرا دل کیوں دھڑکنے لگتا ہے۔

میں بے چین کیوں ہو جاتی ہوں۔

دل میں ہوک کیوں اٹھتی ہے۔

منصور نے میرے ساتھ بے وفائی کی ہے۔

میری وفا کو ٹھکرا دیا ہے۔

میری محبت کی توہین کی تو میں اسے دیکھ کر'

اسے قریب پا کر مضطرب سی کیوں ہو جاتی ہوں۔

کیوں؟

آخر کیوں؟

حنا ان حالات پر سوچ سوچ کر تھک جاتی تو ذہن کو جھٹک کر دوبارہ ماں کی تیمارداری کی طرف مائل کر دیتی۔

صرف ایک آمنہ خاتون تھیں جو منصور کے دوبارہ آ جانے سے بہت خوش تھیں۔ انہیں منصور کی باتوں پر یقین آ گیا۔ اس کی صفائی پر اعتماد کر لیا۔ منصور کی آنکھوں سے ٹپکے ہوئے آنسوؤں نے اس کی پوزیشن صاف کر دی تھی۔

خود آمنہ خاتون کے دل نے بھی گواہی دی تھی کہ منصور بے قصور ہیں لیکن کبھی کبھی وہ بھی یہ سوچ کر بے چین ہو جاتی تھیں کہ منصور کی خاموشی کی وجہ کیا ہے۔

جب وہ بے قصور ہیں تو پھر کھل کر فرزانہ کے خط کی وضاحت کیوں نہیں کر دیتے ہر وقت چپ چپ اور اداس اداس سے کیوں رہتے ہیں۔

اور منصور ان سب سے الگ تھلگ اپنی آگ میں جلتے رہتے۔ آمنہ خاتون کی مادرانہ شفقت اور پُرخلوص برتاؤ نے ان کو اپنے سوچے ہوئے پروگرام میں تبدیلی کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ روزانہ آمنہ خاتون کے پاس آتے۔ گھنٹوں ان کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہتے اور پھر رات گئے خاموشی سے دل کے بوجھ کو لئے واپس چلے جاتے اور جب اپنے ہوٹل کے کمرے میں پہنچتے تو ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا۔ وہ پہروں روتے رہتے اپنی کم نصیبی پر آنسو بہاتے رہتے۔

حنا کے بارے میں سوچتے۔

جس کی محبت کو بھول جانا ان کے بس سے باہر تھا۔

جس کو پا لینے کی تمنا میں انہوں نے ایک زندگی گزار دی تھی لیکن منزل قریب نظر آئی تو وقت کی تیز آندھی نے اس کے نشان دھندلا دیئے۔

حنا کا رویہ ان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

قسمت نے ان کے ساتھ جو مذاق کیا تھا وہ اس مذاق پر تڑپ اٹھے تھے۔
کبھی وہ فرزانہ کے بارے میں سوچنے لگتے۔

فرزانہ!

جو ان کی زندگی میں ایک رِستے ہوئے ناسور کی طرح داخل ہوئی تھی۔

ناسور!

جس کی تکلیف اب ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔

حالات کی ستم ظریفیوں پر ان کا دل تڑپ تڑپ اٹھتا۔ وہ ساری ساری رات پلکوں کے نیچے سے گزار دیتے۔ صبح ہوتی تو دل کو سمجھا بجھا کر حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ کرتے۔

ایک طرف انہیں حنا کے روٹھ جانے کا افسوس تھا دوسری طرف فرزانہ کی ناپاک خواہشات کے بارے میں سوچ کر ان کی روح تڑپ اٹھتی۔ چہرہ خون کی تمازت سے سرخ ہو جاتا آنکھوں میں نفرت ابھر آتی۔ اگر خوشی تھی تو صرف اس بات کی کہ آمنہ خاتون کی حالت اب رفتہ رفتہ سنبھلتی جا رہی تھی۔

آج بھی جب وہ دل کو سمجھاتے بجھاتے آمنہ خاتون کے پاس پہنچے تو وہ بستر پر تکئے سے ٹیک لگائے نیم دراز تھیں۔ چہرے پر وہ پہلی جیسی پژمردگی نہیں تھی آنکھوں میں وہ اداسی نہیں تھی جسے پہلے روز دیکھ کر منصور کا دل بھی کسی انجانے خوف سے کانپ اٹھا تھا۔

حنا ماں کے قریب بیٹھی مسکرا مسکرا کر ان سے باتوں میں مصروف تھی لیکن منصور پر نظر پڑی تو اس کے ہونٹ یکلخت سنجیدہ ہو گئے۔ آنکھوں میں نفرت ابھر آئی۔ پیشانی پر ناگواری کے احساس سے آڑی ترچھی لکیریں ابھر آئیں۔

منصور نے حنا کی کیفیت کو محسوس کیا تو ان کے دل کو ایک دھچکہ سا لگا لیکن ہونٹ مسکرانے پر مجبور تھے۔

کتنی مضحکہ خیز حالت تھی۔

دل رو رہا ہو لیکن ہونٹ مسکرانے پر مجبور ہوں۔

آمنہ خاتون کو ادب سے سلام کر کے وہ ان کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئے پھر حسب دستور آج ان کے ہونٹوں پر وہی سوال ابھر آیا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"خدا کا شکر ہے۔ اب پہلے سے بہت بہتر ہوں۔" آمنہ خاتون نے مسکرا کر کہا۔ "تمہاری مسیحائی نے مجھے بچا لیا ورنہ.........."

"کیسی باتیں کرتی ہیں آپ۔ سب سے بڑا مسیحا تو غفور الرحیم ہے جس نے آپ پر رحم کیا۔ میں کیا اور میری بساط کیا۔"

حنا کنگھی لے کر اٹھی اور ماں کی پشت پر جا کر ان کے بالوں کو سنوارنے لگی۔ منصور سمجھ رہے تھے کہ وہ آمنہ خاتون کے سامنے اپنی نفرت کا اظہار کرنے سے گریز کر رہی ہے۔ اگر ماں کے سامنے رہتی تو شاید وہ اس کے چہرے سے اس کی دلی کیفیت کا اندازہ کر لیتیں۔

اس احساس کو پا کر منصور کا دل اندر ہی اندر مسوس کر رہ گیا۔ حنا ان کی آمد سے خوش نہیں ہوئی تھی۔ ابھی تک اس نے ایک بار بھی نظریں اٹھا کر منصور کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"آج بھائی صاحب کا خط آیا ہے۔" آمنہ خاتون نے منصور کی بات سن کر سوچتے ہوئے کہا۔ تو نہ جانے کیوں منصور کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

"کیا لکھا ہے؟" انہوں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "سب لوگ خیریت سے تو ہیں۔"

"ہاں۔" آمنہ خاتون بولیں۔ "کسی طرح انہیں بھی میری بیماری کا علم ہو گیا ہے۔ انہوں نے آنے کو لکھا ہے۔"

"کیا اختر اور نیلوفر بھی ساتھ آ رہے ہیں۔"

"لکھا تو یہی ہے۔"

منصور نے اچٹتی ہوئی نظر حنا پر ڈالی پھر کچھ سوچ کر بولے۔

"اچھا ہے.......... ان لوگوں کے آ جانے سے آپ کی طبیعت پر یقیناً خوشگوار اثر پڑے گا۔ کب تک آنے کو لکھا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ کل تک وہ آ جائیں گے۔"

"عشرت کی بات کا کیا رہا' طے ہو گئی یا نہیں۔"

"اس کے بارے میں بھائی صاحب نے کچھ نہیں لکھا۔ خدا کرے طے ہو گئی ہو۔" آمنہ خاتون نے جواب دیا۔ "بن ماں کی بچی ہے۔ اللہ اس کے نصیب اچھے کرے۔"

منصور نے کنکھیوں سے حنا کی طرف دیکھا جو بدستور نظریں جھکائے ماں کے بال

سنوارنے میں مصروف تھی۔

"منصور میاں!" آمنہ خاتون تھوڑی دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد بولیں۔ "مجھے تم سے ایک شکایت ہے۔"

"کیا؟" منصور نے نظریں اٹھا کر آمنہ خاتون کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"تم مجھے ماں نہیں سمجھتے۔"

"یہ کیسے محسوس کر لیا آپ نے۔ خدا گواہ ہے کہ میرے دل میں آپ کی وہی قدر و منزلت ہے جو کسی اولاد کے دل میں ماں کے لئے ہوتی ہے۔"

"پھر تم ابھی تک ناراض کیوں ہو؟"

"میں اور بھلا آپ سے ناراض ہو سکتا ہوں۔" منصور تیزی سے بولے۔

"اگر یہ بات ہے تو تم اپنا سامان لے کر واپس کیوں نہیں آ جاتے۔"

منصور نے حنا کی طرف دیکھا پھر کچھ سوچنے لگے۔

"کیا بات ہے' کس سوچ میں گم ہو گئے؟" آمنہ خاتون نے پوچھا۔

"تمام دن آپ ہی کے پاس تو رہتا ہوں۔" منصور جلدی سے بات بنا کر بولے۔

"تم کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو منصور میاں!" آمنہ خاتون نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر ماں سمجھتے تو ایسا کبھی نہ کرتے۔"

"ایسی بھی کوئی خاص بات نہیں ہے۔" منصور نے کہا۔ آمنہ خاتون کے سوال نے انہیں بے چین کر دیا تھا۔

"جو کچھ ہوا ہے اسے بھول جاؤ۔" آمنہ خاتون دبی زبان میں بولیں۔ "حالات مجبور ضرور کر دیتے ہیں لیکن مرد وہی ہے جو حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔"

منصور نے کوئی جواب نہ دیا' کرسی پر پہلو بدل کر رہ گئے۔

"کیا حنا سے ناراض ہو؟"

آمنہ خاتون کے اس سوال پر منصور چونک اٹھے۔ نظر خود بخود حنا کی طرف اٹھ گئی جو بڑی بے نیازی سے اب ماں کی چوٹی گوندھ رہی تھی پھر جلدی سے آمنہ خاتون کی طرف دیکھ کر بولے۔

"آپ نے کیسے محسوس کیا کہ میں حنا سے ناراض ہوں۔"

"میں نے دنیا دیکھی ہے منصور میاں!" آمنہ خاتون نے مسکرا کر کہا۔ "کئی دنوں سے یہ محسوس کر رہی ہوں کہ تم دونوں آپس میں کچھ کھنچے کھنچے سے رہتے ہو۔"

"آپ کی بیماری کی وجہ سے زیادہ ہنسنا بولنا اچھا نہیں لگتا۔ ورنہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" منصور دل پر جبر کر کے بولے۔ "اور پھر اگر میں حنا سے ناراض ہوتا تو آپ سے اس کی شکایت ضرور کر دیتا۔"

"بہلانے کی کوشش کر رہے ہو مجھے۔" آمنہ خاتون نے کہا۔

"جی نہیں۔" منصور نے جلدی سے کہا۔ "دراصل بات یہ ہے کہ ہم لوگوں نے اس بات کا عہد کر لیا ہے کہ جب تک آپ مکمل طور پر روبصحت نہیں ہو جاتیں ہم لوگ اسی طرح چپ چاپ آپ کی تیمارداری میں لگے رہیں گے۔"

آمنہ خاتون سمجھ رہی تھیں کہ منصور انہیں ٹالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حنا کی موجودگی میں زیادہ اصرار بھی نامناسب تھا اس لئے وہ بات بدل کر بولیں۔

"یہ بتاؤ کہ تم اپنا سامان کب لا رہے ہو؟"

"اس کے لئے بھی یہی شرط ہے کہ آپ جلدی سے اچھی ہو جائیں۔"

"منصور میاں! کیا تم میری اتنی سی بات بھی نہیں مان سکتے۔" آمنہ خاتون سنجیدہ ہو کر بولیں۔ "بھائی صاحب وغیرہ آ رہے ہیں اس لئے ویسے بھی تمہارا یہاں آ جانا ضروری ہے۔ ورنہ خدا جانے وہ لوگ کیا سوچیں۔ گھر کی بات گھر تک ہی رہنی چاہئے۔ باہر نکل جائے تو تماشہ بن جاتی ہے۔"

منصور الجھن میں پڑ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آمنہ خاتون کی بات کا کیا جواب دیں۔ گھر چھوڑ کر چلے جانے کی وجہ جہاں یہ تھی کہ وہ اپنی خودداری اور اپنے وقار کو ٹھیس لگنے سے بچانا چاہتے تھے۔ وہاں انہیں فرزانہ کے کسی آئندہ اقدام سے بھی خطرہ لاحق تھا۔ انہیں خوف تھا کہ کہیں اس کی طرف سے ناامید ہو کر فرزانہ اپنے جوشِ انتقام میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جو حنا کی زندگی کے لئے کوئی خطرہ بن جائے یا اس کی بدنامی کا باعث ہو۔

جہاں تک ان کی اپنی ذات کا تعلق تھا وہ بڑے سے بڑا غم جھیلنے کو تیار تھے لیکن حنا کی بدنامی اور اس کی جان کو کسی خطرے میں پڑتا نہیں دیکھ سکتے تھے اس کے علاوہ ان کی ایک خواہش یہ بھی تھی کہ حالات نے جس انداز میں ان کی پوزیشن خراب کر دی ہے اسی انداز میں کوئی آنے والا وقت ان کی شخصیت کی صفائی کا موقع فراہم کر دے۔ یہی سوچ کر انہوں نے فرزانہ کے خط کے سلسلے میں ریاض الدین کے سامنے کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ ان کی تمنا تھی کہ حالات قدرتی طور پر اگر ان کی مؤافقت میں سازگار ہو جائیں تو

زیادہ مناسب ہے اور یہی سوچ کر وہ خاموشی سے چلے گئے تھے لیکن اب جبکہ آمنہ خاتون نے ان کے سامنے ایک نئے انداز میں واپسی کا مسئلہ رکھا تو وہ سوچ میں پڑ گئے۔

آمنہ خاتون منصور کے چہرے کی بدلتی ہوئی کیفیت کا بغور اندازہ لگا رہی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ منصور ان کی خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے سے گریز نہیں کریں گے لیکن جب منصور نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ مضمحل آواز میں بولیں۔

"منصور میاں! میں نے وقت کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے تمہیں یہاں آنے کے لئے کہا تھا۔ اگر تم خوش نہیں ہو تو میں تم کو مجبور بھی نہیں کروں گی۔"

"آپ میری خاموشی کا غلط مطلب اخذ کر رہی ہیں۔" منصور جلدی سے بولے۔

"خدا کی قسم میں جن حالات کے تحت یہاں سے گیا تھا اس میں اپنی ذات سے زیادہ آپ لوگوں کی بہتری مقصود تھی۔ میری وجہ سے آپ لوگوں کو کوئی پریشانی ہو میں اسے کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"میں سمجھ رہی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو لیکن انسان دنیا کی زبان تو نہیں بند کر سکتا۔ کہنے والوں کو تو بس کوئی موقع چاہئے لیکن دنیا کی خاطر انسان آپس کے تعلقات تو ختم نہیں کر دیا کرتا۔"

"بہتر ہے۔ اگر آپ کا حکم ہے تو میں آج ہی اپنا سامان لے کر واپس آ جاؤں گا۔" منصور نے آمنہ خاتون کی محبت کا بھرم قائم رکھنے کی خاطر کہا تو آمنہ خاتون کے اترے ہوئے چہرے پر شگفتگی آ گئی۔ اطمینان کا سانس لے کر بولیں۔

"مجھے پورا یقین تھا کہ تم میری بات سے انکار نہیں کرو گے۔"

حنا نے نظریں اٹھا کر منصور کی طرف یوں دیکھا جیسے وہ ان کے فیصلے پر خوش نہیں تھی۔ وہ چاہ رہی تھی کہ منصور وہاں آنے سے انکار کر دیں لیکن جب انہوں نے ہامی بھری تو اس کا دل دھڑک اٹھا اور شکایت بھری نظریں خود بخود منصور کی طرف اٹھ گئیں۔

ٹھیک اسی وقت منصور نے بھی اپنے جملے کا تاثر دیکھنے کی خاطر حنا کی طرف دیکھا تھا۔ نگاہوں کا یہ اچانک تصادم ان کے لئے سوہانِ روح بن گیا۔ حنا کی نظروں کا مفہوم بھانپ کر وہ تڑپ اٹھے۔

حالات نے انہیں کس قدر مجبور و بے بس کر دیا تھا۔

ایک طرف انہیں آمنہ خاتون کا خیال تھا۔ ان کی ممتا بھری خواہش کا احترام لازم تھا۔ اگر وہ انکار کر دیتے تو اس بات کا ڈر تھا کہ کہیں آمنہ خاتون اس کا اثر دل پر نہ لے

بیٹھیں۔ دوسری طرف وہ یہ بھی سوچ رہے تھے کہ کہیں ان کی واپسی کی خبر فرزانہ کو نہ ہو جائے اور وہ اسے کوئی نئی سازش بنانے کا موقع فراہم کر دے۔

حالات کی اسی کشمکش نے انہیں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر جب آمنہ خاتون کے چہرے پر حزن و ملال دیکھا تو جلدی سے ان کی بات پر ہامی بھر لی لیکن حنا کی نظروں میں جب نفرت کی جھلک دیکھی تو تڑپ اٹھے۔

اپنی بے بسی پر۔

حالات کی اس بیچارگی پر جس نے ان کی شخصیت سے ایک دلچسپ مذاق کیا تھا۔

ایسا بھیانک مذاق جس کا تصور بھی ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔

لیکن.........

حالات سے کنارہ کشی اور گریز بھی ان کے لئے ناممکن تھا۔

وہ سوچ رہے تھے۔

اپنی کشتیٔ حیات کے بارے میں۔

جو بھنور میں پھنس کر رہ گئی تھی۔

اس کا انجام کیا ہو گا؟

☆======☆======☆

ڈاکٹر اخلاق احمد' حسن آراء بیگم' اختر اور نیلوفر کے آ جانے سے گھر کے ہنگاموں میں اضافہ ہو گیا۔ منصور اسی شام اپنا سامان لے کر واپس آ گئے تھے۔ جب آمنہ خاتون نے انہیں حالات کی نزاکت کا احساس دلا کر واپس آنے کو کہا تھا۔

حسن آرا بیگم آتے ہی آمنہ خاتون سے منصور اور حنا کی شادی کی بات شروع کر دی تھی۔ انہوں نے ریاض الدین سے بھی یہی کہا تھا کہ منصور اور حنا کی شادی جتنی جلدی ممکن ہو کر دی جائے اس لئے کہ آمنہ خاتون پر اس کا بے حد خوشگوار اثر پڑے گا۔ حسن آراء بیگم کو چونکہ حالات کا علم نہ تھا اس لئے ریاض الدین ہوں ہاں کہہ کر ٹال گئے تھے۔ چنانچہ حسن آراء بیگم نے پہلے تو سفر کی تکان اتاری پھر آمنہ خاتون کے پیچھے پڑ گئیں۔

"میں کہتی ہوں جب منصور تیار ہیں تو پھر دیر کس بات کی ہے۔ اللہ کا نام لے کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤ۔ منصور جیسا لڑکا تو اس زمانے میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔"

آمنہ خاتون گھر کا بھید منہ پر نہیں لانا چاہتی تھیں اس لئے چپ رہیں۔

"ایمان سے آمنہ!" حسن آراء بیگم بولیں۔ "تم واقعی خوش نصیب ہو جو منصور جیسا داماد گھر بیٹھے مل گیا۔ پھر اچھی طرح دیکھا بھالا لڑکا ہے ہر لحاظ سے حنا کے لئے مناسب بھی ہے۔ میں تو کہتی ہوں کہ نیک کام میں ایک دن کی بھی دیر نہیں کرنی چاہئے۔ بھائی صاحب سے مشورہ کر کے دو بول پڑھوا دو۔ سچ کہتی ہوں تمہاری بیماری بھی جاتی رہے گی۔"

"مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔" آمنہ خاتون سنجیدگی سے بولیں۔ "منصور اور حنا دونوں تمہارے بچے ہیں۔ جس طرح چاہو کر دو مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"کیا منصور سے بھائی صاحب نے کوئی بات کی تھی۔"

"ہاں، مگر وہ بیچارہ تو شرما کر چپ ہو جاتا ہے۔"

"بڑا نیک اور سعادتمند لڑکا ہے۔" حسن آراء بیگم نے کہا۔ "سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بن ماں باپ کا ہے۔ ساس سسر کا جھگڑا بھی نہیں ہے۔ حنا عیش کرے گی۔"

"خدا تمہاری زبان مبارک کرے بہن!"

"منصور میاں ہیں کہاں، صبح سے نظر نہیں آئے۔" حسن آراء بیگم نے پوچھا۔ "کیا انہیں ہم لوگوں کے آنے کی اطلاع نہیں تھی۔"

"تھی تو سہی لیکن رسالے کے کام کی وجہ سے چلا گیا۔"

"خدا کی قسم آمنہ! چاند سورج کی جوڑی رہے گی۔" حسن آراء بیگم بولیں۔ "میری رائے اگر مانو تو اسی جمعہ کو اس معاملہ کو نپٹا دو۔"

"اتنی جلدی بھلا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔" آمنہ خاتون نے کہا۔

"کیوں؟ اس میں کیا حرج ہے۔ حنا کی شادی کا سامان تم نے پہلے ہی سے تیار کر رکھا ہے دو چار زیورات جو کم ہیں وہ بازار سے آ جائیں گے اور پھر بھائی صاحب کو خدا سلامت رکھے ایک دن میں سارا انتظام ہو سکتا ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن عزیز و رشتہ داروں کو بھی بلانا ہو گا۔"

"میں تو کہتی ہوں اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آج کل عزیز داروں کو نکتہ چینی اور رنگ میں بھنگ ڈالنے کے سوا آتا کیا ہے۔ ویسے اگر تم دھوم دھڑکا کرنا چاہتی ہو تو بعد میں کرتی رہنا۔ نکاح کی رسم ہی ادا کر دو اس طرح تمہارے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا۔"

"اچھا اگر تم اصرار کر رہی ہو تو میں حنا کے والد سے کسی وقت بات کر کے دیکھتی

ہوں۔ تم لوگوں کی موجودگی میں اگر یہ کام ہو جائے تو مجھے بے حد خوشی ہو گی۔"

"بات کرنے کی بھی ایک ہی رہی۔" حسن آراء بیگم بولیں۔ "بھائی صاحب بیچارے تو تمہاری خوشی پوری کرنے کے لئے ہر دم تیار رہتے ہیں۔ تم ہاں کر لو تو وہ بھی آمادہ ہو جائیں گے۔ رہا منصور کا معاملہ تو اختر اس سلسلے میں بہت مناسب رہیں گے۔ میں اختر سے کہہ کر منصور کی رائے معلوم کرا لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" آمنہ خاتون کچھ سوچ کر بولیں۔ "اگر منصور اس جلد بازی کے لئے تیار ہو جائیں تو پھر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے۔ میں آج ہی اختر سے کہہ دوں گی کہ منصور سے بات کر لیں۔"

ایک طرف حسن آراء بیگم آمنہ خاتون سے منصور اور حنا کی شادی کی بات پر بضد تھیں۔ دوسری طرف اخلاق احمد نے ریاض الدین کو بھی یہی سوجھانے کی کوشش کی تھی کہ شادی کا معاملہ جتنی جلد ہو سکے طے کر دیا جائے۔

ریاض الدین نے حالات پر اچھی طرح غور کر لینے کے بعد یہی مناسب سمجھا تھا کہ فی الحال اخلاق احمد کو واقعات کا علم نہ ہونے پائے۔ ان کا خیال تھا کہ اختر کو اعتماد میں لے کر سب سے پہلے منصور سے اس خط کا بھید معلوم کرایا جائے جو فرزانہ نے اسے لکھا تھا اس کے بعد ہی کوئی آخری فیصلہ کیا جائے چنانچہ جب اخلاق احمد نے آمنہ خاتون کو بیماری کے سدباب کی خاطر حنا اور منصور کی شادی کا مسئلہ ان کے سامنے رکھا تو وہ مسکرا کر بولے۔

"آپ بھی حنا کے بزرگ ہیں۔ جو مشورہ دیں گے وہ بچی کی اچھائی کے لئے ہو گا لیکن ہتھیلی پر سرسوں کیسے جمائی جا سکتی ہے۔ شادی بیاہ کا مسئلہ بچوں کا کھیل تو نہیں ہے جو اس طرح نپٹا دیا جائے۔ کچھ وقت تو بہرحال درکار ہو گا۔"

"آپ جیسا مناسب خیال کریں۔" اخلاق احمد نے جواب دیا۔ "میں تو بھابی صاحبہ کی طبیعت کی وجہ سے جلدی کے لئے اصرار کر رہا تھا۔"

"اس کا خیال مجھے بھی ہے اور پھر آپ لوگوں کے سامنے اگر یہ معاملہ طے ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے لیکن منصور میاں کی مرضی بھی لینی ضروری ہے۔"

"منصور کا معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرے حکم سے انکار نہیں کریں گے اور پھر خود انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ حنا جیسی لڑکی کو اگر ان سے منسوب

کر دیا گیا تو وہ اسے اپنی خوش قسمتی تصور کریں گے۔"

اخلاق احمد نے زیادہ اصرار مناسب نہ سمجھا۔ تھوڑی دیر تک آمنہ خاتون کی بیماری کے بارے میں اونچ نیچ سمجھاتے رہے پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

شیخ ریاض الدین منصور کے آ جانے سے خوش ضرور تھے لیکن ابھی تک فرزانہ کے خط کا مسئلہ ان کے ذہن میں کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ وہ سب سے پہلے اس خط کے معمے کو سلجھانا چاہتے تھے۔ جہاں تک منصور کا مسئلہ تھا تو ان کا خیال بھی یہی تھا کہ وہ حنا کے لئے ہر اعتبار سے مناسب ہیں۔ اسی بنا پر انہوں نے حنا کے لئے جتنے بھی رشتے آئے ان پر منصور کو ترجیح دی لیکن فرزانہ کے درمیان میں آ جانے سے وہ محتاط ہو گئے۔ جان بوجھ کر وہ اپنی اکلوتی بیٹی کو اندھے کنویں میں بھی نہیں دھکیل سکتے تھے۔

اخلاق احمد اور حسن آراء کے اصرار سے مجبور ہو کر انہوں نے اختر کو اپنے کمرے میں بلایا اور دبی زبان میں پوری تفصیل بتانے کے بعد کہا۔

"اختر میاں! تم منصور کے دوست ہو لیکن اس کے باوجود میں تمہارے اوپر ایک اہم ذمہ داری ڈال رہا ہوں مجھے امید ہے کہ تم مجھے صحیح صورتِ حال سے آگاہ کرو گے۔"

"آپ مجھ پر مکمل اعتماد رکھیں۔" اختر نے تمام واقعات سننے کے بعد سنجیدگی سے کہا۔ "منصور میرے دوست ضرور ہیں لیکن حنا کو بھی میں اپنی سگی بہن سمجھتا ہوں۔ اس لئے جان بوجھ کر کوئی ایسا اقدام کبھی نہیں کر سکتا جس سے حنا کا مستقبل خدانخواستہ تباہ ہو جائے۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ بات جتنی جلدی صاف ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔" ریاض الدین نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "اخلاق احمد اور حسن آراء کا اصرار ہے کہ ان کی موجودگی میں ہی منصور اور حنا کا نکاح پڑھوا دیا جائے لیکن جب تک فرزانہ کا مسئلہ مکمل طور پر صاف نہ ہو جائے میں ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔"

"درست خیال ہے آپ کا۔ میں آج ہی منصور سے کسی طرح حالات کی اصل نوعیت معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"اس بات کا خیال رکھنا کہ ان باتوں کا علم فی الحال کسی کو نہ ہونے پائے۔ میں نے تمہارے علاوہ ابھی تک کسی سے تذکرہ نہیں کیا ہے۔"

اختر نے سنجیدگی سے وعدہ کیا اور اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئے پھر جب انہوں نے نیلوفر کو واقعات بتائے تو نیلوفر دم بخود رہ گئی۔ وہ منصور کے بارے میں بہت اچھے خیالات

رکھتی تھی۔ شوہر کی زبان سے جب اسے حالات کا علم ہوا تو بولی۔

"کیا آپ کو امید ہے کہ منصور ایسے ہو سکتے ہیں؟"

"خیال تو نہیں ہے پھر بھی ہو سکتا ہے کہ باہر رہنے کی وجہ سے ان کے اطوار میں تبدیلی آ گئی ہو۔"

"آپ کچھ بھی کہیں مگر میں نہیں مان سکتی۔" نیلوفر سنجیدگی سے بولی۔ "منصور حنا کے علاوہ کسی اور لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتے۔"

"پھر بھی معاملے کی صفائی ہو جانی بے حد ضروری ہے۔" اختر بولے۔ "فرزانہ نے یونہی تو ان پر اتنا بڑا الزام نہیں تراشا ہو گا۔"

"آپ فرزانہ کو مجھ سے زیادہ نہیں سمجھتے۔" نیلوفر تیزی سے بولی۔ "وہ انتہائی آزاد خیال، خودسر اور ضدی طبیعت کی مالک ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اسے منصور پسند آ گئے ہوں اور اس نے حنا کو راستے سے ہٹانے کے لئے یہ سارا ڈھونگ محض اس لئے رچایا ہو کہ چچا جان منصور کی طرف سے بددل ہو کر حنا کی شادی کہیں اور کر دیں۔"

"یہ بھی ممکن ہے۔ بہرحال تم حنا سے فی الحال ان باتوں کا کوئی ذکر مت کرنا ورنہ ہو سکتا ہے کہ اس کے دل کو صدمہ پہنچے۔"

"کیا مطلب' کیا حنا کو ان حالات کا ابھی تک علم نہیں ہے؟"

"میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے حنا کو منصور کے کردار پر کچھ شبہ ضرور ہو گیا ہے۔"

نیلوفر جب سے آئی تھی برابر آمنہ خاتون کی تیمارداری میں لگی ہوئی تھی۔ اس لئے ابھی تک اسے حنا سے تنہائی میں ملنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ ویسے اس نے یہ ضرور محسوس کیا تھا کہ حنا کچھ بجھی بجھی سی ہے۔ اس کی اس اداسی کا مطلب نیلوفر نے یہی نکالا تھا کہ وہ ماں کی بیماری کی وجہ سے پریشان ہے۔

اختر سے واقعات کا علم ہوا تو کافی دیر تک حالات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتی رہی پھر اس نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ حنا کا دل ٹٹول کر اس کے دل کا حال بھی کسی طرح معلوم کیا جائے۔ اپنے کمرے سے نکل کر وہ آمنہ خاتون کے کمرے کی طرف آئی تو وہاں اس کی ماں آمنہ خاتون کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔ حنا موجود نہیں تھی۔

نیلوفر آمنہ خاتون کے کمرے سے پلٹ کر حنا کے کمرے میں گئی تو حنا اپنے بستر پر لیٹی کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ نیلوفر نے دروازے پر کھڑے ہو کر معنی خیز لہجے میں

کھنکھارا پھر مسکراتی ہوئی حنا کے قریب جا کر بولی۔

"میں نے کہا' میری سرکار کس خیال میں گم ہیں۔"

"کچھ نہیں۔" حنا جلدی سے سنبھلتے ہوئے بولی۔ "امی جان کے لئے سوچ رہی تھی۔"

"جھوٹ۔" نیلوفر مسکراتے ہوئے بولی۔ "چچی جان کی حالت تو اب خدا کے فضل سے ٹھیک ہے۔ ان کے علاوہ ایک ہی ہستی باقی رہ جاتی ہے جس کے بارے میں تم سوچ سکتی ہو اور وہ شخصیت ہے منصور کی۔"

"بلی کے خواب میں چھیچھڑے۔" حنا نے بات بنانے کی خاطر ہنس کر کہا۔

"چلو یہی سہی لیکن یہ تو بتاؤ کہ دوسری بلی کے بھاگوں چھینکا کب تک ٹوٹ رہا ہے۔" نیلوفر نے برجستہ پوچھا تو حنا یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔

نیلوفر نہ صرف یہ کہ اس کی بچپنے کی سہیلی اور منہ بولی بہن تھی بلکہ حنا اور اس کے درمیان آج تک کوئی بات راز نہ رہی تھی۔ چنانچہ نیلوفر نے جب اس کی دکھتی ہوئی رگ کو چھیڑا تو حنا افسردہ سی ہو گئی۔

"خیریت۔" نیلوفر نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔ "یہ منصور کے ذکر پر تمہارا منہ کیوں لٹک گیا' بات کیا ہے؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔" حنا نے ٹالنے کی کوشش کی۔

"عام بات ہی سہی لیکن پتہ تو چلے کہ معاملہ کیا ہے۔ کیا پھر منصور سے کسی بات پر خفا ہو بیٹھی ہو۔"

"میں بھلا کسی سے کیا خفا ہوں گی۔" حنا کا دل بھر آیا۔ رندھی آواز میں بولی۔ "جب قسمت ہی روٹھ جائے تو کسی سے خفا ہو کر کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"اوہ .... معاملہ کچھ سنگین معلوم ہوتا ہے۔" نیلوفر نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "ذرا تفصیل تو سنوں کیا چکر ہے۔"

پھر نیلوفر نے جب حد سے زیادہ اصرار کیا تو حنا کا دل بھر آیا۔ جذبات کی رو میں بہک کر اس نے جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا تھا سب کچھ بتاتی چلی گئی۔ نیلوفر خاموشی سے بیٹھی سنتی رہی پھر جب حنا خاموش ہوئی تو نیلوفر نے کہا۔

"کیا تم نے فرزانہ کا پورا خط پڑھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"نہیں' میں نے اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔" حنا بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا ضرورت تھی مجھے کہ میں کسی کے ذاتی معاملات میں دخل انداز ہوتی۔"

"تمہاری جگہ اگر میں ہوتی تو شاید میری بھی وہی کیفیت ہوتی لیکن یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ فرزانہ نے وہ خط کسی اور کے نام تحریر کیا ہو اور وہ کسی طرح منصور کے ہاتھ لگ گیا ہو۔"

"تم شاید مجھے بہلانے کی کوشش کر رہی ہو۔" حنا نے اپنی پلکوں پر تھراتے ہوئے آنسوؤں کو دوپٹے کے آنچل میں جذب کرتے ہوئے کہا۔ "میں بھی کبھی تمہاری ہی طرح آنکھ بند کر کے منصور کے کردار پر ایمان لے آئی تھی۔"

"اب کیا رائے ہے تمہاری منصور کے بارے میں؟"

"اب .... اب میں ان کے بارے میں کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتی۔" حنا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔ "خواہ میرے دل کی حالت کچھ بھی ہو لیکن میں منصور کے راستے میں کانٹا نہیں بن سکتی مگر یہ شکوہ مجھے ہمیشہ رہے گا کہ انہوں نے مجھے دھوکہ دیا' میرے ساتھ فریب کیا۔"

"جو کچھ تمہارے ساتھ گزری ہے اس کے تحت منصور کے بارے میں جو چاہے کہہ سکتی ہو لیکن میرا خیال ہے کہ منصور دیدہ دانستہ تمہیں فریب نہیں دے سکتے۔"

"کبھی میں بھی اسی خوش فہمی کا شکار تھی۔" حنا نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"اگر یہ بات ہے تو میں منصور سے ضرور پوچھوں گی کہ آخر انہیں فریب دینے کی کیا ضرورت تھی۔ ویسے بھی وہ اگر چاہتے تو فرزانہ سے شادی کر سکتے تھے۔"

"نہیں۔" حنا جلدی سے بولی۔ "میں اسے مناسب نہیں سمجھتی کہ تم منصور سے میرے سلسلے میں کوئی بات کرو۔ اس میں میری توہین کا پہلو بھی نکل سکتا ہے۔"

"یہ بات تم اس لئے کہہ رہی ہو کہ حالات نے تمہیں خائف کر رکھا ہے لیکن میں منصور کی مزاج پرسی ضرور کروں گی خواہ کچھ ہی ہو۔" نیلوفر نے فیصلہ کن آواز میں کہا۔ اگر اختر نے اسے منع نہ کیا ہوتا تو ممکن تھا وہ حنا کو تفصیل سے آگاہ کر کے منصور کی طرف سے اس کا دل صاف کرنے کی کوشش کرتی لیکن موجودہ صورت میں وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔

"نہیں نیلوفر! نہیں۔" حنا نے کہا۔ "جو کچھ ہو چکا ہے وہی میرے لئے بہت کافی ہے۔ اگر تم نے دبی دبی چنگاریوں کو کریدنے کی کوشش کی تو ہو سکتا ہے وہ شعلہ بن کر بھڑک اٹھیں۔"

نیلوفر نے حنا کو گھور کر دیکھا۔ جواب میں کچھ کہنا چاہا لیکن دروازے پر آہٹ ہوئی تو خاموش ہو گئی۔

حنا نے حسن آراء بیگم کو اندر آتے دیکھا تو جلدی سے آنسو پونچھنے لگی۔

☆======☆======☆

شام کو منصور گھر آئے تو سب کے ساتھ بڑی گرمجوشی سے ملے۔ انہوں نے کسی پر اس بات کا اظہار نہ ہونے دیا کہ واقعات کیا ہیں۔ حنا سے چونکہ حسن آراء بیگم کے سامنے ملاقات ہوئی اس لئے وہ صرف ہنستے مسکراتے رہے۔

نیلوفر خاص طور پر منصور کو دیکھ دیکھ کر اندازہ لگا رہی تھی کہ جو کچھ اسے معلوم ہوا ہے وہ کس حد تک درست ہے۔ ماں کی موجودگی میں اس نے بھی منصور کو چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ حنا کی طرح خود بھی لئے دیئے بیٹھی رہی۔

منصور آمنہ خاتون کے کمرے سے اٹھ کر باہر آئے تو اختر بھی ساتھ ساتھ تھے۔ تنہائی پا کر بولے۔

"بڑے چھپے رستم نکلے تم۔ چپکے ہی چپکے سب باتیں طے کر لیں اور مجھے خبر تک نہ کی۔"

"کچھ مصلحت تھی جو تم کو بتانا مناسب نہیں سمجھا۔" منصور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب، مصلحت کیسی؟"

"وقت آنے دو، خود بخود تمہیں بھی حالات کا علم ہو جائے گا۔"

"کیا کوئی خاص بات ہے؟" اختر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہی کیا کم خاص بات ہے کہ تم کو میری چوری کا علم ہو گیا۔"

"ٹالنے کی کوشش مت کرو برخوردار!" اختر بے تکلفی سے بولے۔ "سیدھی طرح بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔" منصور مسکرائے۔

"پھر تم نے نیلوفر کے والد بزرگوار کو یہ کیوں لکھا تھا کہ حنا اگر تم سے منسوب کر دی گئی تو یہ تمہاری خوش قسمتی ہو گی۔"

"میں اب بھی یہی کہنے کو تیار ہوں۔" منصور نے سنجیدگی سے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو دیر کس بات کی ہے۔"

"دیر آید درست آید۔" منصور نے ٹالنا چاہا۔

اختر نے مزید اصرار نہیں کیا۔ انہوں نے ریاض الدین سے گفتگو کرنے کے بعد ہی یہ پروگرام بنا لیا تھا کہ واقعات کا صحیح اندازہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ کسی طرح فرزانہ اور منصور کا سامنا کرایا جائے۔ اسی پروگرام کے تحت وہ منصور کی آمد کے منتظر تھے۔ انہیں علم تھا کہ فرزانہ کی شامیں کلب میں گزرتی ہیں چنانچہ انہوں نے یہی سوچا تھا کہ منصور کو کسی طرح گھسیٹ کر کلب لے جائیں گے۔

"اب کیا پروگرام ہے تمہارا؟" منصور کے جواب پر اختر نے پوچھا۔

"کوئی خاص پروگرام نہیں ہے۔ کیوں؟"

"مجھے ذرا کلب تک چلنا ہے۔" اختر نے کہا۔ "میرے ایک پرانے دوست آج کل احمد نگر میں مقیم ہیں' ان سے ملنا ہے۔"

منصور کو اختر کے پروگرام کا علم نہیں تھا۔ اس لئے وہ ساتھ جانے پر آمادہ ہو گئے۔ کلب پہنچے تو فرزانہ وہاں موجود تھی۔ منصور نے فرزانہ دیکھا تو ان کے چہرے پر بڑی ناگوار سی سنجیدگی طاری ہو گئی لیکن فرزانہ کی نظر منصور پر پڑی تو اس کے ہونٹوں پر بڑی فاتحانہ مسکراہٹ ابھری تھی۔ منصور اگر تنہا ہوتے تو شاید وہ ان کے قریب آنے کی ہمت نہ کرتی لیکن اختر چونکہ ساتھ تھے اس لئے وہ بڑے اندازِ دلربائی سے مسکراتی ہوئی اسی میز پر آ گئی جس پر اختر اور منصور بیٹھے تھے۔

"ہیلو اختر! سناؤ کب آئے۔" اس نے اختر کو مسکراتے ہوئے مخاطب کیا۔

"آج ہی آیا ہوں۔ نیلوفر اور اس کے والدین ساتھ آئے ہیں۔"

"نیلوفر کو ساتھ کیوں نہ لے آئے۔"

"مجھے ایک ضروری کام تھا اس لئے ساتھ لانا مناسب نہیں سمجھا۔" اختر نے منصور کے چہرے کو کنکھیوں سے دیکھا جس پر بیزاری چھائی ہوئی تھی۔

"کب تک رہنے کا ارادہ ہے احمد نگر۔"

"جب تک حالات اجازت دیں۔" اختر نے کہا پھر بڑی سادگی سے بولے۔

"منصور بھی اس وقت میرے ساتھ ہیں، تم نے شاید ان کو دیکھا نہیں۔"

جواب میں فرزانہ نے ایک ادا کے ساتھ گردن گھما کر دیکھا پھر اختر سے بولی۔

"دیکھ تو میں انہیں پہلے بھی چکی ہوں لیکن اس وقت ان کی سنجیدگی میں مخل نہیں ہونا چاہتی۔"

منصور چونکہ اختر کی موجودگی کا خیال کر رہے تھے اس لئے کوئی جواب نہ دیا لیکن ان کے چہرے پر چھائی ہوئی جھلاہٹ کے نقوش اور گہرے ہو گئے۔

"کیوں منصور! کیا یہ فرزانہ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" اختر نے پوچھا تو منصور چپ نہ رہ سکے۔

"خیال اپنا اپنا' نظر اپنی اپنی۔"

"خدا کا شکر ہے کہ آواز تو سنائی دی ورنہ میں تو سمجھ رہی تھی کہ شاید چہکنا ہی بھول گئے۔" فرزانہ نے مسکرا کر طنز کیا تو منصور تلملا کر رہ گئے۔

"کیا بات ہے یار! تم کلب آکر اس قدر چپ کیوں ہو گئے۔" اختر نے منصور کو کریدنا چاہا۔

"میرا خیال ہے کہ منصور صاحب اس وقت کسی گہری سوچ میں غرق ہیں۔" فرزانہ بولی۔ "ہو سکتا ہے کہ جلد بازی میں کوئی غلط فیصلہ کر بیٹھے ہوں اور اب اس پر افسوس کر رہے ہوں۔"

منصور نے گھور کر فرزانہ کو دیکھا لیکن پھر اختر کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

"کیا بات ہے منصور!" اختر نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" منصور نے مختصراً جواب دیا۔

"میں نہیں مان سکتا' ضرور کوئی بات ہے۔"

منصور نے کوئی جواب نہ دیا تو فرزانہ نے دوسرا طنز کیا۔

"صبح کا بھولا اگر شام کو بھی گھر لوٹے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔"

"کیا معمہ ہے بھائی! میں خاک نہیں سمجھ سکا۔" اختر نے منصور کے چہرے سے ان کے دلی جذبات کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں غالباً اپنے کسی دوست سے ملنے آئے تھے۔" منصور نے جلدی سے بات بنانی چاہی۔

"فرزانہ کو بھی میں اپنا ایک بے تکلف دوست ہی سمجھتا ہوں۔" اختر نے کہا تو منصور چونک پڑے۔

ایک لمحے کے لئے انہیں یہی خیال گزرا تھا کہ کہیں اختر کو حالات کا علم نہ ہو گیا ہو لیکن پھر یہ سوچ کر اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا کہ اگر اختر کو واقعات کا علم ہوتا

تو وہ اس کا تذکرہ ضرور کرتے۔ چنانچہ بات نبھانے کی خاطر جلدی سے کہا۔

"اگر تمہیں صرف فرزانہ صاحبہ سے ملنا تھا تو مجھے ساتھ کیوں گھسیٹ لائے خواہ مخواہ مخل ہو رہا ہوں۔"

"میرا تو خیال ہے کہ آپ ہی اختر کو ساتھ لائے ہیں۔" فرزانہ نے نخوتِ حسن سے کہا۔ "انسان جب مجبوریوں میں پھنس کر لاچار ہو جاتا ہے تو ہمیشہ دوسروں کا سہارا لیتا ہے اور پھر اختر بیرسٹر بھی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھ سکا کہ آخر تم دونوں یوں اکھڑی اکھڑی باتیں کیوں کر رہے ہو۔" اختر نے پہلے منصور اور پھر فرزانہ کو دیکھتے ہوئے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

"بہت خوب' اس کو کہتے ہیں جوتیوں سمیت آنکھوں میں گھسنا۔" فرزانہ نے شوخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر اسی طرح آپ بھول پن سے کام لیتے رہے تو پھر اپنے مؤکل کی پیروی کیا خاک کریں گے۔"

"کیسی پیروی' کچھ پتہ تو چلے کہ آخر معاملہ کیا ہے۔"

"معاملہ تو خیر آپ سمجھے سمجھائے ہیں لیکن میرے بارے میں آپ کی معلومات شاید زیادہ نہیں ہیں۔ ورنہ اس وقت زحمت کبھی نہ کرتے۔" فرزانہ نے یہ سوچ کر کہا کہ شاید منصور اس کے ساتھ اپنے سابقہ رویے پر شرمندہ ہیں اور اختر کو محض اس لئے ساتھ لائے ہیں کہ مصالحت کی کوئی صورت پیدا ہو سکے۔

"کچھ ناراض معلوم ہوتی ہو منصور سے۔" اختر نے پوچھا۔ وہ منصور کی کیفیت دیکھ رہے تھے کہ اس وقت بے حد سنجیدہ ہیں۔

"جی نہیں۔ یہ بھی غلط اندازہ قائم کیا ہے آپ نے۔"

"پھر.......... معاملہ کیا ہے؟"

"اب اگر آپ اتنے ہی معصوم بنے رہے تو پھر مجھے صاف صاف کہنا ہو گا کہ میں ہمیشہ اسی چیز کو اپنانے کی کوشش کرتی ہوں جو میری دسترس سے باہر ہو۔ ایسی ہستیاں میرے لئے قطعی کوئی اہمیت نہیں رکھتیں جو خود سے میرے قدموں میں جھکنے پر آمادہ ہو جائیں۔" فرزانہ نے منصور کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے غرور بھرے لہجے میں کہا۔

منصور ابھی تک چپ چاپ بیٹھے تھے لیکن فرزانہ کے جملے کا مفہوم بھانپ کر تلملا اٹھے چہرہ خون کی تمازت سے سرخ ہو گیا۔ فرزانہ کے جملے سے اپنی تضحیک کا

احساس بڑی شدت سے ہوا تھا۔ انہوں نے گھور کر فرزانہ کو دیکھا پھر کچھ سوچ کر چپ ہو رہے۔

اختر نے لوہے کو گرم دیکھا تو ایک اور ضرب لگائی۔

"بات ہرچند کہ اب بھی میری سمجھ سے بالاتر ہے لیکن جہاں تک میرے تجربوں کا تعلق ہے میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ تم دونوں میں کوئی چپقلش ضرور پیدا ہو گئی ہے۔"

"ثالث کے فرائض بڑی خوبی سے انجام دے لیتے ہیں آپ۔" فرزانہ نے زہرخند سے جواب دیا۔

منصور چپ نہ رہ سکے۔ انہیں گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ اس لئے اختر کو مخاطب کر کے بولے۔

"میں باہر کھلی ہوا میں جا رہا ہوں، تم ادھر ہی آ جانا۔"

"کیوں یہ وحشت کس لئے؟" اختر نے پوچھا۔

"یوں ہی، میں یہاں کچھ گھٹن سی محسوس کر رہا ہوں۔"

"شاید اس لئے کہ یہاں حنا نہیں ہے۔" فرزانہ نے طنز کیا تو منصور ضبط نہ کر سکے۔

"ہاں، میں گندی فضا میں سانس لینے کا عادی نہیں ہوں۔"

"غالباً اس لئے کھلی ہوا کے حصول کے لئے اختر کا سہارا لیا ہے۔" فرزانہ تیزی سے بولی۔

"یہ آپ کی پست ذہنیت کا ثبوت ہے جو ایسا سوچ رہی ہیں۔" منصور نے نفرت سے کہا۔

"بلندی پر ٹھوکر کھائے ہوئے انسان ہمیشہ پستی کے قدموں میں آ گرتے ہیں لیکن اگر پستی بھی انہیں ٹھوکر مار کر اپنے راستے سے ہٹا دے تو پھر وہ دنیا میں کوئی مقام حاصل نہیں کر سکتے۔" فرزانہ کے لہجے میں حقارت تھی۔

"میں ایسی پستی کو قبول کرنے سے موت کو قبول کر لوں گا۔" منصور ہونٹ چبا کر بولے۔ "بلندیاں انسان کو ٹھکرا کر بھی خود اپنے مقام پر رہتی ہیں لیکن اس کے برعکس پستیاں ہمیشہ نیچ ہی رہتی ہیں۔"

"یہ تم نہیں .... حنا کا جادو بول رہا ہے۔" فرزانہ تلملا کر بولی تو منصور آپے

سے باہر ہو گئے۔

"مس فرزانہ! میں آپ کی ناپاک زبان سے حنا کا مقدس نام سننا بھی گوارا نہیں کر سکتا۔"

"آئینے میں انسان کو ہمیشہ اپنا ہی عکس نظر آتا ہے۔" فرزانہ یکلخت بپھر کر رہ گئی۔

"یہ کیوں بھول رہی ہو تم کہ آئینہ بھی صیقل کا محتاج ہوتا ہے اور جب صیقل اتر جائے تو آئینے کی کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی۔"

"میں دیوانگی میں کہی ہوئی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتی۔"

"اس لئے کہ تم مکر و فریب کی عادی ہو۔" منصور پر جنونی کیفیت طاری ہو گئی۔

"دھوکہ اور سازش تمہارے خمیر میں بس گیا ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر ذلیل ہتھکنڈے استعمال کرنے والے میری نظر میں کبھی کوئی مقام حاصل نہیں کر سکتے اور تم.........."

"شٹ اپ۔" فرزانہ چیخ پڑی۔ "مت بھولو کہ تم اس وقت بھی ایک عورت سے مخاطب ہو جو اگر اپنی فطرت پر اتر آئی تو تم دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہیں رہ جاؤ گے۔"

"تم عورت نہیں بلکہ فاحشہ ہو۔" منصور غصے میں کانپتی آواز میں بولے۔

"عورت کے روپ میں ایک ناگن ہو۔ چڑیل سے بھی بدتر اور کمتر جس کا وجود انسانیت کی تذلیل ہے۔ شرافت کے نام پر ایک بدنما اور غلیظ دھبہ ہو۔ عورت کی وفا اور اس کی حیاء کے لئے ایک ایسی گندی گالی ہو جسے گلیوں میں گھومتے ہوئے آوارہ کتے بھی برداشت نہیں کر سکتے۔"

"منصور!" فرزانہ منصور کو شعلہ بار نظروں سے گھورتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور جھلا کر بولی۔ "تم نے اس وقت فرزانہ کی توہین کی ہے اسے مت بھول جانا۔"

پھر وہ تیزی سے بل کھاتی مڑی اور لہراتی ہوئی کلب سے باہر نکل گئی۔ اختر ابھی تک خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ فرزانہ کے خط کی اصلیت کیا تھی وہ بخوبی سمجھ چکے تھے۔

منصور فرزانہ کے چلے جانے کے بعد بھی غصے میں لرزتے رہے۔ ان کی آنکھوں سے نفرت اور حقارت کے شعلے نکل رہے تھے۔ کچھ دیر خاموش رہ کر انہوں

نے اختر کو مخاطب کیا۔

"تم نے اس وقت مجھے کلب لا کر اچھا نہیں کیا۔"

"مجھے حالات کا علم نہیں تھا ورنہ میں ایسی حماقت کبھی نہیں کرتا۔" اختر نے سنجیدگی سے کہا۔ پھر منصور کے ساتھ اٹھ کر گھر آ گئے۔

کھانے کی میز پر بھی وہ چپ چپ رہے۔ حسن آراء بیگم اور اخلاق احمد نے کچھ پوچھا تو ہوں ہاں میں جواب دیتے رہے۔ ان سب کا خیال ہی مانع تھا جو وہ مجبوراً کھانے کی میز پر آ گئے تھے ورنہ بھوک کا احساس تو فنا ہو چکا تھا۔

اختر چونکہ منصور کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگا چکے تھے اس لئے وہ بھی خاموش خاموش رہے۔ نیلو فر ماں کے قریب بیٹھی منصور کو بار بار کنکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ حنا' حسن آراء بیگم کے ساتھ والی کرسی پر تھی۔ اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر منصور کی طرف نہیں دیکھا۔

سب لوگ کھانے میں مشغول تھے کہ ملازم نے آ کر شیخ ریاض الدین کو ایک منحوس خبر سنائی۔

"صاحب! کرنل صاحب کا فون آیا ہے' فرزانہ بی بی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

"کہاں .... کیسے؟" ریاض الدین نے کھانے سے ہاتھ کھینچ کر حیرت سے پوچھا۔

"تفصیل نہیں بتائی صاحب! آپ لوگوں کو بڑے ہسپتال میں بلایا ہے۔"

اختر نے فرزانہ کے ایکسیڈنٹ کی خبر سنی تو چونک کر منصور کی طرف دیکھا۔ پھر حنا کو دیکھنے لگے جن کے چہرے پر الجھن کے تاثرات موجود تھے۔

ریاض الدین کے ساتھ ہی اخلاق احمد بھی کھانا چھوڑ کر اٹھ گئے۔ منصور کو بھی اختر اور نیلو فر کے ساتھ مجبوراً جانا پڑا۔

سب لوگ ہسپتال پہنچے تو ایک وارڈ بوائے نے ان کی رہنمائی اسپیشل وارڈ کے اس کمرے تک کر دی جہاں فرزانہ بستر پر پڑی موت اور زیست کے درمیانی وقفے کے کرب میں مبتلا تھی۔ کرنل احسان حسرت بھری نظروں سے بیٹی کی حالت دیکھ رہے تھے۔ ریاض الدین وغیرہ ان کے قریب پہنچے تو وہ آبدیدہ ہو گئے پھر انہوں نے جھک کر فرزانہ کو لرزتی آواز سے پکارا۔

"فرزانہ .... میری لاڈلی! آنکھیں کھول کر دیکھو نیلو فر آئی ہے۔"

فرزانہ نے کراہ کر آنکھیں کھولیں۔ ایک ایک کو پلکیں جھپکا جھپکا کر دیکھتی رہی پھر اس کی منصور پر نظر پڑی جو ایک طرف الگ تھلگ کھڑے تھے۔ نیلو فر جلدی سے آگے بڑھ کر فرزانہ کے قریب بیٹھ گئی۔

"حنا .... نہیں .... آئی۔" فرزانہ نے منصور پر سے نظر ہٹا کر نیلو فر کو دیکھا۔

"نہیں۔" نیلو فر نے جلدی سے کہا۔ "تم کہو تو اسے بھی بلا لوں۔"

"نیلو فر! .... حنا سے کہنا کہ .... مجھے معاف کر دے۔" فرزانہ بڑی مشکلوں سے رک رک کر بول رہی تھی۔ "میں نے اس کے ساتھ .... بڑا ظلم کیا ہے۔"

"ان باتوں کو بھول جاؤ فرزانہ! تم اچھی ہو جاؤ گی۔"

"نن .... نہیں۔" فرزانہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے ابل کر رخساروں پر ڈھلک گئے۔

سب لوگ دم بخود سر جھکائے کھڑے فرزانہ کو دیکھ رہے تھے۔

"منصور!" فرزانہ نے منصور کی طرف دیکھ کر اسے آواز دی پھر اشارے سے قریب آنے کو کہا۔

منصور موقع کی نزاکت کو محسوس کر رہے تھے۔ ایک لمحہ کچھ سوچتے رہے۔ پھر قدم بڑھاتے فرزانہ کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔

"منصور! تم .... تم بھی .... مجھے .... معا .... ف۔" فرزانہ کے ہونٹوں میں ہلکا سا ارتعاش پیدا ہوا۔ اس نے اپنا جملہ مکمل کرنے کی کوشش کی مگر حلق جیسے یکلخت خشک ہو گیا ہو اور پھر .... پھر اس کی آنکھوں کے پپوٹے بوجھل ہو کر بند ہو گئے۔

ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

کرنل احسان نے دھڑکتے ہوئے دل سے آگے بڑھ کر فرزانہ کی نبض دیکھی اور کسی بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ریاض الدین اور اخلاق احمد کی آنکھیں بھی نمناک ہو گئیں۔ اختر بھی اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے۔ نیلو فر سسک اٹھی لیکن منصور چپ چاپ کسی بت کی طرح کھڑے فرزانہ کو دیکھ رہے تھے۔

اور ....

مرنے کے بعد بھی فرزانہ کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی فاتحانہ مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔

☆======☆======☆

حنا کو نیلوفر کی زبانی حالات کا علم ہوا تو اس کی روح گنگنا اٹھی۔ منصور نے اس کی خاطر جو قربانیاں دی تھیں وہ حنا کے ذہن میں کسی پھول کی نرم لطیف مہک بن کر چھا گئی۔

اسے اپنے برتاؤ پر غصہ آ رہا تھا۔ کس قدر غلط سمجھا تھا اس نے منصور کو کیسی کیسی باتیں کہہ ڈالی تھیں اور منصور سب کچھ سن کر خاموش ہو گئے۔ کتنے زخم اور کتنے چرکے برداشت کئے تھے۔

حنا کا دل چاہ رہا تھا دوڑ کر منصور کے کمرے میں چلی جائے اس کے کشادہ سینے میں سر چھپا کر کہے۔

منصور! منصور!
تم کتنے عظیم کردار کے مالک ہو۔
تم نے میری خاطر کتنے غم جھیلے ہیں۔
میری وجہ سے تم کو کس قدر پریشانیاں اٹھانی پڑی ہیں۔
میرے محبوب .... مجھے معاف کر دو۔ سچے دل سے۔

اور ان خیالات سے وہ خود ہی خود شرما کر چھوئی موئی کے پودے کی طرح سمٹی جا رہی تھی۔ لجائے جا رہی تھی۔

دو تین روز سے وہ برابر کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھی کہ منصور سے تنہائی میں ملاقات ہو اور وہ پرستش کے انداز میں اس کے سامنے جھک کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کر لے لیکن حسن آراء بیگم اور نیلوفر کی موجودگی میں اسے ابھی تک کوئی ایسا موقع نہ مل سکا۔ ایک دو بار منصور کا سامنا ہوا تو اس نے منصور کو یوں مسکرا کر دیکھا جیسے کہہ رہی ہو۔ منصور میں شرمندہ ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔

کئی دن اسی الجھن میں گزر گئے۔ منصور سے ملاقات کا کوئی موقع نہ مل سکا اور آج تو جیسے یہ خواہش ایک خلش بن کر اس کے جذبات میں مچل رہی تھی۔ گئی رات تک وہ بستر پر کروٹیں بدلتی رہی پھر جب نیند نہ آئی تو اٹھ کر باہر پائیں باغ میں آ گئی جہاں چاند کی روشنی میں ہر چیز اجلی اجلی نظر آ رہی تھی۔ ہر شے پر ٹھنڈا ٹھنڈا نکھار سا نظر آ رہا تھا۔

منصور کے کمرے کے سامنے سے گزرتے وقت تو اس کا دل نہ جانے کس کیف

آگیں لذت کے احساس سے دھڑک اٹھا ہونٹوں پر ایک ہلکی سی شرگیں مسکراہٹ ابھر آئی اور منصور کے تصور کا احساس اس کے کنوارے اور معصوم وجود پر ساون کے بادلوں کی طرح چھا گیا۔

لمبے لمبے قدم اٹھاتی وہ پائیں باغ میں آ گئی اور نرم نرم سبزے پر بیٹھ کر اپنے دل کی دھڑکنیں گننے لگی۔ وارفتگی شوق کے عالم میں اسے یہ بھی احساس نہ ہوا کہ ایک دوسرا سایہ بھی وہاں موجود تھا۔ چونکی تو اس وقت جب سایہ اس کے قریب آ کر رک گیا۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو روح گنگنا اٹھی یہ منصور تھے۔

وہ خاموشی سے شرمائی شرمائی اٹھ کھڑی ہوئی۔

منصور اسے والہانہ انداز میں دیکھتے رہے وہ سر جھکائے خاموش کھڑی رہی۔

"حنا!" منصور نے آہستہ سے پکارا۔

"جی!"

"کیا تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو؟"

"ہاں۔" حنا اپنے کانپتے ہوئے ہونٹوں پر تبسم بکھیر کر بولی۔ "آپ نے اتنے دنوں تک مجھ سے یہ باتیں کیوں چھپائے رکھیں۔"

"مجھے ڈر تھا حنا کہ تم میری باتوں پر اعتبار نہ کرو گی۔"

"کہہ دینے میں کیا حرج تھا۔"

"مجھے وقت کا انتظار تھا۔ اس قول کی آزمائش بھی منظور تھی کہ طلب اگر سچی ہو تو رائیگاں نہیں جاتی۔"

"ایک بات کہوں۔" حنا نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

"کہو۔"

"مجھے معاف کر دیجئے میں نے آپ کو بہت دکھ پہنچائے ہیں۔"

منصور خوشی کے جذبات سے سرشار ہو گئے۔ ان کے سیدھے ہاتھ میں کوئی رسالہ دبا ہوا تھا الٹے ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی اونچی کی تو حنا نے بری طرح لجا کر منصور کے کندھے پر اپنا سر رکھ دیا۔

"مجھے یقین تھا حنا کہ قسمت میری محبت کی لاج ضرور رکھ لے گی۔" منصور نے دبی زبان میں کہا۔ "اور تم نے یہ بھی تو کہا تھا کہ حالات جب سازگار ہوں تو میں اپنے دل کی باقی حسرتیں بھی پوری کر لوں۔"

"مجھے معاف کر دیجئے منصور!" حنا دبی زبان میں بولی تو منصور نے اسے بازو سے تھام کر سامنے کر لیا پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولے۔

"کیا چاہتی ہو حنا! کیا اب بھی دل کی حسرتوں کو دل ہی دل میں دبائے رکھوں۔"

حنا نے جلدی سے شرما کر گردن جھکا لی۔ منصور کا مفہوم سمجھ کر وہ بری طرح شرما گئی۔

"جانتی ہو حنا! آج میں یہاں سبزے پر اتنی دیر سے کیا کر رہا تھا۔"

"کیا؟"

"تمہارا انتظار۔"

"جھوٹ۔" حنا مسکرا کر بولی۔ "اگر میں نہ آتی تو آپ کیا کرتے؟"

"میرے دل نے گواہی دی تھی کہ تم ضرور آؤ گی اور پھر آج میں تمہارے لئے ایک قیمتی تحفہ اور بھی لایا ہوں۔"

"کیا؟"

جواب میں منصور نے "عندلیب" کا تازہ پرچہ کھول کر حنا کی نظروں کے سامنے کر دیا۔ جس پر محسن جمالی کی خوبصورت تصویر منصور کی صورت میں مسکرا رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے حنا کو یقین نہیں آیا پھر جب منصور کو شرارت سے مسکراتا ہوا دیکھا تو روٹھے انداز میں بولی۔

"آپ نے یہ بات مجھ سے کیوں چھپائی تھی کہ محسن جمالی آپ کا قلمی نام ہے۔"

"میں یہ چاہتا تھا کہ تم صرف منصور کو یاد رکھو' صرف منصور غزالی کو۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ مجھے منصور کے بجائے محسن جمالی زیادہ پسند ہیں تو۔"

"تو میں محسن جمالی کو گلا گھونٹ کر مار دوں گا۔"

"اللہ نہ کرے۔" حنا نے جلدی سے کہا۔ "کیوں خوشی کے موقع پر ایسی بری فال منہ سے نکالتے ہیں۔"

"نیک فال کی امید کب تک رکھوں۔" منصور نے شوخی سے پوچھا۔

"میں کیا جانوں۔" حنا نے شرماتے ہوئے جواب دیا تو منصور نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اپنے قریب کر لیا۔ اتنا قریب کہ حنا ان کی سانس کی گرمی اپنے رخساروں پر محسوس کر کے شرم سے پانی پانی ہو گئی۔

"چھوڑیئے منصور!" وہ کسمسائی۔ "کوئی دیکھ لے گا۔"

"چاند اور چاندنی کے سوا یہاں اور کون ہے۔" منصور دھڑکتے ہوئے دل سے بولے۔

"میں بھی یہیں موجود ہوں۔ ابھی جا کر چچا جان سے کہتی ہوں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔" مہندی کے کنج سے نیلوفر کی آواز ابھری تو حنا منصور کی گرفت سے نکل کر اندر کی طرف بھاگی۔

منصور نے نظر گھما کر مہندی کے کنج کی طرف دیکھا جہاں نیلوفر کھڑی مسکرا رہی تھی۔

آسمان پر پہلی تاریخوں کا چاند اپنی روپہلی چاندنی بکھیر رہا تھا اور ادھ کھلی کلیاں لجائی لجائی دلہنوں کی طرح شاخوں پر سر رکھے سو رہی تھیں۔

☆====== ختم شد ======☆